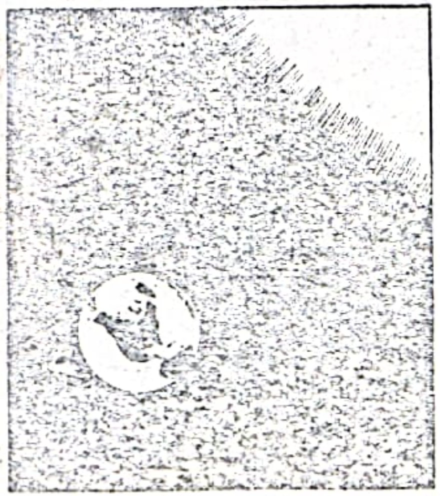

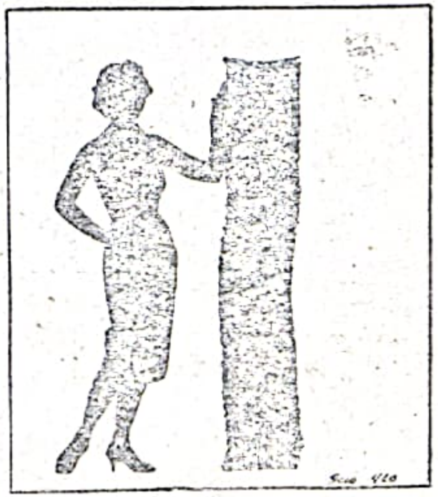

ماهنامه

رجسٹریشن فرنٹ

ترجمان تجدید طب

تحقیقات اعادۂ شباب

محقق۔ مصنف۔ مرتبہ

حکیم انقلاب ڈاکٹر صابر ملتانی

داعی تحریک تجدید طب (پاکستان)

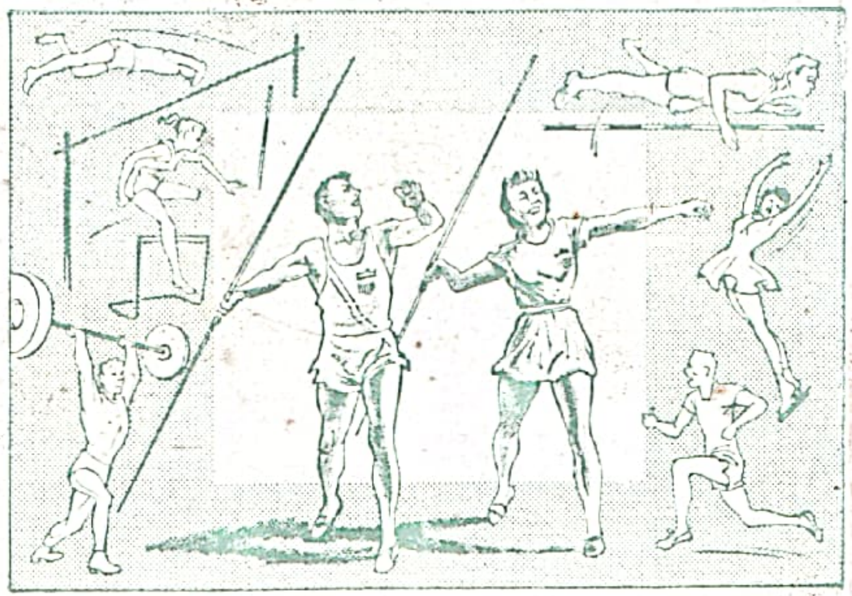

مجلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۴-۵ ۱۳۸۰ھ ماہ جنوری، فروری ۱۹۶۱ء

یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً

یونانی، ایورویدک، ایلوپیتھک، ہومیوپیتھک رجسٹریشن فرنٹ کا ماہانہ تحقیقی و تجدیدی آرگن

ماہنامہ رجسٹریشن فرنٹ — ترجمان — تجدید طب
اشاعت خاص

تحقیقات اعادہ شباب

طبی دنیا میں انقلاب۔ فرنگی طب کو چیلنج، ایسی بے نظیر تحقیقاتی اور علمی کتاب جس کا جواب سائنسی دنیا پیش نہیں کر سکتی، جس میں قبل از وقت بڑھاپا، سفید بال اور ضعف جنسی قوت کی حقیقت، حسن و شباب، صحت و جنسی قوت کے قیام، اعادۂ شباب اور طویل عمری پر بے مثل تحقیقات جس کے ساتھ یقینی بے خطا علاج، ادویات اور اغذیہ پیش کی گئی ہیں۔

محققہ، مصنفہ، مرتبہ
حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی داعی تحریک تجدید طب پاکستان (لاہور)

محقق و مصنف:۔ (۱) مبادیات طب (۲) تحقیقات دق و سل (ٹی۔بی) (۳) تحقیقات نزلہ زکام اور اس کا بے خطا یقینی علاج (۴) تحقیقات نزلہ زکام وبائی (فلو) بائیوکیمک ریسرچ وغیرہ

قیمت فی جلد مبلغ چار روپے، خریدار رسالہ سے مبلغ دو روپے پچاس پیسے

چندہ سالانہ مبلغ تین روپے صرف۔

پتہ:۔ ناصر شکیل مینجر ماہنامہ رجسٹریشن فرنٹ علیمی اسٹریٹ نمبر ۱ نسبت روڈ لاہور

(مطبوعہ:۔ پاکستان پرنٹنگ ... لاہور)

محمد مزمل صدیقی 03047152589

معنون

اپنی اس علمی تحقیق و فنی تجدید اور طبی سائنسی تدقیق کو مخلص عوام خدا پرست اور اپنے محترم عزیز جناب شیخ عبدالخالق صاحب ٹھیکیدار اور رئیس ملتان کے نام نامی اور اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔ جن کے علمی شوق۔ فنی فروق اور حق پرستی کے جذبہ کی وجہ سے تحریک تجدید طب کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کا جذبہ دراصل شیخ صاحب کو دیکھ کر پیدا ہوا۔ جناب شیخ صاحب ماشاء اللہ مضبوط ڈیل ڈول کے جوان ہیں مگر فطرت کی ستم ظریفی سے ان کے بال قبل از وقت سفید ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ ان کو اپنے سفید بالوں کا بالکل احساس نہیں تھا مگر اولاد کی ضرورت کے تحت جب انہوں نے دوسری شادی کی تو فطرتاً ان کو سفید بالوں کا احساس ہوا۔ اور انہوں نے مجھے بار بار کہا کہ کیا یہ بال سیاہ نہیں ہو سکتے۔ ان کا یہ جذبہ فطری تھا کیونکہ ایک تنومند پہلوان صفت نوجوان اور وہ بھی نکھہتی ہونے کے ساتھ نئی بیوی کے لئے ایسا جذبہ ہونا بھی چاہیئے۔ اس لئے یہ کتاب ایسے ہی دولت مند۔ مضبوط جسم اور نیک دل انسانوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس کتاب سے مستفید ہونا ان کا ذاتی فرض اور عمل ہے۔ اور آنے والے زمانوں کے لئے طبی و سائنسی تحقیقات میں میری یہ جدوجہد اور سعی ایک سنگ میل کا کام دے گی۔ اور ہمیشہ اس سے عوام صاحب عقل اور ماہر فن معالج فوائد حاصل کرتے رہیں گے۔ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۶۱ء۔

چھٹا چیلنج

۵۰۰۰/ روپے

مبلغ پانچ ہزار روپیہ

گذشتہ ہزاروں سالوں سے فن طب اور علاج کا جو سلسلہ چلا آتا ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک جبکہ ماڈرن سائنس کا دور ہے قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری کو ذہن نشین کرانے سمجھانے اس کا علاج و دوا اور غذا پر عام فہم تحقیقاتی اور علمی (سائنٹیفک) کوئی ایسی کتاب کسی طریق علاج جس میں آیورویدک طب یونانی و فرنگی طب (ڈاکٹری) اور ہومیوپیتھی خاص کر قابل ذکر ہیں۔ میں لکھی گئی ہو یا امریکہ یورپ اور روس و چین جیسے انتہائی سائنسی ملکوں میں ایسی تحقیق و تدقیق کی گئی ہو تو یہ ثابت کرنے والے کو مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

صابر ملتانی مورخہ ۴ جنوری ۱۹۶۱ء

چیلنج سے چڑھ

ہماری کتب اور رسائل پر جو چیلنج دیئے گئے ہیں اس سے بعض دوستوں۔ اکثر حلقوں اور بہت سے علمی و فنی لوگوں خصوصاً صحافی اور طبی حلقوں میں غلط فہمی سے چیلنج اور چڑھ پائی جاتی ہے۔ اس لئے ہم نے مناسب خیال کیا ہے اس کی وضاحت اور تشریح کر دی جائے تاکہ آئندہ اس کی حقیقت سے علمی اور فنی طبقہ نہ صرف پورے طور پر واقف ہو جائے بلکہ ایسے مشورے بھی نہ دے کہ اس چیلنج بازی کو ختم کرنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اس امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ ہر عمل میں کوئی اہم عنصر پنہاں ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم خود اس چیلنج بازی سے خوش نہیں ہیں۔ لیکن ہم ایسا کرنے

پر مجبور ہیں۔ جس کی وضاحت اور تشریح یہ ہے کہ ہم دنیا کے سامنے ایک نیا نظریہ پیش کر رہے ہیں۔ بالکل نیا نظریہ ہے جس سے دنیا کا کوئی صاحب علم اور ماہر فن واقف نہیں ہے۔ ہم اس کو دنیا میں پیش کر رہے ہیں اور اسی کے تحت علم و فن طب کی تجدید کر رہے ہیں۔ ہماری اس تجدید سے یہ غلط فہمی اور خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہماری تحقیق بالکل اسی قسم کی تحقیق ہے جس قسم کی یورپ و امریکہ اور روس و چین وغیرہ ممالک میں ہو رہی ہے جیسے گذشتہ تحقیقات کی بنیاد پر نئی تحقیقات کا سلسلہ قائم ہے۔ ہم دنیا کو نئے نظریے کے ساتھ نیا ذہن دے رہے ہیں۔ اور اس نظریہ سے یہ مقصد بھی مدِنظر ہے کہ فرنگی طب کے فن علاج کے متعلق تمام کے تمام نظریات غلط ہیں۔ جن کے ثبوت ہم اپنی تحقیقات میں پیش کر رہے ہیں۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں ہے کہ اس وقت فرنگی طب اور سائنس کی تحقیقات دنیا میں ہر طرف غیر معمولی اثرات سے چھائی ہوئی ہیں۔ اور کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں آسکتا ہے کہ ان میں نہ صرف بے شمار غلط اصول اور نظریات ہیں بلکہ ان کی اکثر بنیادیں غلط قوانین طب اور سائنس پر ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ دنیا طب و سائنس اور علم و فن کو ان غلط اصول و نظریات سے آگاہ کر دیں تاکہ وہ صحیح راستہ کو سمجھ لیں اور درست طریق سے فوائد حاصل کریں۔

جب دنیا میں کوئی نیا نظریہ پیش کیا جاتا ہے تو اس کے پیش کرنے والا ایک واحد شخص ہوتا ہے جس کی آواز دنیا میں ہر طرف فوری طور پر نہیں پہنچ سکتی بلکہ اس کی حیثیت بھاڑ میں ایک چنے سے زیادہ نہیں ہوتی بہر حال حامل نظریہ یا مجدد کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ میری آواز میں غیر معمولی اثر ہو تاکہ دنیا والے اس طرف توجہ کریں جیسا کہ آجکل پریس کا زمانہ ہے اور ہر طرف علمی و فنی اور تحقیقی کتب شائع ہو رہی ہیں ان کی اہمیت اپنی جگہ درست ہے مگر ان کا مقصد نیا نظریہ پیش

کرنا نہیں ہے۔

ہم نبی نہیں کہ ہم اپنی تحقیق و تجدید اور نظریہ کو معجزہ کہیں یا ولی نہیں ہیں جو اس کو کرامت کا نام دیں ہم صرف ایک حکیم ہیں اور حکمت و فن طب میں تحقیق و تجدید پیش کر رہے ہیں۔ یہ اس لئے اس کو ہم چیلنج کے نام سے پیش کر رہے ہیں۔

اکثر دوستوں اہل قلم اور صاحب فن نے ہماری تحقیق و تجدید پر ریویو کئے ہیں۔ اکثر نے تعریف کی ہے اور ایک آدھ نے اس کو الٹی سیدھی باتیں بھی لکھا ہے۔ لیکن ہم دونوں صورتوں میں شکریہ ادا کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ نہ تو اول الذکر اور نہ ہی آخر الذکر اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ دونوں کو چاہیئے تھا کہ اول میرا نظریہ مفرد اعضاء پیش کرتے اور پھر اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ہماری تحقیق و تجدید اور چیلنج کی تائید اور تنقیص کرتے فقط تعریف اور حقیقت و سچائی سے انکار کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اہل علم و فن صابر ملتانی ہمیشہ اپنے کام کسی اصول و قانون کے تحت کرتے ہیں اور دلائل پیش کرتے ہیں تاکہ عوام بھی مستفید ہو سکیں۔

ہم اپنی تحقیق و تجدید اور نظریہ کو چیلنج کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے ہم پھر اہل علم اور صاحب فن خاص طور پر صحافی اور طبی حلقوں کو دعوت دیتے ہیں کہ ہمارے چیلنج کو سمجھیں اور ہماری تحقیق و تجدید پر غور و فکر کریں اگر ان میں کچھ حقیقت ہے تو اس کو دنیا کے سامنے پیش کریں اور اگر وہ سب کچھ بے حقیقت ہے اور صرف الٹی سیدھی باتیں ہیں تو عوام کو اس سے دور رکھیں۔ یہ بھی جان لیں کہ ہمارا چیلنج بہت بڑا اور عظیم ہے کہ ہماری تحقیق و تجدید اور نظریہ سے دنیا میں کوئی واقف نہیں ہے اس میں موجودہ دور کی یورپی و امریکی اور روسی و چینی ہر قسم کی تحقیقات شامل ہیں۔ ہماری اس وضاحت اور تشریح کو سمجھ لینے کے بعد ہم اہل علم اور صاحب فن سے امید کرتے ہیں کہ وہ حق پرستی

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	۷
۲	بڑھاپے کا نفسیاتی تجزیہ	۱۷
۳	قبل از وقت بڑھاپا	۲۸
۴	درازئ عمری اور قیام جوانی کی حقیقت اور تاریخ	۵۵
۵	تحقیقات اعادہ شباب اور کایا کلپ اور اس کی تاریخ	۷۱
۶	قوت کی حقیقت	۱۲۵
۷	ہماری تحقیقات قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری	۱۵۴
۸	بوڑھوں کے حفظ صحت کے احکام	۱۶۵
۹	قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے ادویات اور علاج۔	۱۶۸

شکریہ:- ہم جناب احمد سعید یوسفی (طبیب) لائل پور ۲۶۶-A پیپلز کالونی کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اپنا وقت خرچ کر کے اس کتاب کے پروف پڑھنے میں مدد دی۔

صابر ملتانی یکم فروری ۱۹۶۱ء

پیش لفظ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ ربّ العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین۔ الصلوٰۃ والسلامُ علیٰ رحمۃ اللعالمین۔ اما بعد۔ جب سے دنیا عالم وجود میں آئی ہے اس وقت سے نشو و ارتقا اور تحقیق و تجدید کا سلسلہ قائم ہے۔ نشو و ارتقا تو قدرت کی طرف سے مکمل ہو رہا ہے اور تحقیق و تجدید اشرف المخلوقات کے ذمہ کیا گیا ہے کہ وہ قدرت کے اسرار و رموز کو اس دنیا میں آشکار کر دے اور یہ دونوں عمل قانون فطرت کے مطابق عمل میں آ رہے ہیں۔ یعنی ان عوامل کے لئے ایک قدرت کا مقرر کردہ قانون یا رستہ ہے جس کے لئے دین کا لفظ حقیقت کے عین مطابق ہے۔

قدرت کے نشو و ارتقا اور تحقیق و تجدید کے ادوار و مراحل اور اشیا و افعال کا شمار کیا جائے تو پیدائش کائنات سے لے کر زندگی تک اور زندگی سے انسان تک ہے اور پھر انسانی تحقیق و تجدید سے لے کر آج کل لاکھوں منزلیں طے ہو چکی ہیں۔ لیکن نشو و ارتقاء اور تحقیق و تجدید کا ہر عمل اور ہر قدم اپنے اندر کوئی نہ کوئی قانون اور اصول رکھتا ہے پھر یہی قوانین اور اصول اپنے اندر کئی کئی نظریات رکھتے ہیں جن سے انہی قوانین اور اصولوں میں ارتقا اور تکمیل پائی جاتی ہے۔ اور جن اہل علم اور صاحب فن کی نگاہ تحقیق و تجدید کی طرف ہوتی ہے وہ انہی قوانین و اصولوں کو سمجھ کر خاموش بیٹھ نہیں جاتے بلکہ ان پر مزید غور و فکر کرتے ہیں تاکہ اس منزل کی طرف قدم بڑھائیں جو منزل ان کے دل و دماغ کی وسعتوں میں پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔

اہل علم و صاحب فن اور حکماء و اطباء ذہنی وسعتوں اور منزلوں میں

ایک فکر قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کا بھی ہے کیونکہ انسان نے ہوش سنبھالنے کے بعد جب اس دنیا کی زندگی میں عیش و نشاط اور لطف و لذت سے مسرور ہوا ہے اس کو زندگی اور شباب بہت قیمتی ہو گیا ہے اب وہ چاہتا ہے کہ نہ صرف ہمیشہ کے لئے زندہ رہے بلکہ حسن و شباب کی رنگینیوں سے سرخرو اور بھرپور بنا رہے۔ اس مقصد کے لئے اس نے اچھی صحت کے قوانین بنائے۔ امراض کے علاجات تلاش کئے۔ قیام شباب کے لئے اصول واضح کئے اور طویل عمری کے لئے قوانین کی تلاش کی ہے لیکن انسان کو اپنے مقصد میں پوری کامیابی نہیں ہوئی ہے مگر انسان اپنی اس کوشش سے دستکش نہیں ہوا۔ کیونکہ اس کی ناکامیاں بھی اپنے اندر بے شمار کامیابیاں رکھتی ہیں۔ صحت کے قوانین و علاج اصول اور زندگی کے دکھوں کے مداوے ایسے امور ہیں جن سے نہ صرف انسان کی زندگی بے حد کامیاب ہے بلکہ بے حد مطمئن ہے۔ یہی اس کی بہت بڑی کامیابیاں ہیں اس لئے اس مقصد کے لئے اس کا قدم آگے کی طرف بڑھتا رہا ہے۔ اس میدان میں جو بھی لوگ تھک کر بیٹھ گئے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ ؎

ہم دنیا سرائے فانی دیکھی ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
جو آ کے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

قانون فطرت ہے کہ جب پانی کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو پانی اور راستے تلاش کرتا ہے یہی فطرت انسانی ذہن کی بھی ہے کہ جب اس کی تحقیق اور روانی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو وہ کبھی نئی راہیں اور جدتیں اختیار کرتا ہے صرف اس پر بس نہیں ہے بلکہ ہر نئی رکاوٹ کے لئے کبھی پرانے قوانین اور اصولوں کو دہرا کر ان پر غور و فکر کرتا ہے اور کبھی نئے نظریات ترتیب دیتا ہے یہاں تک کہ اس کو منزلیں نزدیک نظر آتی ہیں۔

محمد مزمل صدیقی 03047152589

ہمارے ذہن اور وجدان نے بھی ان رکاوٹوں کو کچھ اہمیت نہیں دی۔ اور اپنے راہوار وجدان کو آگے بڑھانے کے لئے ایڑ لگائی۔ اور مسلسل بیس پچیس سال جدوجہد اور کوشش کی۔ تاکہ مقصد زندگی (شباب) کو حاصل کیا جائے۔ خداوند حکیم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ محنت ضائع نہیں گئی اور نظریہ مفرد اعضاء کے تحت مقصد حاصل ہو گیا ہے اور منزل قریب ہو گئی۔ اب اہل علم اور صاحب فن کا فرض ہے کہ اس کی حقیقت پر غور کریں اور اس سے مستفید ہوں۔

قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے سب سے قدیم سرمایہ اور مفید معلومات آیورویدک میں پائی جاتی ہیں۔ جس میں لکھا ہے کہ کایا کلپ ایک یقینی عمل ہے جس کے ذریعے انسان ہزاروں سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن اس مقصد کے لئے خاص خاص ادویات کے ساتھ فاضل اور قابل وید اور ایک مناسب ماحول کی ضرورت ہے اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ ادویات میں ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں اور ان کا استعمال بھی بغیر فاضل اور قابل وید اور مناسب ماحول کے سوا ممکن نہیں ہے۔ لیکن آیورویدک میں بڑھاپے اور ضعف کی حقیقت پر تسلی بخش روشنی نہیں ڈالی گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دوشنوں کی خرابی اور فساد صحت اور قوت کے نقصان کا باعث ہیں جن کے بعد بڑھاپا آتا ہے مگر جسم میں کیا کیا تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جن کو دور کرنے کی کوشش کی جا سکے جہاں تک ادویات کا تعلق ہے۔ ان کا تعلق کس عضو یا کس قسم کی خرابی سے ہے اور ادویات سے کس قسم کی کمی و خرابی دور ہو سکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آیورویدک میں کایا کلپ ایک مشکل ترین مضمون کر دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے آجکل کے ویدوں میں کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جو کسی اور کا نہ سہی اپنا ہی کایا کلپ کرے اور نہ ہی کوئی ایسا وید پایا جاتا ہے جس نے ہزاروں سال پہلے اپنا کایا کلپ کیا ہو اور ہم میں

آیورویدک کے اس کایا کلپ کا ثبوت پیش کر سکے۔

جہاں تک طب یونانی کا تعلق ہے وہ اصولی طور پر اعادہ شباب کی قائل نہیں ہے۔ البتہ اس کے قوانین اور اصولوں کے تحت قیام شباب اور طبعی عمر تو ممکن ہے دائمی زندگی اور شباب ممکن نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کا نظریہ ہے کہ انسان کی پیدائش عورت مرد کے مشترکہ نطفے سے ہوتی ہے جس کی رطوبت اور حرارت سے اس کی زندگی قائم رہتی ہے ان کو رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کہتے ہیں۔ زندگی بھر یہ دونوں چیزیں قائم رہتی ہیں اور جب یہ دونوں ختم ہونے لگتی ہیں تو بڑھاپا آنا شروع ہو جاتا ہے اور ان کے ختم ہونے پر موت واقع ہو جاتی ہے۔ ان کی مثال ایک چراغ سے دی جاتی ہے جس کا تیل رطوبت غریزی ہے اور بتی حرارت غریزی۔ اور ایک وقت آتا ہے تیل و بتی دونوں ختم ہو جاتے ہیں۔ انسانی جسم میں جب رطوبت غریزی اور حرارت غریزی ختم ہو جاتی ہیں۔ چونکہ یہ دونوں پھر پیدا نہیں کی جا سکتیں اس لئے نہ ہی شباب لوٹایا جا سکتا ہے اور نہ ہی عمر میں طوالت کی جا سکتی ہے۔ اس لئے طب یونانی اعادہ شباب اور دائمی زندگی کی قائل نہیں ہے۔

فرنگی طب اور ماڈرن سائنس قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کی قائل ہے۔ وہ انسانی زندگی کی پیدائش کو نطفہ سے تو ضرور تسلیم کرتی ہے مگر رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کے متعلق بھی یہ تسلیم کرتی ہے کہ ان کی پیدائش زندگی بھر جاری رہتی ہے ان کا بننا کبھی بھی بند نہیں ہوتا۔ یہ دونوں چیزیں اعضاء جسم ہمیشہ تیار کرتے رہتے ہیں۔ جن میں غدد کو بے حد اہمیت ہے اس لئے اگر غدد صحیح طور پر اپنے افعال جاری رکھیں تو قیام شباب اور طویل عمری ممکن ہے لیکن ان کے نظریہ کے تحت ایک صورت ایسی ہے کہ جس سے غدد کے افعال بگڑ جاتے ہیں وہ نظریہ جراثیم۔ یعنی اپنے گرد و نواح میں ایک غیر مرئی مخلوق

ایسی ہے جو جسم انسان میں اندر و باہر ہمیشہ حملہ کرتی رہتی ہے جس سے خطرناک اور خوفناک امراض پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جن سے انسانی صحت کا توازن بگڑ جاتا ہے اور غدد اپنی صحیح حالت پر قائم نہیں رہ سکتے اور رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کی پیدائش نہ صرف کم ہو جاتی ہے بلکہ خراب ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے صحت اور طاقت دونوں قائم نہیں رہ سکتیں پھر بڑھاپا اور موت واقع ہو جاتی ہے۔ غدد کی حالت کو از سرِ نو درست کرنے کے لئے فرنگی ڈاکٹروں نے غدد میں پیوند اور قلم لگانے کی بھی کوشش کی ہے جس سے ابتدا میں اچھی خاصی کامیابی ہوئی ہے۔ لیکن بہت جلد اس کے نتائج بگڑ گئے ہیں بلکہ بعض حالتوں میں نقصان بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ صورت بھی کامیاب نہیں ہوئی۔ بعض فرنگی سائنسدانوں نے خون کے اجزاء کو مدِ نظر رکھ کر ایسے مرکبات تیار کئے ہیں جن سے اعضاء اور خصوصاً غدد اور ذرات خون کو طاقت دی جاسکے اس طرح بھی اچھے اثرات پیدا ہوتے ہیں مگر حقیقی کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے۔

لیکن فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی یہ غلط فہمی ہے کہ صرف غدد و ذرات خون اور خون کے دیگر عناصر قیام صحت اور قوت کے لئے کافی ہیں۔ ان کا تعلق صرف جگر کے ساتھ ہے۔ ان کے علاوہ اعصاب اور عضلات بھی جسم میں اپنے مخصوص افعال انجام دیتے ہیں جن کے مرکز دماغ اور دل ہیں۔ دوسرے جسم انسان میں رطوبات کون سے اعضاء بناتے ہیں اور کون سے اعضاء ان کو حرارت میں تبدیل کرتے ہیں۔ تیسرے جراثیم امراض پیدا کرنے کے اسباب و علل ہیں یا اعضاء جسم کی خرابی امراض پیدا کرنے کے اسباب و علل ہو سکتے ہیں۔ نیز اس وقت تک فرنگی طب اور ماڈرن سائنس ~~صحیح معنوں میں~~ اس علم سے واقف نہیں ہے کہ مفرد اعضاء اور امراض کا کیا تعلق ہے اس لئے وہ جسم انسان میں رطوبت و حرارت اور امراض

اور جراثیم کے تعلق کا علم نہیں رکھتے۔ ان کے اس علم سے ناواقفیت کی وجہ سے ہم ان کو بار بار چیلنج دیتے ہیں کہ ان کا نظریہ امراض اور اصول علاج غلط ہیں۔

آیورویدک و طب یونانی اور فرنگی طب و ماڈرن سائنس کی تحقیقات کو سامنے رکھنے کے بعد جن کا تفصیلی ذکر ہم نے اس کتاب میں کر دیا ہے۔ ہم نے انسانی جسم کی مشین کا اور گہرا مطالعہ کیا ہر عضو کے افعال پر نہ صرف گہری نظر ڈالی بلکہ ان کے نتائج کے اثرات کو پرکھا۔ اور سب سے بڑی تحقیق یہ ہے کہ ان کے تعلقات کو خوب اچھی طرح سمجھا ہے اور جہاں پر فرنگی طب اور سائنس کی تحقیقات اور ترقیات ختم ہو گئیں یا انہوں نے اپنا راستہ غلط اختیار کر لیا وہاں پر ہم نے آگے بڑھنے اور غلط راستہ سے دور ہٹنے کی کوشش کی۔ خداوند حکیم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس علیم و حکیم نے ہمیں کہیں مایوس نہیں کیا۔ جہاں پر بھی ہماری تحقیقات رکیں، ہم نے اور صبر و استقامت سے کام لیا اور ہماری منزلیں قریب ہو گئیں۔ اور ہم کو غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی۔

اس امر کے اعتراف میں ہمیں ذرا بھر انکار نہیں ہے کہ اس تحقیق میں ہمیں قرآن حکیم کی روشنی نے ہماری راہنمائی اور راہبری کی ہے۔ یہ ہمارا یقین ہے کہ قرآن حکیم تمام علوم کا نہ صرف منبع اور سرچشمہ ہے بلکہ ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ بھی ہے۔ صرف دیکھنے والی نگاہ چاہیئے جو اس پر غور و فکر کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم جس انداز سے زندگی و کائنات اور نفس و خلائق پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کا ذرا بھر بھی دیگر کتب میں نظر نہیں آتا خاص طور پر رطوبت و حرارت اور ارواح و ہواؤں کی پیدائش ان کا چلنا اور ایک دوسرے میں بدلنا۔ اور ان کے افعال و اثرات اور خواص اس تفصیل سے درج ہیں کہ انسان دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ ان کی تفصیلات انشاء اللہ تعالیٰ طبی اور سائنسی

تحقیقات ختم کرنے کے بعد بیان کر دی جائیں گی۔ کیونکہ قرآن حکیم میں طبی اور سائنسی حقائق بیان کئے گئے۔ ان سے دنیا کا آگاہ ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ جو کچھ ہم نے اس کتاب میں زندگی و روح اور رطوبت و حرارت کی پیدائش کا ذکر کیا ہے وہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین کی تشریح کا صرف ایک پہلو ہے ورنہ یہ حقائق سات سمندروں کی سیاہی اور دنیا بھر کے درختوں کے قلم سے بھی بیان نہیں ہو سکتے۔ ہم عاجز بندے ہیں ہم کو جو علم دیا گیا ہے وہ تمام جہانوں کے مقابلے میں ایک رتی کے برابر بھی نہیں ہے البتہ جو لوگ ہدایت چاہتے ہیں ان کو حضور انور و اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور زندگی کے طفیل ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اس امر پر وید و اطباء اور حکماء و فرنگی معالج متفق ہیں کہ جب تک جنسی قوت میں شدت رہتی ہے حسن و شباب قائم رہتا ہے۔ اور جب اس قوت میں کمی آنا شروع ہوتی ہے تو حسن و شباب بھی ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے جنسی قوت میں کمزوری یا خرابی میں تین اہم حقائق بیان کئے جاتے ہیں اول حفظان صحت میں بے قاعدگی جس میں غذا کو بے حد اہمیت ہے دوسرے اعضا جسم کے افعال میں کمی بیشی اور خرابی خاص طور پر جگر کی خرابی تیسرے نفسیاتی طور پر جنسی جذبہ میں خرابی پیدا ہو جائے خاص طور پر خوف اور غم کی فراوانی۔ اگر کم از کم جنسی قوت کو ایک معیار حسن و شباب مقرر کرتے ہوئے ان تینوں حقائق کی ایک اچھے طریق پر نگاہ داشت رکھی جائے تو یقیناً امر ہے شباب اور صحت بہتر طریق پر قائم رہتے ہیں۔

ہم نے اس جنسی قوت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے (۱) رطوبت (انرجی) حرارت (ہیٹ) اور جوش (فورس) اور پھر ان تین قوتوں کو اعضا رئیسہ کے تحت ترتیب دے دیا ہے یعنی رطوبت کی زیادتی دماغ و اعصاب کی تیزی سے ہوتی ہے

حرارت کی زیادتی جگر و غدد میں تیزی سے اور جوش کی زیادتی دل و عضلات میں تیزی ہوتی ہے۔ جب کسی شخص میں جنسی قوت میں کمزوری واقع ہوتی ہے تو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ تینوں قوتوں میں بیک وقت کمزوری اور خرابی ظاہر ہو۔ بلکہ ان میں سے کسی ایک قوت میں خرابی ہوگی یعنی رطوبت میں کمی بیشی یا خرابی ہوگی یا حرارت و جوش میں افراط و تفریط اور نقص پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے جس قوت میں کمی بیشی اور خرابی واقع ہو صرف اسی کو درست کرنا چاہیئے اس طرح جنسی قوت بالکل درست ہو جائے گی۔ اس لئے ہمیں بیک وقت تینوں اعضائے رئیسہ کو طاقت دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف اسی ایک عضو کو طاقت دینا ہی کافی ہے جس کے ساتھ اس قوت کا تعلق ہے۔

اسی طرح ہم نے حرارت عزیزی و رطوبت عزیزی اور روح کے متعلق قدیم حکماء سے اختلاف کیا ہے اور اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ یہ تینوں حسب ضرورت پیدا کی جا سکتی ہیں اور ان تینوں کا تعلق بھی اعضائے رئیسہ سے مقرر کر دیا ہے تاکہ ان تینوں میں سے جس کو پیدا کرنا مقصود ہو تو اس کے متعلقہ عضو میں تحریک دینے سے پیدا کی جا سکتی ہے۔ جس کسی اہل علم اور صاحب فن کو ہماری اس تحقیق سے اختلاف ہو۔ ہم اس کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنے خیالات اور حقائق کو بیان کریں ہم خوشی سے ان کو اپنے رسالہ میں شائع کریں گے اور ان کا تسلی بخش جواب بھی دیں گے۔

ہم نے اس کتاب کو اپنی تحقیقات سے پورے طور پر مکمل کرنے کی کوشش کی ہے مگر افسوس وقت کی قلت اور دامن کی تنگی کی وجہ سے اس کو بے حد مختصر لکھ سکے ہیں۔ اگر ہم کو وقت کی قلت اور دامن کی تنگی نہ ہوتی تو یقیناً یہ کتاب اس سے چار گنا زیادہ ہوتی۔ زندگی بخیر انشاء اللہ تعالیٰ اس کے دوسرے ایڈیشن

میں ہم اس کو اور زیادہ تفصیل سے لکھیں گے۔ جس سے بہت سے اسرار و رموز کی گرہ کشائی ہوگی۔

جن دوستوں نے ہماری دیگر چیلنج کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ جن میں (۱) مبادیات طب (۲) تحقیقات دق وسل (ٹی۔بی) (۳) تحقیقات نزلہ زکام اور اس کا یقینی بے خطا علاج (۴) تحقیقات نزلہ زکام وبائی (فلو) قابل ذکر ہیں۔ ان کو ہماری اس کتاب "تحقیقات اعادہ شباب" کے پڑھنے کا بہت زیادہ لطف آئے گا اور وہی دوست ہی اس کتاب سے بہت زیادہ مستفید ہوں گے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہی لوگ کسی علم و فن سے مستفید ہو سکتے ہیں جو خالی الذہن ہو کر بغیر تعصب کے اس علم و فن کا مطالعہ کریں اور اس کی روح کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ علم و فن رفتہ رفتہ نہ صرف ان کے دماغ میں رچ جائے گا بلکہ فائدہ بخش بھی ثابت ہوگا۔ اور اس سے عوام کی خدمت کر کے عزت حاصل کر سکتے ہیں۔

جو لوگ فن تحقیق اور تجدید کی اہمیت سے واقف ہیں وہ اس کتاب کی اہمیت کو پورے طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ہر تحقیق کے لئے لازم ہے کہ اس کے ثبوت میں مشاہدات و تجربات اور دلائل و حقائق پیش کئے جاتے ہیں۔ اور یہی امور تحقیق کی جان ہوتے ہیں۔ چونکہ ان امور میں زیادہ تر اصطلاحات برتی جاتی ہیں اس لئے عوام جو اہل علم اور صاحب فن نہیں ہیں وہ تحقیق و تجدید کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے البتہ ان کے لئے سب سے بڑی اہمیت انہی معلومات میں پائی جاتی ہے جو دنیا میں پہلی بار پیش کی جا رہی ہے۔ اس لئے ہمیں امید ہے کہ ہماری اس کتاب سے اہل علم و صاحب فن اور محقق و حکماء کے ساتھ عوام بھی مستفید ہوں گے۔ البتہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ عوام زیادہ سے زیادہ اس سے استفادہ حاصل کر لیں۔ اس لئے وہ اگر دو

تین بار اس کتاب کو غور و فکر سے پڑھیں تو یقیناً وہ بھی اس سے پورے طور پر مستفید ہو سکتے ہیں۔

ایک بات کی طرف ہم خاص طور پر توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اپنی ہر تحقیق میں قدیم و جدید اور یورپ و امریکہ کی تمام سائنسی و طبی تحقیقات کو اپنے سامنے رکھتے ہیں اور اپنی تحقیقات میں اس امر کو مد نظر رکھتے ہیں اور اول قدیم و جدید خصوصاً فرنگی سائنسی طبی تحقیقات کو پہلے من و عن بیان کر دیتے ہیں۔ پھر اس پر صالح تنقید کرتے ہوئے ان کا حسن و قبح بیان کر دیتے ہیں پھر آخر میں اپنی تحقیقات کو سائنسی تجربات و مشاہدات اور علمی و فنی دلائل و حقائق کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ کسی علمی و فنی ہستی اور محقق کو انگلی رکھنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ پھر بھی اگر کسی کو زیادہ وضاحت کی ضرورت ہو تو وہ ہمیں مل کر اپنی تسلی و تشفی کر سکتے ہیں۔

خداوند حکیم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انہوں نے ہم سے ایک اہم خدمت لی ہے اور ہم اس قابل ہو سکے ہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک بہت بڑا حصہ علمی و فنی خدمت کا پیش کر سکے ہیں۔ خاص طور پر اس سال میں ہم یکے بعد دیگرے تین خاص نمبر پیش کر چکے ہیں جو بہت بڑا علمی و فنی خزانہ ہے۔ ہمارا سال اکتوبر سے شروع ہوتا ہے۔ ان ابتدائی چار ماہ میں ہی تین خاص نمبر پیش کرنے کے قابل ہو گئے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک خاص نمبر اس سال کے اخیر تک یعنی ستمبر تک اور پیش کریں گے۔ اور ہمارا ہر خاص نمبر انشاء اللہ تعالیٰ ایک زبردست چیلنج ہوگا۔ جس کا مقابلہ موجودہ طبی اور سائنسی دور میں ناممکن ہے خریداروں کے لئے ہم نے خاص رعایت مقرر کی ہے اور آئندہ اس امر کو ہمیشہ مد نظر رکھیں گے۔ اس خاص نمبر کی قیمت کو ملا کر خریداروں سے ہم نے کل چھ روپے لئے ہیں۔ لیکن اس زر سالانہ میں ہم نے نزلہ زکام نمبر کی قیمت دو روپے، نزلہ زکام وبائی نمبر کی قیمت ڈیڑھ روپیہ

باقی بر صفحہ ۲۷

۷۸۶

بڑھاپے کا نفسیاتی تجزیہ

کیا خوب مرزا غالب نے کہا ہے۔

بزمِ فراق صحبتِ شب کی جلی ہوئی ؀ ایک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

بڑھاپا انسانی عمر کا ایک حصہ ہے جبکہ اس کے قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ جسم ضعیف ہو جاتا ہے۔ اعضاء اپنے مقررہ افعال پورے طور پر انجام نہیں دے سکتے۔ جسم اکثر دبلا، خمیدہ اور اعضاء میں رعشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ چہرے پر جھریاں، آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں اور رنگت میں سیاہی غالب نظر آتی ہے۔ بال سفید، دانت ندارد اور بات کرنے میں الفاظ پورے طور پر ادا نہیں کئے جا سکتے۔ نگاہ انتہائی کمزور اور ثقل سماعت، اکثر حالتوں میں دونوں غائب حافظہ ساتھ نہیں دیتا۔ ابھی کچھ کہا یا کیا ابھی بھول گیا۔ گذشتہ واقعات تقریباً تمام کے تمام صفحہ دماغ سے دھل جاتے ہیں۔ بلغم کا دہ زور ہوتا ہے ایک منٹ نیند نہیں آتی۔ اور وہ غالب کے مندرجہ بالا شعر کی پوری تفسیر بن جاتا ہے۔

یہ ہے بڑھاپے کی قلمی تصویر کا ایک پہلو۔ اس کے مقابلے میں نو دس سال کا ایک بچہ اچھلتا ہے کودتا ہے دوڑتا ہے اور قلابازیاں کرتا ہے۔ اس کا ہر عضو اس کی ہر حرکت کا ساتھ دیتا ہے۔ جوانی کے جوش کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جوان ہوا میں پرواز کرتا ہے، سمندر چیرتا ہے، پہاڑ کاٹتا ہے، شیر سے لڑ جاتا ہے اور ہاتھی پر سوار ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے جو بڑھاپے میں نہیں ہے یہ صرف طاقت ہے۔

بڑھاپے میں پورا جسم قائم ہے اعضاء سلامت ہیں روح بھی جسم میں ہے نفس بھی اپنا کام کر رہا ہے مگر کوئی شئے نہیں ہے تو طاقت ہے۔ اس امر سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان صرف جسم و روح اور نفس کا مرکب ہی نہیں ہے بلکہ طاقت بھی ایک شے ہے۔ جب تک وہ قائم ہے انسان افکار و افعال کے ساتھ اس دنیا پر قابض ہے اور جب طاقت ختم ہو جاتی ہے تو دنیا اس پر قابض ہو جاتی ہے۔ اور وہ مجبورِ محض بن جاتا ہے۔

یہ طاقت کیا شے ہے؟ ظاہر میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا انسان

جنسی حرارت: - کم و بیش کھاتا پیتا ہے، سوتا ہے جاگتا ہے چلتا ہے پھرتا ہے اور باتیں کرتا ہے لیکن اگر اس میں کسی شے کی کمی ہوتی ہے تو جنسی حرارت ہے جس کی کمی کو وہ نمایاں طور پر محسوس کرتا ہے۔ اور جوں جوں وہ اس میں کمی محسوس کرتا رہتا ہے اس میں بڑھاپے کے آثار ظاہر ہوتے جاتے ہیں گویا اصل شے جنسی حرارت کا فقدان ہے۔ تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک انسان میں جنسی حرارت قائم رہتی ہے وہ اپنے آپ کو بوڑھا نہیں سمجھتا بلکہ نوجوانوں سے بھی بڑھ کر اپنی طاقت اور جرأت کا ثبوت دیتا ہے۔ اور یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں بھی جب جنسی حرارت ساتھ نہیں دیتی کسی انسان کے سامنے اگر جنسی واقعات اور قصے بیان کئے جائیں یا حسن و عشق کے افسانے اور رومان سنائے جائیں یا مچلتی جوانی اور اندھے شوق کی داستانیں دہرائی جائیں تو ان کی آنکھوں میں چمک و دمک، یا چہرے پر رونق و سرخی، جسم میں تازگی اور رونق کے آثار نظر آتے ہیں گویا ان کا جنسی جذبہ بیدار ہوتا ہوا نظر آتا ہے اور کبھی وہ خود اپنی روئیداد حسن و عشق اور واردات محبت بیان کرنے پر آ جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بوڑھے کا دل ضرور جوان ہے مگر اس بچارے کے پاس جنسی حرارت کہاں۔ سب کچھ کہہ دینے کے بعد وہ

ٹھنڈا سانس بھر کر چپ ہو جاتا ہے وہ تو بار بار اپنے اس جنسی جذبہ کے تار دل کو اپنے گذشتہ احساسات کے مضراب سے لگاتا ہے مگر وہاں پر کسی نغمہ کا پیدا ہونا تو رہا ایک طرف وہاں پر سُر تال اور لے ہی قائم نہیں ہوتے، شاید اسی صورت کی ایک شاعر نے کیا تصویر کشی کی ہے ؎

غزل اس نے چھیڑی ہے مجھے ساز دینا ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا!

بوڑھا گذشتہ واقعات تو دوہرا سکتا ہے مگر غزل کے ساتھ ہم آواز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس مقصد کے لئے اس کو ساز (صحیح اعضاء) اور عمر رفتہ (حرارت جسم) کی ضرورت ہے۔ جن سے جنسی جذبہ تکمیل پاتا ہے۔ بڑھاپے میں دونوں چیزیں ناکارہ ہو چکی ہیں۔ اور وہ آواز دینا ختم ہو جائے گا۔

جب یہ جنسی حرارت، جذبہ حسن و عشق، رنگینی محبت و شوق اور واردات شعریت و رومانیت ختم ہوتی نظر آتی ہیں تو کبھی مرغن اغذیہ اور مقوی ادویات کھاتا ہے کبھی شراب کا سہارا لیتا ہے تو کبھی حسن و نزاکت کی نوخیز کلی کی تلاش میں سرگردان پھرتا ہے۔ مگر وائے ناکامی کہ بہت جلد ان سہاروں سے بھی ناامید ہو جاتا ہے۔ اور دنیا اور اس کی رنگینیاں اس کے سامنے اندھیرا ہو جاتی ہیں۔ گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے مگر وہاں بھی تسکین نہیں آتی پھر بوڑھی جذباتی طوائفہ کی طرح جس کی طرف کوئی نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتا اپنے کو مجرم گردانتا ہے تاکہ اس کی طرف کوئی نگاہ تو ہی ڈال دے اور جنسی جذبہ میں تسکین آجائے۔

یہ جنسی حرارت اور جذبہ حسن و عشق ایک ایسی کیفیت ہے کہ اگر تھوڑی دیر کے لئے اس کو ختم کر دیا جائے تو یہ رنگینیاں و حسن یہ باغات و چمن، یہ مضبوط قلعے اور قصر بلند، یہ شہنشاہیاں اور بادشاہیاں، یہ لیڈریاں اور حکومتیں، یہ علم و فن اور شعر و حکمت سب ختم ہوتے نظر آئیں گے۔ یہ جد و جہد اور سعی تمام جنسی

محمد مزمل صدیقی 03047152589

حرارت اور جذبہ حسن و عشق کی تکمیل کے لئے نظر آتے ہیں۔ ہر بڑی کوشش اپنے اندر ایک طوفانی جذبہ رکھتی ہے۔ ہر شاہنشاہ و بادشاہ، ہر لیڈر و حاکم، ہر عالم و حکیم، ہر شاعر و ادیب یہاں تک کہ ہر عابد و زاہد کا نفسیاتی تجزیہ کر لیجئے۔ یہی ذوق و شوق جلوہ گر نظر آئے گا۔ ممکن ہے اس کی کوئی شکل بدلی ہوئی ہو مگر حقیقت ہر جگہ نمایاں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ انسان کے ذہن پر عورت سوار ہے۔

جذبہ محبت کیا ہے:۔ جنسی حرارت اور جذبہ محبت کیا امور ہیں؟ جنسی حرارت کے متعلق تو ہم آئندہ صفحات میں تفصیل سے لکھیں گے۔ یہاں پر جذبہ محبت کے متعلق کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔ جذبہ محبت انسانی جبلت (انسٹنکٹ) ہے جس کو ہم شوق اور انس کہتے ہیں علم نفسیات میں جبلت کی اصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے ابتدائی خصائل میں ایک ایسی خصلت ہے جو فطری طور پر اس کو ودیعت کی گئی ہے۔ جس سے اس کے اندر باہم ملنے جلنے، اکٹھا رہنے اور اُنس کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اُنس چونکہ شخصی نوع کا ابتدائی جذبہ ہے اس لئے ہر شخص جو اس جذبہ اُنس سے مرقع اور متصف ہے وہ انسان کہلاتا ہے جن میں یہ جذبہ مفقود ہے واقعی وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے چونکہ یہ جذبہ انس ہر شخص کی بنیادی جبلت ہے اس لئے ہر ایک میں پائی جانی چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جبلت ہر ایک میں ہوتی ہے مگر نفسیاتی طور پر جب اس کی غیر فطری تربیت ہوتی ہے تو یہ جذبہ اُنس بہت حد تک دب جاتا ہے ضائع نہیں ہوتا کیونکہ یہ کسی نہ کسی رنگ میں ظاہر ضرور ہوتا ہے دیکھا گیا ہے کہ ظالم ڈاکو اور زاہد خشک بھی کسی مقام پر اس کا اظہار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جب یہ جبلت صحیح فطری طریق پر تربیت پاتی ہے تو یہ جذبہ اکسیر ملکہ بن جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ غیر شعوری طور پر

بھی انسان محبت واُنس پر مجبور ہوتا ہے اور ہر اس شئے کی طرف لپکتا ہے جو اس کے لئے کشش کا باعث ہوتی ہے یا جس کے ساتھ اس کو قلبی مسرت ہوتی ہے۔

اس جذبہ کو سب سے زیادہ جس نے سمجھا ہے وہ صرف اسلام ہے۔ اس نے اس جذبہ جنسی کی تسکین کے لیئے پورے سامان کئے ہیں تاکہ انسان اپنے اس جذبہ کی تسکین تو ضرور کرے مگر اس کے ذہن پر عورت سوار نہ ہو۔ اور دوسری طرف معاشرہ میں بے راہ روی پیدا نہ ہو۔ انسان ایک کی بجائے چار شادیاں کرلے۔ اگر طاقت ہے تو جس قدر چاہے باندیاں رکھ لے مگر حرام کاری سے باز رہے اور جگہ جگہ بغیر تحقیق نطفہ پھیلا کر اپنی ذمہ داری سے دست کش نہ ہو جائے۔ اور اپنی قیمتی دولت کو غلط مقام پر ضائع کرتا نہ پھرے۔

جنسی جذبہ کی بے راہ روی جہاں ایک طرف غلط معاشرہ پیدا کردیتی ہے وہاں انسان کی اپنی حرارت جنسی بھی تباہ وبرباد ہوتی ہے، اس کے قویٰ مضمحل ہوتے ہیں، بڑھاپا آتا ہے اور امراض کی کثرت ہو جاتی ہے آج فرنگی تہذیب وتمدن میں ہر طرف یہی کچھ نظر آرہا ہے۔

جذبہ شوق:- قدرت کی طرف سے انسان میں جبلی طور پر جو جذبہ محبت واُنس رکھا گیا ہے اس کو حکمت اور عقل کے تحت جذبہ شوق کہتے ہیں یہ ایک قسم کی کشش ہے جو مادہ کی حیثیت سے ایک دوسرے کی طرف کھینچتی ہے۔ یہ جذبہ صرف انسانوں میں نہیں پایا جاتا ہے بلکہ حیوانات ونباتات اور جمادات میں بھی نظر آتا ہے فرق صرف صورت اظہار کا ہے۔ انسان ادراک ووجدان کے تحت کام کرتا ہے تو حیوانات میں احساس وحرکت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور نباتات میں حرارت ونمو کی صورت لئے ہوتا ہے اور جمادات میں کشش وثقل میں اظہار ہوتا ہے۔ بہرحال یہی کشش کسی نہ

کسی رنگ میں موالید ثلاثہ میں کام کرتی نظر آتی ہے اور انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اور بہت حد تک اپنے ان افعال کا خود مختار ہے جن کی اس میں استعداد رکھی گئی ہے اس لئے اس میں جب یہی کشش کام کرتی ہے تو وہ جذبہ شوق کہلاتی ہے۔ اس کو عام طور پر اُنس ومحبت کے الفاظ میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہی جذبہ شوق جن اشیا صورتوں اور افعال کی طرف کھینچتا ہے ان کو خوبصورتی، حسن اور خوش نمائی کہا جاتا ہے چونکہ انسان کا جذبہ شوق فطری طور پر رنگینی کا طالب ہے اس لئے یہ اس کی جبلت میں داخل ہے۔

جذبہ شوق کے اقسام:- جذبہ شوق کی تین صورتیں ہیں (۱) جذبہ شوق کا اپنے جز یا کل یا مطلوب ومقصود کی طرف بغیر کسی رکاوٹ کے ملنا۔ اس کو وصل کہتے ہیں اس کا نتیجہ مسرت ہوتی ہے۔ (۲) جذبہ شوق کا اپنے جز یا کل یا مطلوب ومقصود کی بجائے غیر کو دیکھ کر اس سے منقبض ہونا اس کو فرار کہتے ہیں جس کا نتیجہ خوف ہوتا ہے (۳) یہی جذبات مسرت اگر تسلسل اختیار کرلیں تو محبت، غم اور ندامت میں منتقل ہو جاتے ہیں اور یہی انسانی زندگی کے جذبات ہیں مسلسل انسانی زندگی میں کام کر رہے ہیں۔ فرنگی طب وماڈرن سائنس اور سائیکالوجی ان حقائق سے بالکل خالی ہے۔ اس لئے وہ انسانی زندگی کے جذبات باقاعدگی (سسٹومیٹک) طریق پر نہیں سمجھ سکی اور نفس کو سمجھنے میں بالکل ناکام ہے۔

زندگی میں نظم وضبط:- جاننا چاہیئے کہ انسانی زندگی میں نظم وضبط ہے۔ اس کے جسم ونفس میں ایک گہرا تعلق ہے اور ان کی ہر حرکت وجذبہ باقاعدگی سے کام کرتے ہیں۔ کہیں بھی بے قاعدگی اور بے راہ روی نہیں ہے فرنگی سائیکالوجی اور ماڈرن سائنس میں اگر انسانی نفسیات کا ذکر ہے تو بغیر نظم وضبط کے ہے کسی ایک جذبہ یا جبلت کو لے کر اس کے متعلق اپنے تجربات بیان کر دیئے جاتے ہیں مگر اس کو انسانی جسم کے تمام اعضاء اور افعال کے ساتھ منطبق نہیں

کیا جاتا۔ جس سے وہ جذبہ اور فعل پورے طور پر ذہن نشین نہیں ہوتا۔ بالکل اسی علاج کی طرح جیسے ہر مرض کا علاج تو بتلایا جاتا ہے مگر اس مرض کو جسم انسان کے اعضاء کے ساتھ تطبیق نہیں دیا جاتا ہے اس طرح انسانی امراض اور جذبات قابل فہم نہیں بن سکتے۔ نظم و ضبط کا یہی فقدان ظاہر کرتا ہے کہ فرنگی علوم و فنون غیر علمی اور ان سائنٹیفک ہیں۔

جذبہ شوق اور ارتقا:- یہی جذبہ شوق جب کمال کو پہنچ کر اپنے مطلوب و مقصود سے ملاتا ہوتا ہے تو اس کو جنسی تعلق کہتے ہیں اس عمل سے زندگی کی ابتدا ہوتی ہے۔ جمادات میں نشوونما شروع ہو جاتی ہے۔ نباتات میں نمو کے آثار ظاہر ہوتے ہیں حیوانات میں پیدائش کی صورت نمودار ہوتی ہے۔ جذبہ شوق اس وقت تک اپنے کمال کو نہیں پہنچتا جب تک اس میں کشش و حرارت اپنے عروج پر نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جنسی تکمیل کے لئے ایک خاص عمر اور ایک خاص وقت مقرر ہے۔ مثلاً بچوں میں جنسی قوت و حرارت موجود ہوتی ہے مگر نامکمل ہوتی ہے اس لئے ان میں جذبہ شوق اپنے پورے جوش میں نہیں ہوتا لیکن اگر ان کو جذباتی ماحول میں رکھا جائے اور غیر فطری تحریکات دی جائیں تو جذبہ شوق قبل از وقت بیدار ہو جاتا ہے جو اتنا ہی شدید نقصان رساں بھی ہے کیونکہ اس طرح اس میں اپنے عروج و کمال کا زمانہ نہیں آتا۔ اس کا جسم کمزور رہ جاتا ہے اور قبل از وقت بڑھاپے کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں اور موت کے پنجوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ گویا یہ لازم آتا ہے کہ بچہ جب تک اپنے بچپن کی انتہائی منزلیں ختم نہ کرے اس وقت تک اس کو جذبہ شوق کی تکمیل کے لئے روکنا چاہیئے اگرچہ وہ کس قدر بے چین اور بے قرار بھی ہو جائے اس کی صحیح عمر تقریباً پچیس سال ہے جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

اسی طرح جذبہ شوق کی ایک بار تسکین یا جنسی ملاپ کے بعد پھر اس میں اس قدر وقفہ ہونا چاہیئے کہ جنسی قوت و حرارت کی افراط حد اعتدال سے بڑھ کر فضلات کی صورت

اختیار کرے۔ جس کی علامات ہم آئندہ لکھیں گے۔ اس طرح یہ سلسلہ قائم رہ سکتا ہے پہلی مثال عمر کی ہے اور دوسری مثال وقت کی ہے۔ جن کی صورتیں ہم نباتات اور حیوانات میں روزانہ دیکھتے ہیں یہاں تک جراثیم میں بھی یہی اصول نظر آتے ہیں۔ یعنی جب تک ایک بیج مکمل نہیں ہوتا اس وقت تک وہ آگے نہیں پھٹتا۔ اور جب تک کوئی حیوانی بچہ اپنی پوری عمر کو نہ پہنچے اس میں جنسی رجحانات ظاہر نہیں ہوتے۔ اور جوان ہو جانے کے بعد بھی ان کے جنسی رجحانات میں تیزی تک ایک وقت مقرر ہے البتہ بعض نباتات اور حیوانات کے لئے یہ وقت کم رکھا گیا ہے۔ کیونکہ ایسے نباتات و حیوانات عام طور پر غذائی مقصد اور دیگر کیمیاوی ضروریات کے لئے بہت زیادہ درکار ہوتے ہیں۔

بچہ کے مقابلے میں بوڑھے انسان کے اعضاء بالکل مکمل ہوتے ہیں، جسم میں روح اور نفس موجود ہوتا ہے جذبہ شوق سلامت ہوتا ہے بلکہ باقی زمانوں سے زیادہ ہوتا ہے مگر جنسی حرارت نہیں ہوتی۔ جو قوت بن کر اعضائے رئیسہ میں گردش کرتی ہے جس سے وہ اپنے جذبہ شوق کی تسکین کرتا ہے۔ اس لئے جب جنسی حرارت کمزور ہوتی جاتی ہے تو اعضائے رئیسہ کمزور ہوتے جاتے ہیں بڑھاپا آتا جاتا ہے جذبہ شوق کی تسکین جنسی صورت میں مشکل نظر آتی ہے تو پھر اس انسان کا جذبہ شوق اپنی تسکین کے لئے دوسری راہیں تلاش کرتا ہے مثلاً (۱) سونا چاندی اور مال کو اکٹھا کرتا ہے۔ اس کو بار بار دیکھتا ہے گنتا ہے (۲) اپنے گھر بار ساز و سامان۔ مال تجارت اپنے مویشی خاص طور پر گھوڑے گائے بھینس اور بھیڑ بکری وغیرہ یہاں تک کہ کتوں سے پیار کرتا ہے اور ان کے جنسی تعلقات سے لطف اندوز ہوتا ہے جو نیک فطرت ہیں وہ اپنے مذہب اور اخلاق کی قدروں کی بلندی سے پیار کرتے ہیں اور اس پر اسی طرح جان دے دیتے جیسے جنسی جذبہ کی تسکین سے عشق ہوتا ہے۔ لیکن نفسیاتی طور پر جنسی حرارت ہی کام کر رہی ہوتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ ان میں پھر جنسی حرارت بیدار ہو جائے تو ان کے یہ دینی

اور دنیاوی اعمال رک جاتے ہیں۔ یہ تجربہ ایک شاہد مرمری دستیاب کر دینے سے مکمل ہو سکتا ہے (۳) اولاد کی محبت اور ان کے شادی بیاہ سے لطف اندوز ہونا (۴) اپنے زندہ رہنے کی محبت جس سے شب و روز کھانے پینے اور پہننے کے شوق میں زیادتی اور صحت کا غیر معمولی خیال رکھنا۔ بہرحال یہ علامات ہیں ایک بوڑھے شخص کے جذبہ شوق کی تسکین کی جن کی طرف اس کا نفس رجوع کرتا ہے۔ ان علامات میں جس قدر شدت ہے اسی قدر زیادتی ہے۔ اس لئے خداوند کریم نے انسانی جذبہ شوق کے لئے دوسرے جہان میں بھی ان کے ساتھ جنت، فردوس اور باغات میں نہریں۔ قیمتی محلات، حوریں، غلمان مختلف اقسام کے ثمرات و مشروبات خصوصاً شراب طہور کے وعدے کئے ہیں تاکہ انسان اس تسکین کے ساتھ دنیاوی فرائض عین فطرت کے مطابق انجام دے سکے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اگر بوڑھے انسانوں کے جذبہ شوق کی تسکین کی علامات کو غور سے مطالعہ کیا جائے تو عجیب عجیب تعجب خیز باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً بعض لوگ پیر بن کر مریدوں کی اصلاح میں لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بعض لیڈر بن کر قوم کے درد کے لئے دکھ اٹھاتے ہیں۔ بعض مذہب و اخلاق کے مبلغ بن کر اپنی جان عزیز تک دے دیتے ہیں۔ بعض حکومت کے مشیر بن کر حکومت کو اپنی مرضی پر چلانا چاہتے ہیں۔ بعض چوروں، ڈاکوؤں، بلیک مارکیٹ کرنے والوں اور سمگلروں کے خلیفہ بن جاتے ہیں اسی طرح پیر مغان اور بازاری عورتوں کے خیر خواہ بن جاتے ہیں۔ گویا ہر قسم کی برائی کو روکنے اور پیدا کرنے میں انہی بوڑھوں کے جذبہ شوق کا دخل ہوتا ہے یہ پرانے تجربہ کار ہوتے ہیں خود تو کچھ زیادہ کرنے کے قابل نہیں ہوتے جوانوں کو اکسا دیتے ہیں جن سے بغاوتیں ہوتی ہیں، فسادات پیدا ہوتے ہیں ہاں کبھی کبھی صالح تبدیلیاں اور انقلابات بھی رونما ہو جاتے ہیں۔ بہرحال تعمیری اور تخریبی ذہن اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ یہ بڑھاپے کا نفسیاتی تجزیہ ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انسان

میں جسم و روح اور نفس کے علاوہ ایک ایسی قوت بھی ہے جو اس کے نظام زندگی کو چلاتی ہے۔ جس کو حکماء قویٰ کا نام دیتے ہیں جس کا فطری اظہار اس کا جذبہ شوق اور جنسی تحرکات ہیں۔ یہی جذبہ اور تحریکات جسم و روح میں پیدا ہوتی ہیں اور نفس کے تحت کام کرتی ہیں۔ اور اسی نفس سے جسم و روح کا تعلق قائم رہتا ہے۔

نفس کو حکماء نے تین صورتوں میں تقسیم کیا ہے (۱) غیر شعور (ان کانشس) تحت الشعور (سب کانشس) اور شعور (کانشس)، جن کو قران علی الترتیب (۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس مطمئنہ کہتا ہے جن کی تفصیل طوالت رکھتی ہے۔ البتہ یہاں پر یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ یہ تینوں شعور یا نفس آپس میں متعلق اور منسلک ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں اور چونکہ بعض کام بعض کے ذمہ ہیں اس لئے تینوں ایک دوسرے کے محتاج بھی ہیں۔ یہ تینوں اگر اعتدال پر رہیں تو انسانی زندگی نہ صرف اعتدال پر رہتی ہے بلکہ وہ اپنی طبعی عمر کو پہنچ جاتی ہے اور بڑھاپا باعث مصیبت نہیں بنتا۔ اور اگر یہی تینوں قویٰ میں اعتدال اور نظم قائم نہ رہے تو نہ صرف انسانی صحت بگڑ جاتی ہے بلکہ زندگی کا قوام بگڑ جاتا ہے۔ اس کے بگڑنے سے نہ صرف بڑھاپا جلد آجاتا ہے بلکہ انسانی اخلاق بگڑ جاتے ہیں ان کا نظم و ضبط اور اعتدال ختم ہو جاتا ہے مثلاً نفس امارہ میں شدت پیدا ہو جائے تو خواہشات نفسانی بڑھ جاتی ہیں اور انسان معاشرہ کے لئے مصیبت بن جاتا ہے۔ اگر نفس لوامہ میں تیزی آجائے تو انسان برائی اور بداخلاقی سے اس حد تک بچتا ہے کہ معاشرہ اس کو مطعون نہ کرے لیکن دراصل ایسا انسان اپنی عقل و سمجھ اور چالاکی سے معاشرہ سے فوائد حاصل کرتا ہے جس کو انگریزی میں (ڈپلومیٹک اسٹیشن) کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر نفس مطمئنہ میں جوش پیدا ہو جائے تو انسان بالکل دنیا اور خواہشات نفسانی کو ترک کر دیتا ہے۔ جس کے بغیر دنیاوی زندگی اور ضروریات حیات پوری نہیں کر سکتا۔ اس لئے ان تینوں قویٰ کا نہ صرف

اعتدال ضروری ہے بلکہ ان کا صحیح علم بھی ہونا چاہئے تاکہ اس کی اچھی بری علامات کو جان سکے اور ان کی خرابی کی حالت میں ان کو اعتدال پر قائم رکھ سکے۔ بہتر مقام یہ ہے کہ انسان نفس مطمئنہ کا مالک ہو اور بوقت ضرورت نفس امارہ اور لوامہ سے مستفید ہو سکے انسان کی صحت درست، جوانی برقرار، جذبہ شوق سلامت اور جنسی حرارت قائم رہے گی۔ اس لئے قرآن حکیم نے انسانی زندگی کے نظم و ضبط اور اعتدال کے لئے نفس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے یہی صحت اور جوانی کا راز ہے افسوس بہت کم علماء علم الابدان سے واقف ہوتے ہیں۔

بقیہ صفحہ ۱۶

اور اعادہ شباب نمبر مبلغ چار روپے اور آئندہ جو خاص نمبر دیں گے اس کی قیمت ایک روپیہ ہوگی اس طرح ہم نے خریداروں کو ساڑھے آٹھ روپے کی قیمت ادا کر چکے ہیں اور ابھی سال کے باقی ماہ ان کو رسالہ بھیجا جائے گا جس کی قیمت کا خریدار خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ہم یہ سب کچھ اس لئے پیش کرنے کے قابل ہو سکے ہیں کہ خداوند کریم کی مہربانی سے ہمارے رسائل و کتب اور تحقیقات کو بے حد مقبولیت حاصل ہو رہی ہے اور رسالہ رجسٹریشن فرنٹ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا ہے۔ جوں جوں اس کی اشاعت بڑھتی جائے گی ہم انشاء اللہ تعالےٰ زیادہ سے زیادہ علمی فنی خزانہ یورپ و امریکہ کے مقابل لٹریچر میں پیش کرتے رہیں گے۔ جو واقعی طبی اور سائنسی دنیا میں انقلاب ہوگا۔

صابر ملتانی مورخہ ۴ جنوری ۱۹۶۱ء

قبل از وقت بڑھاپا

آب و دانہ تیرے بیمار کا چھوٹا ؛ خون جگر پی رہا ہے اور غذا کچھ بھی نہیں

بڑھاپا تو تکلیف دہ ہے ہی مگر قبل از وقت بڑھاپا تو نہایت ہی خطرناک ہے کیونکہ اس میں جذبہ شوق کے ساتھ بہت حد تک جنسی حرارت بھی قائم ہوتی ہے مگر انسانی فوٹو اور فریم بگڑ چکا ہوتا ہے۔ بالوں میں سفیدی داخل ہو چکی ہوتی ہے۔ کچھ دانت قائم اور کچھ نزلہ کی نذر ہو چکے ہوتے ہیں آنکھوں پر چشمہ رونق افروز ہو جاتا ہے اور اکثر ثقل السماعت کی فکر دامنگیر رہتی ہے چہرے کی شکنیں پریشان کرتی ہیں اور جلد کی رونق کو کریموں اور روغنیات سے واپس لانے کی کوشش کی جاتی ہے بہرحال صحت کے قیام کے ساتھ کسی شاہد کے لئے مشہور بنا پڑتا ہے۔

قبل از وقت بڑھاپے کو روکنے کے ساتھ ساتھ چھپانے کی بے حد کوشش کی جاتی ہے کبھی خضاب استعمال کئے جاتے ہیں۔ مصنوعی دانت لگوائے جاتے ہیں۔ ٹھاٹھ کا لباس زیب تن کیا جاتا ہے گویا ہر صورت میں اپنے کو جوان بلکہ نوجوان بنانے کی جد و جہد کی جاتی ہے۔ لیکن ہمیشہ انسان ایک مذاق نظر آتا ہے بلکہ بعض حالتوں میں تو کارٹون نظر آتا ہے۔ عورتوں کی صورتیں تو اور بھی عجیب و غریب نظر آتی ہیں بلکہ بعض وقت تو ترس آنے لگتا ہے۔ وہ ایسی صورت میں تیز رنگ کے بھڑکیلے خصوصاً سرخ لباس پہنتی ہیں ہاتھ پاؤں اور ناخنوں پر مہندی اور سرخی کے ساتھ چہروں کو بھی کریموں اور سرخیوں سے لیپا پوتی کرتی ہیں۔ لباس اکثر تنگ ہوتا ہے اور اس میں سے ان کا اکثر حصہ عریاں نظر آتا ہے۔ اس لئے ایسے موقعوں پر ہی کہا جاتا ہے کہ بوڑھی گھوڑی لال لگام۔

دراصل یہ بے حد دردناک منظر ہوتے ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحت کی پروانہ کرتے ہوئے جوانی کی نعمت کو بری طرح برباد کیا گیا ہے۔ اب جوانی کی طلب ہے مگر جوں جوں اس کو قریب لانے کی کوشش کی جاتی ہے وہ دور بھاگتی نظر آتی ہے لطف کی بات یہ ہے کہ ایسی حالت میں بھی ظاہرداری کی بے حد کوشش کی جاتی ہے مگر جہاں تک اصولی طور پر صحت کے قیام اور اس کو بہتر بنانے کا تعلق ہے اس سے بے پروائی برتی جاتی ہے۔ مثلاً کھانے پینے میں بے قاعدگی اور زیادتی، غذا کے صحیح توازن سے بے علمی، جذبات میں تیزی، غصہ کی زیادتی، ہر بات میں غم کا پہلو نکالنا، نفسانی کی شدت، صبر سے دوری، خداوند کریم کے خوف سے بیزاری۔ زندگی کے حرکت و سکون میں زیادتی۔ جس نے حسن و جوانی کی تعریف کر دی اس پر فدا۔ جس نے سچی بات کہہ دی اس سے خدا واسطے کا بیر۔ گویا اپنے حسن کی خرابی اور جوانی کی بربادی کا انتقام لیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ ایک مسلسل عذاب ہوتا ہے جو قانونِ فطرت سے لاعلمی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قبل از وقت بڑھاپے میں بھی صحت کو سنبھالنا کچھ مشکل کام نہیں ہے بلکہ اگر کوشش کی جائے تو حقیقی بڑھاپے سے بھی جوانی نکال کر انسان لا سکتا ہے بشرطیکہ جوانی اور بڑھاپے کے فرق کو سمجھ لیا جائے۔ جب انسان حسن و صحت کی حقیقت سمجھ لیتا ہے تو خود بخود بڑھاپے سے جوانی جھانکنا شروع کر دیتی ہے۔ بہت سے بوڑھوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جن میں جوانیاں اچھلتی کودتی نظر آتی ہیں۔ ان کا بیٹھنا، اٹھنا، چلنا پھرنا۔ کام دھندا اور ہر حرکت و سکون میں جوانوں سے بھی زیادہ۔ ان کی گفتگو میں مٹھاس، ان کے انداز اور ادا میں نفاست کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے ایسے بڑھاپے دوسروں کے لئے رحمت بن جاتے ہیں۔

جوانی اور بڑھاپے کا فرق :- ظاہر صورت میں تو انسان کی جوانی اور بڑھاپے کا

نمایاں فرق نظر آتا ہے مگر باطن کے فرق سے بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ کیونکہ جوانی بڑھاپے کی طرف اس طرح غیر معلوم طریق پر بڑھتی ہے کہ انسان کو اس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب جوانی بڑھاپے کی حدود میں قدم رکھ چکی ہوتی ہے اور وہ اس حالت تک پہنچ جاتا ہے جیسے کوئی سبز درخت کو کاٹ کر پھینک دے اور اس درخت کی تازگی رفتہ رفتہ خشکی کی طرف تبدیل ہو رہی ہو۔ لیکن غلط فہمی میں مبتلا لوگ بڑھاپے کی حدود میں پہنچ کر بھی اپنے کو جوان خیال کرتے ہوئے اپنی صحت اور اصول زندگی سے بے پروائی برتتے ہیں۔ اگر وہ قانون صحت اور اصول زندگی کو فطرت کے مطابق اپنا لیں تو وہ بڑھاپے میں بھی جوانی بلکہ نوجوانی کا لطف حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر انسان کی عمر فطرت کے مطابق گذرے تو وہ یقیناً طبعی عمر کے ساتھ اپنے طبعی بڑھاپے کو پہنچ سکتا ہے اور طبعی عمر میں انسان کا بچپن اور جوانی بھی طبعی ہونی چاہئیں ورنہ عمر کے غیر طبعی زمانوں سے گذرنے کے بعد انسان کبھی بھی طبعی عمر کو نہیں پہنچ سکتا۔ جس کی مثال کسی درخت کا بیج ہے یعنی اگر بیج صحیح اور سالم اور تازہ ہے اور اس کو مناسب زمین اور ضرورت کے مطابق آب و ہوا مل گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی پوری نگہداشت بھی کی گئی ہے تو یقیناً وہ درخت نہ صرف اپنی طبعی عمر کو پہنچے گا بلکہ صحیح قسم کے پھل بھی دے گا۔ اور آئندہ کے لئے بھی اس کا تخم مفید رہے گا۔ لیکن اگر تخم ریزی کے بعد سے درخت کی طبعی عمر تک اس کی نگرانی نہیں کی گئی تو اس سے حسب خواہ امیدیں وابستہ نہیں ہو سکتیں۔ یہی صورت حیوانی زندگی کی بھی ہے۔

اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ اچھے تخم کے ساتھ دو صورتیں اور بھی ضروری ہیں۔ اوّل تخم کے لئے مناسب جگہ اور آب و ہوا۔ دوسرے ضرورت کے مطابق ماحول۔ اوّل صورت کا نام غذا اور دوسری صورت کا نام نگرانی ہے گویا ہر تخم بغیر مناسب غذا اور ضرورت کے مطابق نگرانی کے پروان نہیں چڑھ سکتا۔ جہاں بھی ان تینوں صورتوں

محمد مزمل صدیقی 03047152589

ہیں سے کسی ایک میں بھی نقص واقع ہوا ہیں وہ زندگی اول قائم ہی نہیں ہوگی اور اگر ہوگی تو نامکمل و ناقص اور غیر طبعی ہوگی۔ یہ صورتیں (۱) تخم (۲) غذا (۳) نگرانی ہیں۔ طبعی عمر کو سمجھنے کے لئے ان تینوں صورتوں کو ذہن نشین کر لیں۔

زندگی کی ابتدا:- انسان کی طبعی زندگی کے لئے بھی یہی تین فطری اصول کام کرتے ہیں کیونکہ اس کی زندگی بھی تخم سے شروع ہوتی ہے جس کو نطفہ کہتے ہیں۔ صحیح نطفہ وہ ہے جب (۱) انسان پورے طرح بالغ ہونے کے بعد شادی کرے (۲) میاں بیوی دونوں کی صحت بہت اچھی ہو (۳) دونوں میں پیار اور محبت قائم ہو۔ جو لوگ ان امور کی کوشش نہیں کرتے وہ اپنی اولادوں پر ظلم کرتے ہیں جس کا نتیجہ مریض اولاد کا پیدا کرنا ہے جو نہ طبعی عمر کو پہنچے گی اور ہمیشہ بیمار رہے گی۔

جاننا چاہیئے کہ مرد کی منی تخم کا کام کرتی ہے اور عورت کی منی غذا کی صورتیں پیدا کرتی ہے۔ جب نطفہ قرار پاتا ہے گویا مرد کا تخم اپنی غذا کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے اور بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ عورت کی منی کا وہ ذرہ جو اس سے واصل ہوا تھا ختم ہو جاتا ہے پھر اس کو عورت کے خون سے غذا ملتی ہے۔ تقریباً دس ماہ تک عورت کے رحم میں انسانی تخم کو غذا ملتی ہے اس کے بعد بچہ کی صورت میں عورت کی گود میں اس کے دودھ سے غذا حاصل کرتا ہے جو تقریباً دو سال تک رہنا چاہیئے اس کے بعد بچہ باہر کی غذا کھاتا ہے جو زندگی بھر اس لئے ضروری ہوتی ہے۔ ان تمام ادوار میں انسانی زندگی کے لئے غذا اور نگرانی بے حد اہمیت رکھتی ہیں۔

تخم و غذا اور نگرانی کی مثال ایک چراغ سے دی جا سکتی ہے اور یہی مثال متقدمین اور متاخرین حکماء اور اطباء نے دی ہے لیکن اکثر لوگوں نے اس کو نہیں سمجھا۔ اس کو پورے طور پر ذہن نشین کرنے سے جوانی و بڑھاپے اور درازعمری کا مسئلہ آسانی

سے سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر بات اور مسئلہ بغیر مثال اور دلیل کے دماغ فوراً قبول نہیں کرتا۔ اس لئے حکماء نے علوم اور حکمت کو ذہن نشین کرنے کے لئے جگہ جگہ مثالیں اور دلیلیں پیش کی ہیں بلکہ بعض جگہ حکایات کو بیان کیا گیا ہے۔ زندگی وعمر اور جوانی و بڑھاپے کے اثرات اور منزلوں کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے بذات خود چراغ کی زندگی اور اس کی روشنی دونوں ہدایت راہ اور حیات ہیں۔

چراغ حیات وراہ:- چراغ ایک مٹی کا دیا ہو یا کسی دھات کا بنا ہوا لیمپ یا آجکل کے دور کا بجلی کا بنا ہوا قمقمہ سب چراغ ہی کہلاتے ہیں۔ کوئی بتی اور تیل سے جلتا ہے اور کوئی تار اور بجلی سے روشن ہوتا ہے مقصد سب کا ایک ہی ہے کہ تمام روشنی دیتے ہیں۔ کوئی زیادہ دیتا ہے کوئی کم دیتا ہے۔ شمع بھی ان میں شریک ہے مگر اس کو ان میں اس لئے شامل نہیں کیا گیا ہے وہ جب ایک بار بن جاتی ہے اور جلتی ہے تو اس کی کوئی مدد نہیں کی جا سکتی۔ اس کے برعکس دیگر چراغوں میں ضرورت کے وقت تیل اور بجلی کا اضافہ کیا جا سکتا ہے تاکہ روشنی کا سلسلہ قائم رہے۔

جاننا چاہیئے کہ انسانی زندگی کا چراغ بھی بتی اور تیل سے روشن ہے۔ یہ بتی ایک عام بتی نہیں بلکہ ایک بجلی کی رو یا لہر ہے جس کو حکماء اور اطباء نے حرارت غریزی کا نام دیا ہے اور تیل ایک خاص قسم کی کیمیاوی رطوبت ہے جس کو رطوبت غریزی کہتے ہیں۔ حرارت غریزی کی مثال اس بیٹری سے دی جا سکتی ہے جو ریل اور موٹر میں رکھی ہوتی ہے جس میں بجلی محفوظ رہتی ہے اور ضرورت کے وقت اس سے بتیاں روشن کی جاتی ہیں یا اس سے موٹر اور ریل کے بجلی کے انجن کو چلایا جاتا ہے۔ جس کی ترکیب یوں بیان کی جاتی ہے کہ ایک خاص قسم کی دھات میں پانی ملے تیزاب کو بھر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ بجلی کی مثبت و منفی (پازیٹو اینڈ نیگیٹو) تاریں جوڑ دی جاتی ہیں۔ پھر اس کو ڈٹینامو سے

جوڑ دیا جاتا ہے۔ جب ڈینامو چلتا ہے اور بجلی پیدا کرتا ہے تو بجلی اس تیزاب ملے پانی میں محفوظ ہوتی رہتی ہے اور ضرورت کے وقت وہی بجلی جلنے کا کام دیتی ہے۔ یہی محفوظ بجلی حرارت عزیزی (انسانی زندگی کی بتی) کی صحیح مثال ہے اور رطوبت عزیزی کی صحیح مثال وہ تیزاب ملا پانی ہے جس میں بجلی محفوظ رہتی ہے۔ جس طرح چراغ کی بتی بغیر تیل کے جل نہیں سکتی یا بجلی کے قمقمہ کی تار بغیر بجلی کے نہیں جل سکتی اسی طرح بجلی کی رو یا لہر تیزاب ملے پانی کے بغیر نہ قائم رہتی ہے اور نہ جل سکتی ہے۔

انسانی زندگی میں بھی حرارت عزیزی جو ایک بجلی کی رو لہر کی حیثیت رکھتی ہے جو رطوبت عزیزی میں محفوظ رہتی ہے وہ بغیر رطوبت عزیزی کے نہیں جل سکتی۔

شعلہ یا روح:- جاننا چاہیئے کہ حرارت عزیزی جو رطوبت عزیزی میں محفوظ ہے بالکل اس طرح جیسے کوئی بتی تیل میں ڈال دی جائے اور وہ جلا دی جائے۔ لیکن وہ خود بخود نہیں جل سکتی۔ اسی طرح حرارت عزیزی جو بجلی کی رو یا لہر، جس کی مثال بتی کی ہے وہ جلنے کے لئے شعلہ کی محتاج ہے۔ یہ شعلہ روح سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کو انگریزی میں سپارک کہتے ہیں۔ بعض محققین اور حکماء کو مغالطہ ہے کہ روح کو ہوا تصور کرتے ہیں اور اس کو ایک لطیف روح سے مشابہت دیتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ روح ایک شعلہ ہے (سپارک) ہے جو بھڑک اٹھتا ہے البتہ اس کو ایسی ہوا سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو بھڑک اٹھتی ہو۔ چونکہ ہمارے ہاں روح پھونکنا ایک محاورہ ہے اس لئے روح کے اس عمل کی وجہ سے بھی ایک مغالطہ پڑتا ہے اور روح کو ہوا کی ایک لطیف قسم خیال کیا جاتا ہے۔ اگرچہ روح کے مشرقی اور مغربی تصورات میں بہت کچھ فرق ہے اور لفظ روح کے معنی انگریزی الفاظ سپرٹ ( ) اور سول ( ) میں نہیں پائے جاتے مگر سپرٹ جو ہر شراب) میں جو بھڑک اٹھنے کی خاصیت ہے اس سے روح کے ایک پہلو کی ضرور وضاحت

ہوتی ہے۔ دوسری دلیل مادہ اور جوہر کی ہے اگر ان دونوں کی تقسیم کو جاری رکھا جائے تو آخر میں ان دونوں کا اختتام بھی ایک شعلہ میں ہوگا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ ماڈرن سائنس کی تحقیق سے بھی اگر عناصر (ایلیمنٹ) کا تجزیہ کیا جائے تو وہ بھی ایٹم ( ) کے بعد پر ختم ہوتا ہے جو بذات خود شعلہ ہے۔ چوتھی دلیل قدیم ایورویدک سائنس کی ہے جو پانچ عناصر (تت) تسلیم کرتی ہے اور ان کی پیدائش اس طرح تسلیم کرتی ہے کہ مٹی (پرتھوی) کی پیدائش پانی (جل) سے اور جل کی پیدائش وایو (ہوا) سے اور وایو کی پیدائش اگنی (آگ) سے اور اگنی کی پیدائش آکاش ایتھر ( ) سے ہوتی ہے۔ آگ اگر شعلہ ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایتھر (آکاش) آگ کا سمندر ہے جو اس کائنات کے اوپر پھیلا ہوا ہے اور افاق کا سلسلہ اس سے قائم ہے جس کو ہم روح عالم کہتے ہیں۔

نفس و آفاق:- اگر نفس اور افاق کے تعلق کو آپس میں جوڑا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ دونوں آگ کے قبل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہندو علم العقائد ( ) میں آتما اور پرماتما کی تعلیم پر اگر غور کیا جائے تو وہ بھی بہت کچھ نفس اور آفاق کے تصورات اور اثرات کی ایک ہندی شکل ہے۔ اس نفس و آفاق اور آتما و پرماتما کی توضیح کا مقصد یہ ہے کہ ان سب چیزوں کا آگ سے تعلق ہے اور صرف آگ ہی میں ایک قوت ہے جو زندگی بخشتی ہے پرورش کرتی ہے، تحلیل کرتی ہے۔ حرارت بخشتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آگ کی پوجا ہوتی ہے اور فرقہ زرتشت خدا کا تصور آگ سے کرتا ہے۔ اور قرآن حکیم نے جو رب کا لفظ دیا ہے اس میں بھی پرورش و حرارت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ ان حقائق سے ثابت ہے کہ روح کو ہوا کہنا بالکل غلط فہمی ہے۔ بلکہ اس کو شعلہ اور سپرٹ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ یہی شعلہ انسانی جسم میں حرارت عزیزی کو روشن رکھتا ہے! اس سے حرارت

عزیزی جلتی ہے اور زندگی قائم رہتی ہے ۔ حرارت عزیزی ختم ہوجائے یا شعلہ کسی صورت میں بجھ جائے تو زندگی کو فنا آجاتی ہے ۔ گویا حرارت عزیزی پیدا نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے اس پر زندگی کا قیام ہے ۔

حرارتِ عزیزی:- حرارت عزیزی کے متعلق اگرچہ حکماء متقدمین اور متاخرین میں اختلافات ہیں ۔ لیکن وہ سب اس امر پر متفق ہیں کہ حرارت عزیزی ایک ایسی حرارت ہے جو قیام نطفہ کے وقت یا مرد اور عورت کے مادہ تولید کے ملنے کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور اسی پر زندگی قائم ہے اور جب وہ ختم ہوجاتی ہے تو موت واقع ہوجاتی ہے۔ اس لئے اس کو حرارت اصلیہ بھی کہتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق حرارت عزیزی بڑھائی نہیں جاسکتی ۔

اس کے برعکس فرنگی سائنس اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ حرارت عزیزی کوئی حرارت اصلیہ نہیں ہے بلکہ جسم انسان میں پیدا شدہ حرارت کا نام ہے اس کو جس قدر بھی چاہیئے انسان بڑھا سکتا ہے ۔ ان دونوں مقدمات میں جو مغالطہ ہے وہ اس طرح نکالا جاسکتا ہے کہ روح کو شعلہ تسلیم کرلیا جائے اور حرارت عزیزی کو جلنے والا مادہ (بتی) تو حقیقت اس طرح سامنے آجاتی ہے کہ شعلہ پھر روشن نہیں کیا جاسکتا اگرچہ حرارت عزیزی کو زیادہ سے زیادہ جسقدر بھی بڑھایا جائے ۔ اس سے دو مقدامات واضح ہو جاتے ہیں۔ کہ انسان حرارت عزیزی کے ساتھ زندہ ہے اور حرارت عزیزی بڑھائی بھی جاسکتی ہے ۔ اور اگر شعلہ کو روشن رکھا جائے تو اس طرح انسان ایک لمبی عمر تک بھی زندہ رہ سکتا ہے دلیل کے طور پر ہم چند شواہد بھی پیش کرسکتے ہیں، مثلاً پیدائش کے بعد تندرست بچہ کا مرجانا یا تندرست نوجوان کا دم گھٹ جانا ، یا ڈوب جانا ، بلند مقام سے گر کر مرجانا اور بہت خون خارج ہوجانے کے بعد موت کا واقع ہوجانا ۔ ان سب حقائق سے صاف ظاہر ہے کہ حرارت عزیزی تو جسم میں قائم

تھی مگر روح کا شعلہ بجھ گیا ہے ۔ اور اسی پر زندگی کا دارو مدار ہے ۔ قرآن حکیم اور روح کچھ اسی طرح علم قرآن حکیم سے روح کے متعلق حاصل ہوتا ہے۔ حضرت رسول کریمؐ سے روح کے متعلق سوال کیا جاتا ہے یسئلونک عن الروح (روح کے متعلق وہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں) قل الروح من امر ربی (کہدو کہ روح میرے رب کا امر ہے) رب کو ہم نے شعلہ اور نور سے تشبیہ دی ہے ۔ اور امر وہ عمل ہے جو رب کی طرف سے صادر ہوتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ روح ایک شعلہ، نور اور روشنی ہے جو ضرورت کے وقت رب العالمین کے حکم سے اپنا امر پورا کرتی ہے حکماء نے جسم انسان میں ایک طبی روح تسلیم کی ہے ۔ جس کو مذہبی روح سے ایک الگ ہستی قرار دیا ہے ۔ اس روح طبی کے متعلق اس طرح کہا گیا ہے کہ الروح ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ طبی روح ایک لطیف گیس ہے ۔ جو جلتی ہے اور شعلہ قبول کرتی ہے ۔ فرنگی سائنس نے اس کو آکسیجن سے تشبیہ دی ہے ۔ اس کو حرارت عزیزی کہہ لیا جائے یا حرارت عزیزی کی مدد و معاون کرنے والا مادہ جس کے ایٹم پھٹنے کے بعد حرارت عزیزی کو پیدا کردیں ۔ اس توضیح سے ہم زندگی کے بہت قریب پہنچ جاتے ہیں یعنی ہم حرارت عزیزی (جلنے والی بتی) پیدا کرسکتے ہیں البتہ اس میں شعلہ کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے اگر ہم موجودہ دور کے ان سائنسدانوں کے تجربات کی طرف غور کریں کہ انہوں نے بعض چھوٹے چھوٹے جانوروں کو ماردینے کے کئی گھنٹوں بعد زندہ کیا ہے یا ایسے انسانوں کو دوبارہ زندگی بخشی ہے جو ڈوب کر مرگئے تھے یا بجلی کے شاک سے مرگئے تھے یا آکسیجن کے ٹینٹ میں مرنے والوں کو زندہ رکھ کر ان کو موت سے باہر گھسیٹ لیا تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ آئندہ بہت جلد انسان اس امر پر قابو پالے گا کہ وہ روح کا شعلہ پھر روشن کردے۔ تجربہ صرف یہ کرنا ہے کہ حرارت عزیزی کو کس گیس سے روشن کیا جاسکتا ہے ۔ اس میں مذہب کے خلاف کوئی بات پیدا نہیں

ہوتی وہ بھی امر ربی ہی ہوگا۔ بلکہ یوں خیال کرنا چاہیئے کہ خداوند حکیم نے ہمیں خود زندگی کے طریق سے آگاہ کر دیا ہے۔

بڑھاپا اور امراض:۔ اگر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے کہ حرارت عزیزی زندگی کے لیئے ایک بتی ہے تو پھر یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ بڑھاپا اور امراض اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب حرارت عزیزی کمزور ہو جاتی ہے جس طرح اس کے بجھ جانے کے بعد موت واقع ہو جاتی ہے۔ جب ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حرارت عزیزی پیدا کی جا سکتی ہے تو پھر یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ بڑھاپے اور امراض سے نجات مل سکتی ہے اور قبل از وقت بڑھاپے کا علاج تو احسن طریق پر کیا جا سکتا ہے۔ قبل از وقت بڑھاپے پر فتح حاصل کرنے کے بعد روح کا شعلہ روشن کرنے سے موت پر بھی فتح پائی جا سکتی ہے۔

اس شعلہ کے سلسلہ میں علامہ اقبال کا شعر ذیل قابل غور ہے۔ جس میں شعلہ کو روح کے متبادل کس خوبصورتی اور معنی افروز صورت میں استعمال کیا گیا ہے ؎

کس قدر بیباک دل اس خاکداں پیکر میں تھا ٭ شعلۂ گردوں نورد اک مشت خاکستر میں تھا

اس شعر میں معنی افروز صورت یہ ہے کہ ایک طرف شعلہ کو دل کے لیئے استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے اور دل مقام روح ہے دوسری طرف اس شعلہ گردوں نورد کا نام دیا ہے یعنی آفاق کا جز کہا ہے۔ جس سے نفس اور آفاق کے تعلق کو واضح کر دیا ہے۔ یہی مقصد ہمارا ابھی ہے کہ روح ایک شعلہ ہے اور اس کا تعلق آفاق کے ساتھ ہے۔ نفس اور آفاق کا تعلق کس طرح قائم ہے۔ تفصیل کے لیئے ہماری کتاب "تحقیقات نزلہ زکام وبائی" ( ) میں مطالعہ کریں۔ اس طرح آفاق و نفس اور روح و حرارت عزیزی کے افعال کو سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ انسانی زندگی کے تمام افعال ہمیشہ آفاقی ہوتے ہیں اور اس کے اعمال کا فرق صرف شرف و فضیلت اور شعور کے مطابق

ہوتا ہے۔ اس کے بعد حرارت عزیزی کا تعلق رطوبت عزیزی سے کس طرح قائم ہے جو ارضی مادہ ہے جو حرارت عزیزی (بتی) کے لیئے بطور غذا ہے جو شعلہ روح سے جلتی ہے۔

رطوبت عزیزی:۔ حرارت عزیزی کی طرح حکماء متقدمین و متاخرین رطوبت عزیزی کو بھی رطوبت اصلیہ کہتے ہیں جو بوقت نطفہ قائم ہوتی ہے اور مدت تک قائم رہتی ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔ اس لیئے جوانی واپس نہیں آ سکتی اور موت کا علاج ممکن نہیں ہے۔ جس کے لئے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ انسان کے اعضاء اصلیہ جو رطوبت عزیزی یا رطوبت اصلیہ سے تیار ہوتے ہیں اگر ان میں نقصان واقع ہو جائے تو دوبارہ وہ بن نہیں سکتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی حرارت عزیزی کی طرح وہی مغالطہ ہے۔ کیونکہ جب حرارت عزیزی کی پیدائش ممکن ہے جو کہ ایک آفاقی شے ہے جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں تو رطوبت عزیزی کی پیدائش کیوں ممکن نہیں جو خالص ارضی شے ہے۔ جہاں تک اعضاء اصلیہ کا تعلق ہے وہ صرف ایک بوند سے تمام جسم انسانی کو کیسے تکمیل کر سکتے ہیں۔ جب مادہ تولید مرد اور عورت کا مل کر نطفہ قرار پاتا ہے تو وہ تین حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے (۱) بنیادی اعضاء (۲) حیاتی اعضاء (۳) خون۔ بنیادی اعضاء میں ہڈی و رباط اور اوتار بنتے ہیں اس کی اصل الحاقی مادہ (کنکٹو ٹشو) سے ہوتی ہے حیات اعضاء سے اعصاب جن کا مرکز دماغ، عضلات جن کا مرکز دل اور غدد جن کا مرکز جگر ہے دل دماغ اور جگر یہی تینوں اعضاء رئیسہ ہیں جو عضلاتی، اعصابی اور اپی تھل سے تیار ہوتے ہیں۔ جن کے بافتین (ٹشوز) بننے کے بعد اعضاء تیار ہوتے ہیں۔ خون جو مرکب عناصر اور حامل روح طبی اور حرارت ہے جس سے ہمیشہ بنیادی اور حیاتی اعضاء

کو غذا ملتی رہتی ہے۔ جس طرح ہڈی کے ٹوٹ جانے کے بعد اس کے خلیے پھر بڑھ کر آپس میں جڑ جاتے ہیں بالکل اسی طرح گوشت اور غدد کے خلیے بھی بڑھ کر آپس میں جڑ جاتے ہیں کمی صرف یہ پڑجاتی ہے کہ ان کے درمیان ایک گرہ سی پڑجاتی ہے جس سے ان میں فرق پڑجاتا ہے اس وجہ سے ان میں بجلی کی روح پورے طور پر گزر نہیں سکتی۔ دوسرے طبیعت جو تمام جسم کی پرورش کی ذمہ دار ہے کسی خاص عضو کی طرف انتہائی طور پر متوجہ نہیں ہوسکتی اس لئے اعضاء کی دوبارہ نشوونما ذرا مشکل ہوجاتی ہے۔ ورنہ اعضاء اصلیہ بھی دوبارہ بن جاتے ہیں جن کی مثال دانت ہیں یعنی اگر جسم میں ان کا مادہ کافی مقدار میں ہے تو وہ پھر بھی نکل آتے ہیں۔ ناخن اور بال ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔ لیکن جب ان کا مادہ خراب ہوجاتا ہے تو ان میں خرابی واقع ہوجاتی ہے۔ مجھے ایک لڑکی کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس کے پاؤں میں الحاقی مادہ کی کثرت سے پاؤں کے تلوں میں انگلی انگلی موٹے کانٹے پیدا ہوجاتے تھے اور اس بیچاری کا چلنا پھرنا انتہائی مشکل ہوجاتا تھا۔ جب وہ کٹوا دیئے جاتے تھے تو دوبارہ نکل آتے تھے۔ ان حقائق سے ثابت ہے کہ رطوبت عزیزی ہمیشہ تیار ہوتی رہتی ہے اور جسم انسان میں خرچ ہوتی رہتی ہے۔ یہ رطوبت عزیزی وہی رطوبت اصلیہ نہیں ہے جو نطفہ کے ساتھ قائم ہوئی تھی اور موت تک قائم رہتی ہے۔ البتہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ رطوبت عزیزی یا رطوبت اصلیہ اس رطوبت کا نام ہے جو چوتھے ہضم کے بعد جسم انسان میں جذب ہوجاتی ہے اور اعضاء بننے یا حرارت عزیزی کی غذا بننے کے لئے تیار ہوجاتی ہے اور کم و بیش یہ ہمیشہ تیار ہوتی رہتی ہے۔ اسی رطوبت پر زندگی و جوانی اور صحت و خوبصورتی کا دارومدار ہے۔ جب اس میں کمی بیشی و خرابی اور فساد واقع ہوجاتا ہے تو مرض و بڑھاپا اور بدصورتی کے اثرات پیدا ہوجاتے ہیں۔ بس اس کی صحیح

محمد مزمل صدیقی 03047152589

پیدائش اور حفاظت ہی زندگی ہے۔

رطوبت عزیزی کی پیدائش

رطوبت عزیزی جس کو ہم ثابت کرچکے ہیں کہ یہی رطوبت اصلیہ ہے جو نطفہ کے وقت مادہ تولید میں منتقل ہوجاتی ہے۔ یہی اس پر زبردست دلیل بھی ہے کیونکہ مادہ تولید ہمیشہ رطوبت عزیزی سے پیدا ہوتا رہتا ہے۔ جیسے کو خصیے اور دیگر غدد تیار کرتے رہتے ہیں۔

رطوبت عزیزی چوتھے ہضم کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے پہلا ہضم اس وقت ہوتا ہے جب غذا معدہ میں جاتی ہے اور وہ رطوبت معدی کے ملنے سے آش جو کی صورت میں تحلیل ہوجاتی ہے اس کو کیلوس اور فرنگی طب میں کیموس کہتے ہیں۔ اس کا لطیف حصہ جو زیادہ تر نشاستہ پر مشتمل ہوتا ہے بحرہ صدر کے ذریعے دل میں چلا جاتا ہے اس کا ثقیل حصہ اثنا عشری آنت کے راستے امعاء میں اتر جاتا ہے۔ جہاں پر دوسرا ہضم شروع ہوتا ہے۔ اس ہضم میں امعائی رطوبات کے علاوہ جگر سے صفراء اور لبلبہ کی رطوبات شامل ہوتی ہیں۔ اس ہضم کو کیموس اور فرنگی طب اس کو الٹا نام دیتی ہے یعنی کیلوس کہتی ہے۔ اس ہضم کا لطیف حصہ   کے راستے جگر میں جذب ہوجاتا ہے جہاں پر تیسرا ہضم شروع ہوتا ہے۔ جگر میں کیموس حرارت سے پکتا ہے اور باقی اخلاط کے ساتھ خون کی سرخ رنگت اختیار کرتا ہے۔ پھر   کے ذریعے دل میں پہنچ کر کشش کے ذریعے سے صاف ہو کر شریانوں کے ذریعے عروق شعریہ کے راستہ غدد کی وساطت سے جسم پر شبنم کی طرح ترشح پاتا ہے جس کو رطوبت طلیہ (لمف) کہتے ہیں یہ چوتھا ہضم ہے جہاں یہ جذب ہو کر کیموس (دسل) میں چلی جاتی ہے اور یہی رطوبت عزیزی یا رطوبت اصلیہ ہے۔ ہم نے ہضم غذا کی اس حالت کو کہا ہے

جب غذا کسی حصہ جسم میں تحلیل ہو کر اپنی شکل بدل دے اور قابل جاذب بن جائے بعض حکماء اور اطباء نے ہضم اس صورت کو لکھا ہے جب غذا ایک حصہ جسم سے دوسرے حصہ جسم میں جذب ہو جائے یہ مغالطہ ان کو اس لئے پیدا ہوا ہے کہ انہوں نے ہضم میں چار قوتوں کو تسلیم کیا ہے (۱) جاذبہ (۲) ماسکہ (۳) ہاضمہ (۴) دافعہ۔ یعنی ان کے بغیر ہضم مکمل نہیں ہوتا۔ یہ چاروں قوتیں اپنی جگہ درست ہیں مگر جب تک غذا اپنی جگہ قابل ہضم نہیں ہو گی وہ مکمل ہضم نہیں کہلا سکتی۔ بہر حال دونوں صورتوں میں کوئی خاص فرق پیدا نہیں ہوتا۔ بہر صورت رطوبت غریزی یا رطوبت اصلیہ اس طرح تیار ہوتی ہے۔

مقام رطوبت غریزی

رطوبت غریزی کا مقام وہ کیسے ہیں جو سے جسم انسان تیار ہوتا ہے جیسا کہ ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں۔ یہ کیسے چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) عصبی کیسے (۲) عضلاتی کیسے (۳) غدی کیسے (۴) الحاقی کیسے۔ جن کے آپس میں ملنے سے بافتیں اور ساختیں (ٹشوز) تیار ہوتی ہیں۔ اور انہی چار اقسام کی بافتوں اور ساختوں سے مکمل جسم انسان تیار ہوتا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ اگر چاروں ہضم درست رہیں گے تو رطوبت غریزی صحیح طور پر تیار ہو گی۔ جس سے صحت و جوانی اور خوبصورتی قائم رہے گی۔ اور اگر یہ رطوبت غریزی صحیح طور پر تیار نہ ہوئی یعنی اس میں کمی بیشی خرابی اور فساد پیدا ہو گیا تو قبل از وقت بڑھاپا اور امراض پیدا ہو جائیں گے۔ جس ہضم میں خرابی اور فساد واقع ہوا تو مرض اسی مقام پر ہو گا۔ یعنی اگر پہلے ہضم میں خرابی ہوئی تو امراض نظام غذایہ میں پیدا ہوں گے جن کا تعلق عضلات سے ہے جن کا مرکز دل ہے اس نظام کا فضلہ براز ہے۔ اگر خرابی دوسرے ہضم میں پیدا ہو گی تو امراض نظام بولیہ میں پیدا ہوں گے جن کا تعلق غدد

کے ساتھ ہے جن کا مرکز جگر ہے اس نظام کا فضلہ بول ہے، اگر خرابی تیسرے ہضم میں پیدا ہو گی تو امراض دمویہ پیدا ہوں گے جن کا تعلق اعصاب کے ساتھ ہے جن کا مرکز دماغ ہے اس کا فضلہ پسینہ ہے۔ اگر خرابی چوتھے ہضم میں ہو گی تو امراض ہوائیہ پیدا ہوں گے جن کا تعلق روح طبعی کے ساتھ ہے اس کا محرک نفس ہے اس کا فضلہ دخان (کاربانک ایسڈ گیس) ہے انہی فضلات سے ایک طرف جسم انسان کی صفائی ہوتی ہے اور دوسری طرف یہی فضلات جن راستوں سے گذرتے ہیں وہاں پر تحریک اور تقویت کا باعث ہوتے ہیں مثلاً دخان (کاربانک ایسڈ گیس)..................

....

....

قلب و ششش جنسی اعضاء اور ذہن میں تحریک اور تیزی پیدا کرتی ہے، ان نظاموں کی تفصیل میری کتاب مبادیات طب میں ملاحظہ کریں۔

خلیہ:- خلیہ ایک ایسا حیوانی ذرہ ہے جس میں زندگی کے ساتھ تولید کی قوت بھی ہوتی ہے۔ اس میں نظام غذایہ۔ نظام تصفیہ اور نظام تنفس یعنی نظام ہوائیہ قائم ہیں۔ اس کو کیمسل سل بھی کہتے ہیں۔ اس کے اندر رطوبت بھری ہوتی ہے جس کو پروٹوپلازم (مادہ حیات) کہتے ہیں جس کو ہم رطوبت غریزیہ یا رطوبت اصلیہ کہتے ہیں۔ اس کے اندر ایک مرکزی نقطہ ہوتا ہے جس پر اس خلیے کی زندگی کا دار و مدار ہے اس کو (نیوکلیئس) مرکز حیات کہتے ہیں۔ اس مرکز حیات میں بھی ایک قسم کی رطوبت ہوتی ہے اور یہ مرکز حیات اور مادہ حیات کے گرد اگرد لپٹے ہوتے ہیں ان میں بھی مختلف اقسام کی رطوبتیں بھری ہوتی ہیں۔ ان تمام رطوبات کے مختلف افعال ہیں جن کی تشریح طوالت

کا باعث ہے۔ یہاں پر مقصد بیان یہ ہے کہ ہر خلیہ اپنے اندر رطوبت اور زندگی کا مرکز رکھتا ہے۔ اور تمام جسم انہی کیسوں سے مرکب ہے جن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اور یہی کیسہ انسانی زندگی کا ابتدائی یونٹ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں جہاں بھی زندگی پائی جاتی ہے جا ہے وہ حیوانات ہوں یا نباتات وہاں پر زندگی ایک خلیہ کی صورت میں ہی پائی جاتی ہے۔ یہ خلیے کہیں آزاد اور کہیں آپس میں ملے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ ان کی آزاد صورتوں میں امیبہ جراثیم۔ اور کرم منی ہیں۔ ان سب میں زندگی اور قوت تولید کے ساتھ ساتھ نظامہائے غذائیہ و تصفیہ اور تسنیم پائے جاتے ہیں۔ ان سب کی تولید تقسیم در تقسیم کے اصولوں پر عمل میں آتی ہے اور اکثر خوشوں اور گچھوں کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔

حیات خلیہ:- ایک خلیہ میں کئی نظامہائے حیات پائے جاتے ہیں جن کا ذکر اوپر کر دیا گیا ہے مگر ان سب میں اہم نظام زندگی ہے اسی نظام زندگی سے حیات انسانی کا تعلق وابستہ ہے۔ ایک خلیہ کی زندگی بہت مختصر ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ تقریباً ہر اڑھائی سال بعد انسانی جسم کے تمام خلیے بالکل بدل جاتے ہیں اور تمام خلیے نئے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہر خلیے کی زندگی میں تین چیزیں نہایت اہم ہیں جن سے ان کی زندگی اور تولید قائم ہے۔ اول مرکز حیات (نیوکلیئس)، دوسرے مادہ حیات (پروٹو پلازم) اور تیسرے تسنیم یعنی روح طبی اس کو آکسیجن کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اور یہ تینوں چیزیں صحیح حالت میں قائم ہیں تو زندگی قائم اور تولید جاری رہتی ہے کیونکہ سائنسی تجربہ سے ظاہر ہے کہ اگر کسی خلیے کو اس طرح کاٹ دیا جائے کہ اس میں مرکز حیات کا کچھ حصہ بھی شامل نہ ہو تو خلیہ کی زندگی ختم ہو جاتی

ہے اور اس میں تولید باقی نہیں رہتی۔ دوسری صورت میں اگر مادہ حیات میں اگر حیات باقی نہ رہے یا وہ زہر آلودہ ہو جائے تو بھی زندگی فنا ہو جاتی ہے تیسری صورت میں تسنیم اگر ایک گھڑی بھی نہ پہنچے تو خلیہ مرجھا کر مردہ صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بہرحال خلیے کی حیات و قیام انہی تینوں چیزوں پر قائم ہے۔

ظاہرہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرکز حیات (نیوکلیئس) تقسیم ہو کر نئے خلیے پیدا کرتا ہے مگر نئے خلیات پیدا کرنے میں مادہ حیات (پروٹو پلازم) اور تسنیم (آکسیجن) کے بے حد اہم کردار ہیں۔ کیونکہ ان ہی دونوں سے ان کو مرکز حیات کو غذا ملتی ہے گویا نئے خلیے میں جب وہ مکمل ہوتا ہے تو اس کا مرکز حیات بھی مکمل ہوتا ہے اور مرکز حیات کی تکمیل اسی مادہ حیات اور تسنیم سے ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مادہ حیات اور تسنیم میں یہ قوت ودیعت کی گئی ہے کہ وہ نئے مرکز حیات پیدا کرتے رہیں۔ تاکہ زندگی قائم اور دائم رہے۔ اگر ہم کسی طرح مادہ حیات کو صحیح حالت میں قائم رکھ سکیں اور تسنیم کا سلسلہ جاری رہے تو زندگی کبھی ختم نہیں ہو سکتی یا کم از کم ایک لمبی زندگی کا قیام ممکن ہے۔

طبی روح، حرارت عزیزی اور رطوبت عزیزی کی حیات خلیہ سے مطابقت:- خلیہ کی زندگی کو سمجھ لینے کے بعد اس امر پر غور کریں کہ حرارت عزیزی زندگی کے لئے ایک مرکز حیات (نیوکلیئس) ہے مادہ حیات رطوبت عزیزی کے قائم مقام ہے اور روح طبی تسنیم کے فعل انجام دیتی ہے۔ یعنی حرارت عزیزی اگر زندگی و قوت اور تولید و پرورش قائم رکھتی ہے تو رطوبت عزیزی اور روح طبی اس کو نہ صرف تغذیہ بہم پہنچاتے ہیں بلکہ نئی حرارت عزیزی بھی پیدا کرتی رہتی ہیں۔ اس حرارت عزیزی کی مثال چراغ کی بتی سے دی گئی ہے اور رطوبت عزیزی کی مثال تیل سے

دی گئی ہے۔ اور روح طبی کی مثال وہ مادہ ہے جو بھک کرکے جلتا ہے جس کو شعلہ (روح) جلا دیتی ہے رشعلہ روح طبی سے ایک جدا شے ہے ہم اس کو شعلہ مذہبی روح کا نام دیتے ہیں یعنی (امر ربی) اس طرح زندگی قائم ہے۔

حرارت عزیزی کی پیدائش:- رطوبت عزیزی کی پیدائش جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ غذا کا چوتھا ہضم ہے اور ہماری غذا کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی رہتی ہے۔ یہاں پر اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ حرارت عزیزی ہمیشہ رطوبت عزیزی سے پیدا ہوتی رہتی ہے۔ جس کی تین صورتیں ہیں (۱) گرم اغذیہ جو کھائی جاتی ہیں ان کی حرارت خون میں محفوظ ہو کر رطوبت عزیزی میں پہنچتی رہتی ہے۔

(۲) جسم کے اعضاء خصوصاً عضلات جن کا مرکز قلب ہے وہ اپنے مشینی اثر سے حرارت پیدا کرتے رہتے ہیں اور یہ بھی خون میں محفوظ ہو کر رطوبت عزیزی میں پہنچ جاتی ہے۔

(۳) گردش خون کے ساتھ ساتھ جب ذرات خون حرکت کرتے ہیں تو ان کی رگڑ اور تیز رفتاری سے خون میں حرارت اور بجلی پیدا ہوتی رہتی ہے جو اعصاب کے ذریعے (جن کی مثال بجلی کی تاروں کی طرح ہے) رطوبت عزیزی میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح اندرونی دیگر کیمیاوی اعمال سے بھی حرارت کی پیدائش عمل میں آتی رہتی ہے ان تمام صورتوں سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ جب رطوبت عزیزی میں جمع ہوتی ہے تو وہاں کے کیمیاوی اعمال سے مل کر حرارت عزیزی میں منتقل ہو جاتی ہے۔ جیسے موٹر اور ریل گاڑی کی بیٹری میں بجلی محفوظ ہوتی رہتی ہے اور ضرورت کے وقت اس سے ازجی (طاقت) کا کام لیا جاتا ہے۔ یعنی بتیاں جلائی جاتی ہیں پنکھے جلائے جاتے ہیں۔ انجن کو رواں (سٹارٹ) کیا جاتا ہے

انسانی زندگی کی مشین بھی اسی سے رواں دواں ہے۔

ہائیڈروجن بم:- یہاں پر یہ امر بھی ذہن نشین کر لیں کہ پانی میں بھی بذات خود آگ پنہاں ہے۔ یعنی جب خالص پانی (ہائیڈروجن) کے ذرے (آیٹم) کو پھاڑا جاتا ہے تو وہ جل اٹھتا ہے بلکہ وہ سخت اشتعال اور شعلہ پیدا کرتا ہے اور جو کچھ بھی اس کے سامنے ہوتا ہے اس کو جلا دیتا ہے۔ اسی خالص پانی کے ذرے (ہائیڈروجنی آیٹم) سے ہائیڈروجن بم تیار کیا گیا ہے جو آیٹم بم سے کئی گنا زیادہ تیز ہے۔ اس امر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پانی میں حرارت محفوظ رہ سکتی ہے یہ شان خداوندی ہے۔ جس کو ...... عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ پانی اور آگ ایک دوسرے کے مخالف عنصر ہیں وہ کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے مگر پانی کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آکسیجن اور ہائیڈروجن کا مرکب ہے آکسیجن کو تو ہم آگ تسلیم کر چکے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے نئی بات یہ ہے کہ خالص پانی (ہیڈروجن) جس میں آکسیجن نہیں ہوتی وہ خود آگ ہے اور جب اس کا ذرہ پھٹتا ہے تو بھک سے جل کر شعلہ بن جاتا ہے۔

پانی میں آگ اور حرارت کو محفوظ کرنا یہ ایک قدرت کا راز ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ حرارت اور آگ کو اپنی تیزی سے روکا جائے۔ نہیں تو آگ ایک دم تمام کائنات بلکہ آفاق تک کو جلا کر راکھ کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ آیٹم (ذرے) کو جلانے کا راز ہزاروں سالوں تک معلوم نہ ہو سکا۔ ورنہ آیٹم کا علم تو یونانی حکیم دمکرتیس نے معلوم کر لیا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ علم الیقین بھی تھا کہ اگر ذرے کو پھاڑ دیا گیا تو اس کے جل اٹھنے سے تمام کائنات جل جائے گی۔ اس کو اس انداز سے پھاڑا جائے کہ اس کی آگ ایک حد تک اثر کرے اور اس کی طاقت پر قابو پا لیا جائے۔ جب یہ راز گذشتہ جنگ میں جرمنی کے آمر مختار ہٹلر کے سائنس دانوں نے معلوم کر لیا اور وہ چاہتا تھا کہ یورپ اور امریکہ کو جلا دے۔ مگر وہ شکست کھا گیا۔ اور اس کے سائنس دانوں نے امریکہ میں جا کر ایٹم بم

بنایا۔ جو بدقسمت جاپان کے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرے اور چھ چھ میل تک ہر قسم کی زندگی جلا کر راکھ کر دی۔ بلکہ زمین تک جھلس دی اور اس زمین کی مٹی جس جس جگہ پڑی اس کو بھی جھلس دیا اور لاکھوں انسان فنا اور برباد ہو گئے۔

خداوند حکیم کی قدرت کاملہ اور فطرت بالغہ کے ہر ذرے میں ہزاروں راز اور اسرار موجود ہیں صرف دیکھنے والی آنکھ، جاننے والا دماغ اور سمجھنے والا دل درکار ہے انسان ان رازوں اور حقائق کو دیکھ کر حیران اور دنگ رہ جاتا ہے اور وہ اپنی عقل کو بھی نامکمل خیال کرتا ہے۔ کیونکہ ہم اپنی عقل سے جو قضیئے و دلائل، تصورات و تصدیق اور کلیات و جزیات قائم کرتے ہیں نئی تحقیقات میں سب پاش پاش ہو جاتے ہیں اس لئے فوراً اپنی معلومات اور تجربات پر نظر ثانی کرتے ہیں۔ اور نئے سرے سے کلیات و جزیات اور تصورات و تصدیقات اور ان کے دلائل قائم کرتے ہیں۔

اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ پانی بذات خود اپنے اندر حرارت کی قوت رکھتا ہے اور اسی سے حرارت عزیزی تیار ہوتی رہتی ہے۔ دراصل حیات کائنات اور زندگی صرف پانی ہے۔ یہی حقیقت ہے جس کے لئے قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ زندگی کا دارومدار پانی پر ہے۔ اس حقیقت کی تشریح یہ ہے کہ آگ تنہا بغیر کسی دیگر عنصر کے ایک دم جلا دیتی ہے۔ اور مٹی تنہا ایک جسم کی صورت ہے جو بذات خود زندگی نہیں ہے مگر اس میں زندگی قبول کرنے کی استعداد ہے باقی دو ارکان رہ جاتے ہیں ایک ہوا اور دوسرا پانی۔ ہوا میں فوراً بھک سے اڑ جانے کی خصوصیت ہے۔ اگرچہ ہوا میں بھی ایسی گیسیں ملی ہوتی ہیں جو آگ کو بجھاتی ہیں تاہم اس کا وہ حصہ جو زندگی بخش ہے جس کو نسیم (آکسیجن) کہتے ہیں وہ بھک سے جل جاتا ہے یہی ہوا کا بڑا جز ہے جو اپنے اندر آگ کی خصوصیات رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی پیدائش آگ سے ہے۔ جس کی حفاظت کے لئے اس میں ہوا کے دیگر اجزار ملا دیئے گئے ہیں۔ دوسرا رکن پانی

(واٹر) ہے جس میں آکسیجن شامل ہے تاکہ آکسیجن کی حفاظت ہوتی رہے۔ اور آگ اور پانی کا تعلق قائم رہے۔ زندگی کے لئے جہاں ہوا کی اہمیت ہے کیونکہ وہ زندگی کو دھکیلتی ہے جس کا صحیح مفہوم انگریزی لفظ (فورس) سے ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ وہاں پر پانی کی بھی از حد ضرورت ہے کیونکہ زندگی اس پر قائم ہے اس کا صحیح مفہوم بھی انگریزی لفظ (انرجی) سے ذہن نشین ہوتا ہے فورس اور انرجی دونوں کے معنی قوت ہیں مگر ایک انگریزی دان بھی ان کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔ البتہ ایک سائنسدان ان کو پوری طرح سمجھ سکتا ہے۔ ان کا مفہوم اس طرح آسانی سے ذہن نشین کیا جا سکتا ہے کہ ہم انرجی کو ایسی قوت تصور کر لیں جس سے جسم میں غذائیت پہنچتی ہے چاہے اس کی صورت روٹی پانی و کوئلہ لکڑی تیل گھی اور مٹی کا تیل اور پیٹرول کی ہو چاہے حرارت اور بجلی کی ہو جو جسم میں جا کر خرچ ہو اور اس کا کچھ حصہ جزو بدن بنے مگر فورس وہ قوت ہے جو اعضار میں انقباض اور مضبوطی پیدا کرتی ہے۔ اور اعضار کو تیار کرتی ہے کہ وہ انرجی کو جذب کر کے جزو بدن بنائیں۔ گویا زندگی کے لئے انرجی ایک اہم شے ہے جو فورس کے ذریعے جسم میں خرچ ہوتی ہے۔ انرجی کی مثال پانی اور فورس کی مثال ہوا سے دی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالٰے کے اسمائے حسنہ میں رب کے بعد رحمٰن اور رحیم دیئے گئے ہیں۔

انرجی، فورس، پاور:- جاننا چاہیئے کہ انرجی اور فورس کے ساتھ انگریزی کا ایک تیسرا لفظ سائنس میں قوت کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کو پاور کہتے ہیں۔ یہ بھی ضروری اور قابل فہم ہے۔ یہ لفظ ہمیشہ ایسی قوت کے لئے استعمال ہوتا ہے جہاں آگ، کو بطور طاقت استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ نو سو کنڈل پاور وغیرہ۔ ہم ان کے صحیح متبادل الفاظ اس طرح بیان کر سکتے ہیں (۱) انرجی کے لئے غذائیت (۲) فورس کے لئے طاقت اور پاور کے

لئے قوت وغیرہ - دنیا ءِ سائنس میں ان تینوں الفاظ کو بے حد اہمیت حاصل ہے اس پر کتب لکھی ہوئی ہیں - جن پر ہمیں بعض نظریات کے تحت اختلافات بھی ہیں - جن کی تفصیلی تشریح اور اختلافات زندگی بخیر پھر کبھی بیان کر دیئے جائیں گے - یہاں پر اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ انرجی سے فورس پیدا ہوتی ہے اور فورس کے نتیجے میں ہیٹ برآمد ہوتی ہے اور ہیٹ پھر انرجی کا کام دیتی ہے - اور یہی چکر اس زندگی اور کائنات میں رواں دواں اور جاری ہے یا اس طرح سمجھ لیں کہ ہر ایکشن (عمل) ہیٹ پیدا کر دیتا ہے اور ہیٹ کے بعد انرجی کا ظہور ہوتا ہے - اور انرجی فورس میں خرچ ہوتی ہے - جس قدر بھی ان قوت کے مظاہر کو پھیلاتے جائیں گے - نئی نئی تحقیقات و تدقیقات اور اسرار و رموز سامنے آتے جائیں گے -

پانی، ہوا اور آگ :- انرجی و فورس اور پاور کی صحیح مثالیں پانی، ہوا اور آگ ہیں - فرق صرف لطافت اور ثقافت کا ہے - ورنہ افعال و ترتیب اور تبدیلی کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے - جس طرح ہم مظاہر قدرت میں دیکھتے ہیں کہ بارش آتی ہے - ہوائیں چلتی ہیں اور گرمی پڑتی ہے - ان کے بہت کچھ اثرات سے ہم واقف ہیں - اگر ان کے افعال و ترتیب اور تبدیلیوں سے آگاہ ہو جائیں - تو انسان اعمال کائنات اور زندگی کو بہت حد تک سمجھ سکتا ہے - پانی و ہوا اور آگ کی حقیقت و افعال کے ساتھ ان کی باہم ترتیب اور ایک دوسرے میں تبدیل ہونا اور پھر قوت بن جانا اہم مسائل ہیں - ان کو ذہن نشین کرنے کے لئے اوّل مادہ کی پیدائش - اس کا ارکان و عناصر سے موالید ثلاثہ میں تبدیل ہونا - پھر ان کا لطافت اختیار کر کے اثیر (ایتھر) میں مل جانے تک سارے مظاہر سامنے رہنے چاہئیں - یہی اعمال انرجی و فورس اور پاور کی قوت اختیار کر لیتے ہیں - گویا پانی کبھی ہوا اور کبھی آگ میں تبدیل ہو جاتا ہے

اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے -

رطوبت غریزی و حرارت غریزی اور شعلہ :- بالکل انرجی و فورس اور پاور کی طرح جو پانی و ہوا اور آگ کے مظاہر ہیں رطوبت غریزی و حرارت غریزی اور شعلہ جسم میں پیدا ہوتے ہیں جو زندگی کو قائم رکھتے ہیں یعنی رطوبت غریزی ہی سے حرارت غریزی پیدا ہوتی رہتی ہے جو شعلہ سے جلتی ہے - اور جہاں پر ان کی پیدائش اور افعال میں خرابی واقع ہوتی ہے امراض پیدا ہو جاتے ہیں، جہاں فساد پیدا ہوتا ہے - بڑھاپا نمودار ہو جاتا ہے اور جب ان میں روک پیدا ہو جاتی ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے -

اعصاب و عضلات اور غدد :- موالید ثلاثہ خصوصاً انسانی زندگی میں پانی و ہوا اور آگ کے توازن کو ان کے اعضائے حیات اعصاب و عضلات و غدد جن کے مراکز دماغ و دل اور جگر اعضائے رئیسہ ہیں کنٹرول کرتے ہیں - جہاں ایک طرف پانی و ہوا اور آگ کی زیادتی ان کے افعال میں کمی بیشی کر دیتی ہے وہاں پر ان کے افعال کی کمی بیشی بھی پانی و ہوا اور آگ کی پیدائش میں افراط و تفریط کا باعث بن جاتی ہے - یہی افراط و تفریط جسم میں رطوبت غریزی و حرارت غریزی اور شعلہ کے اعمال میں بھی نقص کا سبب بن جاتی ہے - گویا جسم میں زندگی کا کنٹرول اعضائے رئیسہ دماغ و دل اور جگر پر ہے جن کے افعال ان کے متعلقہ اعضاء اعصاب و عضلات اور غدد ہیں جن کو ہم اعضائے حیات کا نام دیتے ہیں -

ان پر قابو پا لینے سے نہ صرف صحت و جوانی اور خوبصورتی قائم رہتی ہے بلکہ قبل از وقت بڑھاپا اور بہت حد تک بڑھاپا بھی انسان سے دور رہتا ہے اور اگر اس سلسلہ میں مزید تحقیقات کی جائیں تو انسانی زندگی کو کامیاب اور عمر کو

طویل کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا وقت بھی آجائے کہ زندگی سوائے حوادثات کے ختم ہی نہ ہو سکے۔ اور انسان ہمیشہ کے لئے موت پر فتح پالے۔ اس کائنات میں ایسے عوامل ضرور نظر آتے ہیں جو زندگی کو دائمی قیام یا کم از کم طوالت بخش دیں۔ اگر زندگی کو دائمی قیام مل جائے اور موت صرف حوادثات تک محدود ہو جائے تو بھی مذہبی زاویہ نگاہ سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ آخر انسان کا یہ جذبہ ضرور کوئی جبلی صورت رکھتا ہے جس سے انسان دائمی زندگی یا طوالت عمر کا خواہش مند اور طلبگار نظر آتا ہے۔

بڑھاپا اور نزلہ:- ان حقائق کو سمجھ لینے کے بعد جسم میں رطوبت غریزی حرارت غریزی اور روح (شعلہ) دراصل پانی و ہوا اور آگ کے لطیف یا کیمیاوی روپ ہیں جو ہر گھڑی پیدا ہوتے رہتے ہیں یا ضرورت کے وقت پیدا کئے جا سکتے ہیں اور ان پر اعصاب و عضلات اور غدد کا کنٹرول ہے جن کے مراکز دماغ و دل اور جگر ہیں۔ ان کے صحیح افعال کو سمجھ لینے کے بعد انسان بہت حد تک بہترین صحت و قیام جوانی اور درازی عمر بلکہ دائمی عمر پر قابو پا سکتا ہے۔ اعضائے رئیسہ (دل و دماغ اور جگر) کے افعال اور ان کے باہمی تعلقات سے یورپی سائنس اور فرنگی طب پورے طور پر ناواقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عزت ہم کو دی ہے کہ ہم دنیاء کے سامنے ایک نئے نظریہ کے تحت اعضاء کے افعال اور ان کا باہمی تعلق پیش کر رہے ہیں۔ جس وقت دنیاء ہمارے اس نئے نظریہ کو سمجھ لے گی اس وقت نہ صرف ہر قسم کے امراض کا علاج بالکل آسان ہو جائے گا۔ بلکہ بڑھاپے اور موت پر بھی قابو پایا جا سکے گا۔

جاننا چاہیئے کہ نزلہ ایک ایسی علامت ہے۔ جس سے رطوبات کا جسم سے اخراج ہوتا ہے جس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) رطوبات کا جسم میں کیمیاوی طور پر

زیادہ ہو کر اخراج پانا (۲) مشینی طور پر رطوبات جسم کا اخراج پانا (۳) رطوبات کا جسم میں جذب نہ ہونا اور اخراج پانا۔ اول صورت اعصاب میں خرابی کی ہے دوسری صورت غدد کے افعال میں خرابی کی ہے اور تیسری صورت عضلات کے فعل میں خرابی کی ہے اور یہ خرابیاں ان کے افراط و تفریط سے پیدا ہوتی ہیں جن کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب تحقیقات نزلہ زکام اور ان کا بے خطا یقینی علاج میں بیان کر چکے ہیں۔

یہاں پر سمجھنے کی حقیقت یہ ہے کہ یہ نزلہ جب پیدا ہو جاتا ہے۔ تو رطوبت غریزی کی پیدائش میں کمی بیشی، اس میں خرابی نقص اور رگا ہے اس میں فساد و تعفن پیدا ہو جاتے ہیں۔ بس یہیں سے بڑھاپے کی ابتدا شروع ہوتی ہے۔ کبھی بڑھاپے کی ابتدا بچپن سے شروع ہو جاتی ہے اور اکثر صحت سے غفلت برتنے پر جوانی میں ہی شروع ہو جاتی ہے اور پھر قبل از وقت بڑھاپا آجاتا ہے۔ جن لوگوں میں بڑھاپا دیر سے آتا ہے یا طویل عمر پاتے ہیں ان میں دیکھا گیا ہے کہ ان کی رطوبت غریزی اپنی صحیح حالت میں کام کر رہی ہے اور اس میں باقاعدہ کم و بیش حرارت غریزی پیدا ہوتی رہتی ہے اور شعلہ روشن رہتا ہے۔

رطوبت غریزی کا اعتدال:- سوال پیدا ہوتا ہے کہ رطوبت غریزی کو کس طرح اعتدال پر قائم رکھا جا سکتا ہے؟۔ اس کا آسان جواب تو یہ ہے کہ نزلہ زکام سے جسم کو محفوظ رکھا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اعضائے رئیسہ دماغ و دل اور جگر کے افعال کو سمجھ کر ان کو اعتدال پر رکھا جائے، تیسرا جواب یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اعتدال کو قائم رکھا جائے جس سے ایک طرف اعضائے رئیسہ اعتدال پر قائم رہیں گے اور دوسری طرف نزلہ زکام سے جسم محفوظ رہے گا۔

زندگی کا اعتدال :-

زندگی کا قیام اور اس کا اعتدال تین امور پر قائم ہے (۱) ضروریات زندگی کا اعتدال (۲) حرکات جسم کا اعتدال اور تیسرے حرکات نفسانی کا اعتدال ہے۔ ضروریات زندگی میں ماکول و مشروبات اور ہوا شامل ہیں۔ حرکات جسم کے اعتدال میں محنت و مشقت میں باقاعدگی جو ضرورت کے مطابق ہوں حرکات نفسانی کا اعتدال جذبات کو توازن اور فطرت کے مطابق رکھنا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ زندگی میں بے اعتدالی کی ابتدا ہمیشہ کھانے پینے سے شروع ہوتی ہے۔ جس کی تین صورتیں ہیں (۱) بغیر شدید بھوک کے کھانا (۲) کھانے پینے میں ضروریات زندگی کے توازن کو قائم نہ رکھنا (۳) ایسی اشیا کا کھانا جو ضروریات جسم میں نہیں ہیں۔ بغیر شدید بھوک کے کھانے کی صورت یہ ہے کہ پیٹ میں ابھی غذا غیر منہضم پڑی ہے اور کھا لیا گیا ہے۔ جس میں خرابی یہ وارد ہوتی ہے کہ طبیعت ایک وقت میں ایک ہی غذا کی طرف توجہ دے گی۔ اگر پہلی غذا کی طرف ہی متوجہ رہی تو دوسری غذا منہضم رہ جائے گی بلکہ فاسد ہو جائے گی۔ جس کا اثر خون اور تمام جسم پر پڑے گا۔ توازن غذا کو قائم نہ رکھا گیا تو جسم میں حرارت و رطوبت اور اس کے نمکیات کا اعتدال قائم نہیں رہ سکتا۔ مثلاً غذا میں اجزائے لحمیہ و روغنیہ اور نشاستہ و نمکیات میں کمی بیشی پیدا ہو جائے گی جس سے جسم اور صحت کا توازن خراب ہو کر فساد اور امراض پیدا ہوں گے۔ غیر ضروری اشیا کا استعمال مثلاً منشیات خصوصاً شراب۔ حرام اور متعفن اغذیہ یا غیر ضروری ادویہ اور زہروں کے استعمال کی عادت ہمیشہ نہ صرف اعضاء کے توازن کو برباد کر دیتی ہیں بلکہ خون اور رطوبات جسم میں بھی فساد اور نقصان کا باعث ہوتی ہیں اس لئے غذا کا مسئلہ نہایت اہم اور زیادہ غور طلب ہے۔ ہر غذا بلکہ ہر شے جو

منہ میں ڈالی جائے بغیر سوچے سمجھے نہ ڈالی جائے۔ یہاں تک پانی کے متعلق بھی جب تک یہ تسلی نہ ہو جائے کہ وہ خالص اور غیر مضر ہے اس وقت تک اس کو پینے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اس پر قرآن حکیم کا حکم ہے کہ کلوا حلالاً و طیباً یعنی ہر شے جس کے کھانے کا حکم دیا ہے وہ کھاؤ مگر اس میں بھی یہ احتیاط ہو کہ وہ شے طیب ہو یعنی اس میں اپنی تازگی کی خوشبو پائی جائے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ناک کو منہ کے ساتھ لگایا ہے تاکہ کھانے وغیرہ کھانے پینے کی خوشبو اور بدبو ناک کے ذریعے دماغ کو پہنچ جائے۔ اگر کھانے سے قبل احساس نہ ہو تو کھانے کے بعد ہو جائے کیونکہ منہ کے اعصاب ناک اور دماغ کے بہت قریب ہیں۔ اور کھانے پینے میں انسان خوشبو اور بدبو کا احساس ضرور کر لیتا ہے۔

زندگی میں بے اعتدالی کی دوسری صورت حرکاتِ جسم میں بے راہ روی ہے یعنی جسم کو ضرورت کے مطابق بھی حرکت نہ دینا یا اس سے اسقدر کام لینا کہ اس میں تحلیل شروع ہو جائے۔ حرکات جسم کا توازن تھکن سے کیا جاتا ہے۔ یعنی اس قدر محنت نہ کی جائے کہ تھکن پیدا ہو جائے۔ اسی طرح کثرت آرام سے بھی تھکن پیدا ہو جاتی ہے جن کی تفصیل ہم کسی اور جگہ بیان کریں گے۔ جس وقت حرکات جسم کا اعتدال قائم نہیں رہتا تو حرارت اور رطوبات جسم کی پیدائش اور اخراج میں بھی توازن نہیں رہ سکتا۔ ان کی افراط و تفریط صحت اور جوانی کو برباد کر دیتی ہے۔

بالکل یہی صورت حرکات نفسانی کی بھی ہے۔ یعنی بغیر ضرورت جذبات میں تیزی اور اشتعال نمودار ہونا۔ جذبات میں غم و غصہ، خوف، و ندامت اور لذت و مسرت خاص طور پر شریک ہیں یا جس جگہ جذبات میں ضرورت کے مطابق کام کرنے کی ضرورت ہو ان سے کام نہ لینا مثلاً اگر ایک مقام پر غصہ کی ضرورت ہے وہاں پر خوف کھا کر بھاگ جانا وغیرہ۔ ان صورتوں میں بھی جسم کی رطوبت اور حرارت کا اعتدال بلکہ اعضاء کے افعال کا اعتدال ص

ص بگڑ جاتا ہے نتیجہ امراض و خرابی صحت اور فساد جسم کا پیدا ہوتا ہے۔

درازعمری اور قیام جوانی کی حقیقت اور تاریخ

دائمی زندگی کا تصوّر:- درازعمری وقیام جوانی بلکہ دائمی زندگی کا تصوّر انسان کی جبلت ہے جو اس کے جذبات اس کے غم غصہ اور خوف سے ظاہر ہے کہ وہ ہر تکلیف دہ شے اور نقصان رساں فعل سے بچنا چاہتا ہے۔ اسی طرح اس کی دائمی مسرّت اور لذت کا حصول اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ درازی عمر اور قیام جوانی بلکہ حیات ابدی کا خواہش مند ہے۔ جس کے لئے وہ ہمیشہ جدوجہد اور سعی کرتا رہتا ہے۔ جب تہذیب وتمدن میں ارتقا کی صورتیں پیدا ہوئیں اور اس نے علم کی روشنی میں مشاہدات اور تجربات کئے تو اس نے دیکھا کہ زندگی میں اگر حوادثات وٹکراؤ اور رکاوٹیں پیدا نہ ہوں اور ساتھ ہی ضروریات زندگی اور امن میسر ہو تو یقیناً انسانی عمر طویل اور جوانی قائم رہ سکتی ہے۔ بلکہ مناسب اور طبعی حالات پر قابو پالیا جائے تو انسان دائمی حیات کا مالک بن سکتا ہے۔

مشاہدہ اور تجربہ ظاہر ہے کہ نباتی اور حیوانی زندگی میں دوام پایا جاتا ہے کیونکہ زندگی کی ابتدا جب حیوانی ذرہ سے شروع ہوتی ہے۔ تو وہ اس وقت تک زندہ رہتا ہے جب تک اس پر کوئی حادثہ اور رکاوٹ واقع نہ ہو بلکہ وہ نہ صرف روز بروز بڑھتا ہے اور اپنی مثل پیدا کرتا جاتا ہے۔ اور ایک بار زندگی کا روشن شعلہ کروڑوں زندگیاں پیدا کرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے اور آگے بڑھتا اور اپنی مثل زندگیاں پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً حیوانی زندگی میں امیبہ اور جرثومہ ایسی زندگیاں ہیں جو ایک حیوانی ذرے سے تکمیل پاتی ہیں۔ اور دیکھتے ہیں

محمد مزمل صدیقی 03047152589

کہ مناسب حالات اور ضروریات کے میسر آنے پر کروڑوں امیبہ جات اور جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ ابتدائی امیبہ اور جرثومہ بھی زندہ اور حیات رہتا ہے ساتھ ساتھ انکی زندگی کے شعلے روز بروز نئی قوت کے ساتھ بھڑکتے رہتے ہیں بالکل یہی صورتیں جسم انسانی کے اندر حیوانی ذرات میں نظر آتی ہیں ان حقائق سے ظاہر ہے کہ انسان کو کبھی موت نہیں آنی چاہیئے یا بغیر کسی حادثہ اور نقصان کے اس کو موت کا شکار نہیں ہونا چاہیئے یا کم از کم اس کو طویل عمری حاصل ہو۔ اور وہ اپنی جوانی کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھ سکے اور کبھی بھی بوڑھا نہ ہو گویا بڑھاپا کوئی فطری شے نہیں ہے بلکہ ایک بیماری ہے۔

خدا اور انسان کا تعلق دائمی زندگی کی تحریک ہے:- جہاں تک تاریخ اور مذہبی تعلیم کا تعلق ہے۔ انسان کو خدا یا ایک مافوق الانسان قوت کو کسی نہ کسی رنگ میں تسلیم کرتا آیا ہے۔ خدا اور مافوق الانسان قوت کو ہمیشہ غیب میں تسلیم کیا گیا ہے کسی نے ایک خدا مانا ہے کسی نے دو خدا تسلیم کئے ہیں۔ کسی نے تین خداؤں کو ماننا ضروری سمجھا ہے۔ کسی نے خدا کے ساتھ ایک دو طاقتوں کو قدیم اور لازمی قرار دیا ہے۔ کسی نے بے شمار خدا کا ہونا ظاہر کیا ہے۔ گویا جس طرح انسان کے جذبات کی تسکین ہوتی ہے اسی قدر خدا بناتا گیا ہے۔ لیکن یہ بات خدا کے ہر تصور میں پائی جاتی ہے کہ (۱) وہ مافوق الانسان ہے اور غیب میں ہے (۲) اس کا خوف اس پر قائم رہا ہے۔ اس لئے اس کی عبادت لازم ہے (۳) اس کو خوش کرنے کے لئے اس کے لئے قربانی لازم ہے (۴) اس سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے (۵) زندگی میں یا موت کے بعد اس سے ملاقات ضروری ہے۔ جو ہمارے اعمال کا حساب لے گا۔ یہ سب کچھ انسان کی جبلت میں آج بھی پایا جاتا ہے اور

ہزاروں سال پہلے بھی پایا جاتا تھا۔ خداوند کریم کے تعلق اور ملاقات نے انسان کے اندر ان جذبات کو بلند کیا کہ وہ اپنے اندر خدائی طاقتیں پیدا کرے بلکہ بعض انسان خود خدا بن بیٹھے۔ آج اگر انسان خدا نہیں ہیں تو کم از کم خدائی قوتوں کے حامل اپنے کو ضرور سمجھتے ہیں۔ ہر خود مختار بادشاہ شاہنشاہ اور بدماغ ڈکٹیٹر اپنے کو خدا سے کم نہیں خیال کرتا۔ یہ حقائق اس امر کا ثبوت ہیں کہ انسان اور خدا میں کچھ تعلق ضرور ہے۔

خدا کے مختلف مظاہر:-

جس کسی نے ایک خدا مانا ہے اس نے زندگی اور کائنات کی مافوق الانسان تمام قوتوں اور مظاہر کو صرف ایک ہی خدا میں تسلیم کیا ہے۔ جس کسی نے دو خدا تسلیم کئے ہیں اس نے نیکی اور بدی کے دو خدا بنا لئے ہیں۔ جس نے تین خدا مانے ہیں اس نے خدا کے ساتھ اس کا بیٹا اور روح القدس کو بھی خدا ہی تسلیم کیا ہے۔ جس نے خدا کے ساتھ اور قوتوں کو بھی قدیم اور دائمی مانا ہے اس نے خدا کے ساتھ روح اور مادہ کو بھی ازلی قرار دیا ہے۔ جس کسی نے بے شمار خدا تسلیم کئے ہیں انہوں نے خدا کے ہر مظہر کو خدا بنا لیا ہے۔ غرض کسی نہ کسی رنگ میں خدا کو ضرور مانا گیا ہے اور جنہوں نے خدا کا انکار کیا ہے ان سے بھی مافوق الانسان قوتوں کا انکار نہیں ہو سکا اور انہوں نے ان قوتوں پر قابو پانے کی کوشش کی ہے بہرحال مافوق الانسان مظاہر سے مفر کسی کو نہیں ہے۔

ان مظاہر کو کسی نے آگ، ہوا اور پانی کی شکل میں پوجا ہے، کسی نے چاند اور سورج ستاروں اور حشرات الارض کی صورتوں میں اپنی عبادات کا مرکز بنا لیا ہے۔ کسی نے مافوق الانسان قوت کے ہر مظہر کو بت کی شکل دے کر اس کی پرستش شروع کر دی ہے۔ گویا جہاں بھی ایسی قوت نظر آئی اس کو پوجا گیا۔ یہاں تک کہ یہ قوت انسان میں نظر آئی تو اس کے سامنے جھک گیا۔ اور اس کے حکم کو اپنے لئے نجات دائمی زندگی، خدا تک پہنچنے کا راستہ

سمجھ لیا۔ یہاں تک کہ اپنی زندگی اس پر قربان کر دی۔ ہمیں تاریخ بتلاتی ہے کہ ہر خود مختار انسان نے ہمیشہ انسانی زندگیوں سے کھیلا ہے آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ زندہ انسان تو رہے ایک طرف، مردہ انسانوں کو بھی خدا کی طرح پوجتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیا ہے یہ وہ حقائق ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ انسان کی جبلت میں خدا کا اثر ہے اور دونوں کا باہمی تعلق ہے۔

خدا کی قوت میں شرکت اور دائمی زندگی کا جذبہ:-

تاریخ اس بات پر اچھی طرح روشنی ڈالتی ہے کہ جب تک انسان کو ایک خدا کا علم نہیں ہوا وہ خود خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ جب اس کو ایک خدا کا علم ہوا تو اس نے اپنے کو خدا کا خدا کا نائب، خدا کا پیامبر، خدا کا رسول، خدا کے اوصاف سے متصف اور برگزیدہ ظاہر کیا ہے۔ اور نہیں تو خدا کے واقعی فرستادہ انسانوں سے جائز و ناجائز نائب بننے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح اگر معاشرہ کو ایک نظام میں قابو رکھنے کی سعی تھی تو دوسری طرف اپنی انتہائی قوتوں (سپریم پاور) کا اظہار بھی مقصود تھا۔ اور دنیا میں انسانوں کے اندر جو لڑائیاں اور فساد یا قوموں میں جو جنگ و جدل کا جو سلسلہ نظر آتا ہے وہ اسی انتہائی قوت اور سربلندی کا اظہار ہے جس کا اگر نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو اس کا تعلق خدائی قدرت سے جا کر مل جاتا ہے۔

جب کبھی قاہر اور ظالم بادشاہوں اور شاہنشاہوں نے دوسری قوموں کو غلام بنا لیا۔ تو اس خدائی قوت نے اس کا نیا رخ اختیار کر لیا وہاں پر جسمانی قوت کی بجائے روحانی قوت کو اپنایا گیا۔ اور روحانی قوت کی برتری کو بڑی قوت سمجھا گیا۔ اس قوت کے مظاہر سے اپنے نفس کو تسکین دے دی گئی۔ اس روحانی قوت نے عالم و فاضل فلسفی و حکیم، محقق و مفسر اور اولیا و امام اور راہب و کاہن پیدا کئے اور ایڈر و

بادشاہ کے لفظ نے خلیفہ اور امام کا بھیس اختیار کر لیا مقصد اپنی جگہ قائم رہا کہ انسان اپنے اندر خدائی قوت رکھتا ہے یا اس کا خدا کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

عوام جن میں نہ تو مادی قوت کی برتری تھی اور نہ ہی روحانی طاقت کا اظہار کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے اس جذبہ کی تسکین کے لئے دوسرے راستے اختیار کئے۔ یعنی خدا کی قوت کو مختلف صورتوں میں پیش کیا۔ تاکہ وہ کسی نہ کسی طرح خدائی قوت میں شریک ہو جائیں۔ مثلاً بعض نے ہمہ اوست کا مسئلہ اختیار کر لیا کہ انسان خدا اور ساری کائنات ایک ہی شے ہے یہ سب کچھ اس ایک خدائی قوت کے مظہر ہیں یعنی وحدت فی الکثرت ہے۔ گویا ہر انسان خدا بن بیٹھا۔ اور قوت کو انسانی طاقتوں کے مطابق تقسیم کر لیا۔ دوسرے گروہ نے کثرت فی واحدت کو اپنا لیا۔ یعنی انسان خدا کا ایک جزو ہے چاہے وہ کس قدر ادنٰی ہی کیوں نہ ہو۔ جب بھی وہ فنا ہو گا خدا سے مل جائے گا۔ جیسے ایک قطرہ سمندر کا جزو ہے اور وہ قطرہ جب سمندر سے مل جاتا ہے تو وہ بھی سمندر بن جاتا ہے۔ اور ایک باخبر گروہ ایسا بھی ہے جو خدا کی قادر مطلق طاقت سے زیادہ آگاہ ہے اس نے ہمہ از اوست کے مسئلہ کو صحیح خیال کیا کہ یہ زندگی اور کائنات ایک قادر مطلق کی تخلیق ہے اور وہی بلا شرکت غیرے اس کا مالک ہے۔ البتہ انسان اس کی بہترین تخلیق ہے اور انسان کا خدا کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور خدا انسان کی شاہ رگ سے بھی قریب ہے۔ اور جو لوگ خداوند کریم کے احکامات پر عمل کرتے ہیں وہ خداوند کریم کے قریب اس دنیا میں ہو جاتے ہیں اور دوسری زندگی میں ان کو خداوند کریم کا دیدار نصیب ہو گا۔ بہر حال اس مسئلہ میں بھی انسان اور خدا کا تعلق واضح ہے اور کسی نہ کسی تعلق سے خدا کی قوت کو اپنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہندومت اور فلسفہ یونان میں اوتار اور دیوتا کا مقام:- ہندومت

اور یونانی فلسفہ نے اوتار اور دیوتاؤں کو جنم دیا جہاں قانون انسان صرف خدا کا مظہر ہی نہیں بلکہ خود مجسم خدا بن کر دنیا میں ظاہر ہوا۔ ان کا قرب طاقت اور نجات کی صورت تسلیم کیا گیا۔ ویدانت کی تعلیم نے بے حد غلو کیا، آتما اور پرم آتما کی اصطلاحات نے معاشرہ میں بے حد خرابیاں پیدا کیں۔ پرآتما کو خدا اور اتما کو خدا کا جزو تسلیم کیا گیا۔ اور مکتی کے لئے لازم قرار دیا گیا کہ آتما پرم آتما میں مل جائے۔ اس سے آواگون جیسے مسائل بھی پیدا ہوئے۔ جس نے ثابت کیا کہ ہر ذی روح کا تعلق پرم آتما کے ساتھ ہے۔ یونانی فلسفہ میں دیوی دیوتاؤں کی صورت اختیار کر کے اچھا خاصہ علم الاصنام پیدا کر دیا۔ ہندی اور یونانی وبائیں جب زمانہ اسلام میں ملک ایران میں پہنچیں تو مسئلہ تصوف پیدا ہو گیا۔ اس صوفی ازم نے انسانی جذبات کو اس قدر بھڑکایا کہ معاشرہ کو ہندو یونان کی طرح ادنٰے اور اعلٰے میں تقسیم کر دیا ہندی ذات پات کی تقسیم کی طرح وہاں بھی پنڈت کی طرح صوفی پوجا جانے لگا۔ اس کو نہ صرف خدا کا مقرب بلکہ خدائی طاقتوں کا حامل خیال کیا گیا۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد بھی صوفیوں کے مزار پوجے گئے اور آج بھی پوجے جاتے ہیں۔ مختلف مذاہب نے جو معاشرہ کے توازن اور تعاون کی تعلیم دی تھی جن کا مقصد عوام کی سربلندی اور خدمت تھا اس کی بجائے عوام سے اپنی پوجا کرائی گئی۔ جس سے باشعور عوام کے جذبات کو ٹھیس لگی۔ اور قوت کا قوت سے تصادم ہوا۔ یعنی خدائی اور آسمانی قوتوں کے مقابلوں میں عوامی قوتیں پیدا ہوئیں جن ملکوں کی تعلیم میں بادشاہوں کو ظل الٰہی کہا جاتا ہے وہاں پر آج بھی بادشاہیاں قائم ہیں۔ گو انسان کا خدا کے ساتھ گہرا تعلق یا خدائی قوت کا شریک خیال کیا جاتا ہے۔ ان تمام حقائق سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ انسان نے ہمیشہ خدا کی ہستی اور قوت کو اپنانے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ دائمی زندگی یا کم از

کہ طویل عمری اور بے پناہ قوت کا مالک بن جائے۔

مذاہب میں آخری دور اسلام کا ہے۔ اس میں خدا اور انسان کی قوتوں اور تعلقات کو بڑی احتیاط سے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں پر بھی نفس پرستوں نے خدا اور انسان دونوں کی قوتوں اور حقوق کو بری طرح غصب کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ تعلیم کو غلط سمجھا اور غلط پھیلایا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سطحی نگاہ میں اسلام کا امتیازی کمال نظر نہیں آتا۔ بلکہ بعض مسلمانوں کی زبانی یہ سنا ہے کہ چودہ سو سال کا پرانا مذہب اب نہیں چل سکتا۔ اور صرف سائنس ہی مذہب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ مذہب کے معنی و مقصد اور فوائد سے واقف نہیں ہیں۔ ہمیں کسی مذہب سے بحث نہیں۔ ہمارا مقصد تو یہ بیان کرنا ہے کہ انسان مذہب کی آڑ لے کر بھی اپنے جذبہ دائمی زندگی و قیام جوانی اور خدائی قوتوں کو حاصل کرنے میں جدوجہد اور سعی کرتا رہا۔ گویا انسانی جبلت کے ساتھ انسانی جذبات بھی دائمی زندگی و قیام جوانی اور خدائی قوتوں کے طلب گار ہیں۔

اسلام اور مقام انسانیت:- ہمارا مذہب میں کوئی مقام نہیں ہے اور نہ ہی مذہب اسلام کی رو سے ہم خدائی قوتوں اور خدا کے صادق نبیوں و رسولوں اور پیغمبری کی قوتوں میں شریک ہیں ہم ادنے انسان اور عاجز مخلوق ہیں۔ البتہ ہم یہاں پر اسلامی ان حقائق کا ذکر ضرور کرنا چاہتے ہیں جن سے اسلام نے انسان کو دائمی زندگی و قیام جوانی اور حصول قوتوں کی طرف اشارات ہی نہیں بلکہ تفصیلاً بیان کیا ہے اور نفسانی خواہشات کے بندوں نے ان سے غلط فہمی پیدا کر دی ہے اور انسان کو خداوند کریم کی قوت میں شریک کر دیا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ مادی و روحانی اور ہر قوت کے اعتبار سے خداوند حکیم لاشریک ہیں۔ البتہ انسان کو خداوند قادر مطلق نے

اس زندگی اور کائنات میں لامتناہی قوتیں بخشی ہیں۔ وہ اس دنیا میں خداوند علیم و حکیم کی دی ہوئی قوتوں سے جو چاہے کر سکتا ہے ہزاروں سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ آسمانوں میں پرواز کر سکتا ہے اور دیگر تمام جہاں پر قبضہ کر سکتا ہے اور اس کی ہر مخلوق سے پورے طور پر مستفید ہو سکتا ہے۔

قرآن حکیم اس امر پر روشنی ڈالتا ہے کہ خداوند اعلیٰ و اعظم نے جب انسان کی تخلیق کا ارادہ ظاہر کیا تو ابلیس نے کہا کہ وہ جہانوں میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ وہ ہمارا خلیفہ ہو گا یعنی عادات خداوندی کا حامل ہو گا۔ اور تمام مخلوقات سے اشرف ہو گا۔ اس ارادہ کے بعد خداوند خالق نے انسان کا خمیر تیار کیا اور پھر "نفخت فیہ من روحی" اس میں اپنی روح پھونک دی۔ روح کی تشریح ہم گذشتہ صفحات میں کر چکے ہیں یعنی "قل الروح من امر ربی" کہدو کہ روح میرے رب کا حکم ہے یہاں یہ غلط فہمی نہ رہے کہ روح جو انسان میں پھونکی گئی وہ اللہ تعالےٰ کا ایک جزو ہے بلکہ رب جو منبع نور و روشنی اور حرارت و پرورش ہے اس کا ایک امر اور حکم ہے جس کو ہم نے شعلہ کہا ہے۔ بالکل اس طرح جیسے سورج کی دھوپ و تپش اور حرارت سورج کا حصہ نہیں ہوتی لیکن اس سے خشک درختوں میں آگ لگ جاتی ہے اور جنگل کے جنگل جل جاتے ہیں۔ دوسری مثال آتشی شیشے کی ہے جس کے ذریعے سورج کی شعاعوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کر کے کپڑا اور کاغذ وغیرہ جلا لیا جاتا ہے۔ اور اس آگ کا تعلق سورج سے بالکل نہیں ہوتا۔ یہ ایک امر ربی ہے۔ اسی طرح رگڑ سے شعلہ کا پیدا ہونا اور دو چیزوں کے ملنے سے شعلہ پیدا ہوتا ہے امر ربی ہیں۔ یہی خالق مخلوق کا تعلق ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کن (ہو جا) فیکون (پس ہو گیا) یہی امر ربی ہے۔

انسان کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم نے آدمؑ کو تمام اسماء کا علم دیا۔ ان میں اسماء افعال بھی شریک ہیں۔ گویا زندگی اور کائنات کی تمام اشیا اور ان کے افعال کا انسان کو علم بخشا۔ پھر ملائکہ سے سجدہ کرا کے اس کو تمام کائنات میں شرف اور فضیلت بخش دی۔ گویا انسان میں نہ صرف ملکوتی قوتیں سمو دیں بلکہ ان میں ملائکہ کی استقامت بھی پیدا کر دی۔ سب سے بڑا کرم یہ کیا کہ انسان کو نبوت بخشی۔ جو علم و عقل اور حکمت سے بھی انتہائی بلند مقام ہے۔ عقل و حکمت کو مقام نبوت کا شعور تو ہو سکتا ہے مگر اس پر دسترس حاصل نہیں ہو سکتی۔ جیسے ایک کم عقل انسان زیادہ عقلمند انسان کا ادراک تو کر سکتا ہے مگر خود اس عقل تک رسائی نہیں کر سکتا۔ نبوت کی برکت سے فیضان خداوندی وحی اور الہام کی نعمتوں سے انسان مستفید ہوا۔ جس سے انسان کا اس زندگی کے حقائق کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ سے بھی تعلق قائم رہا۔ وحی اور الہام کی بارش سوائے نبیوں کے ممکن نہیں ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیم کے مطابق دین (نظام زندگی اور کائنات کے فطری قانون) مکمل ہو چکے ہیں اب کسی نبوت کی ضرورت نہیں ہے۔

وحی و الہام و خواب:- وحی و الہام اور خواب ایسے ذرائع ہیں جن سے انسان کا غیب یا مافوق انسان قوتوں سے تعلق قائم رہتا ہے۔ وحی کی صورت یہ ہے کہ غیب کو آنکھوں سے جاگتے میں دیکھتا ہے جیسے عام انسان خواب میں دیکھتے ہیں مگر اس میں بھی یہ فرق ہے کہ صاحب وحی جہاں غیب کو آنکھوں سے دیکھتا ہے وہاں اس کو اللہ تعالےٰ نے تصرف کی طاقتوں پر قدرت بھی بخشی ہوتی ہے وہ جس طرح چاہے ان سے کام لے سکتا ہے مگر خواب میں انسان کو اپنے اعمال پر قدرت نہیں ہوتی۔ صاحب وحی جیسے دیکھتا ہے ویسا ہی اس دنیا میں ظاہر ہوتا ہے۔ خواب کے دیکھتے ہوئے ضروری نہیں ہے کہ وہ ویسا ہی ظاہر ہو اس کے

بالکل برعکس بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ الہام کا تعلق آفاق اور نفس کا تعلق ہے جو قانون فطرت کے مطابق قائم کیا گیا ہے۔ وحی صرف نبوت تک محدود ہے جیسے حکمت صرف عقل تک محدود ہے جیسے حکمت صرف عقل تک محدود ہے اسی طرح عقل کے لئے ذہن کی صفائی اور علم کے لئے سمجھ ضروری ہے جس طرح ہر شخص صاحب عقل اور اہل حکمت بھی کسی مقام پر بھی نبوت کا ادنےٰ مقام بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ایک نبی کا الہام اور خواب بھی ایک عام انسان یا صاحب عقل اور اہل حکمت شخصیت سے بہت بلند ہوتا ہے۔ جیسا جیسا علم و عقل اور حکمت ہوتی ہے اسی طرح ہی فہمید ہوتی ہے۔ ففضلنا بعضکم علیٰ بعض۔ یہ وہ قوتیں ہیں خدا نے نبیوں کو بخشی ہوئی ہیں۔ جب نبیوں سے کوئی مافوق الانسان اعمال ظاہر ہوتے ہیں ان کو معجزہ کہا جاتا ہے۔

القاء و اشارات اور شگون:- وحی و الہام اور خواب کے بعد انسانوں کو غیب کی طرف سے القاء و اشارات بھی ہوتے ہیں۔ اور بعض اشیاء اور افعال سے شگون بھی لیتے ہیں۔ اگرچہ القاء و اشارات قابل اعتماد نہیں ہیں تاہم نیک لوگوں کے القاء و اشارات اپنے اندر ضرور ایک اہمیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح شگون پر اعتقاد رکھنا درست نہیں ہے البتہ شگون میں صدیوں کے تجربات کبھی کبھی صحیح ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی بالکل غلط بلکہ برعکس ثابت ہوتے ہیں۔ ان کو زندگی کا جزو بنا لینا اپنے کو غلط فہمی میں گرفتار کر لینا ہے۔

معجزہ، کرامت اور جادو:- معجزے صرف نبیوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ان سے دیگر لوگ عاجز ہیں۔ اسی طرح جو غیر معمولی افعال یا مافوق الانسان اعمال نیک لوگوں سے ظاہر ہوں ان کو کرامت کہتے ہیں

اسی طرح بعض لوگ فطرت کی بعض قوتوں پر دسترس حاصل کر کے بعض مافوق الانسان اعمال پر قدرت پا لیتے ہیں۔ اس کو جادو کہتے ہیں۔ ایسے اعمال کا تعلق خداوند تعالے سے نہیں ہوتا۔ ان کو معجزہ اور کرامت بھی نہیں کہا جا سکتا۔ جادو کی مثال سائنس کی کسی نئی ایجاد سے ہو سکتی ہے کہ جب وہ وجود میں آتی ہے تو عوام اول یقین نہیں کرتے۔ اور جب یقین آجاتا ہے تو حیران ہو جاتے ہیں۔ جس قدر بھی اعمال جادو ہیں ایک نہ ایک دن ان کی حقیقت تجرباتی علم سے آشکار ہو جائے گی۔ بہرحال یہ امر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جادو بھی معجزہ اور کرامت کی طرح لوگوں کی نگاہ میں ایک قوت ہے۔ اور اس کو بھی لوگ جاننے اور سیکھنے کے لئے بے چین نظر آتے ہیں۔ جادو پر ہی منحصر نہیں ہے انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ اس قدر قوت حاصل کرے کہ اس کو زندگی و کائنات نفس و آفاق اور قوت و جوانی پر قدرت حاصل ہو جائے۔ اس سارے بیان کا مقصد بھی یہ تھا کہ قوت اور غلبہ کے اعمال و افعال دیکھ کر اور معلوم کر کے بھی انسان کے جذبہ حصول قوت میں شدید تحریک پیدا ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کم از کم وہ اپنی زندگی طویل اور جوانی کو دائمی بنا سکے۔ اس لئے شب و روز وہ جدوجہد اور سعی میں بے چین نظر آتا ہے۔

امثال طویل عمری اور جوانی:- تیسری حقیقت جس سے انسان کو طویل عمری اور قیام جوانی کا تصور پیدا ہوا وہ طویل عمری جوانی اور قوت کی مثالیں اور نمونے ہیں۔ خاص طور پر گذشتہ زمانے کے قصے اور افسانے جن سے انسان کے جذبات میں بھی تحریک پیدا ہوئی کہ وہ بھی اپنی عمر کو طویل۔ جوانی کو قائم اور قوت کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرے مثلاً یونانی علم الاصنام اور ہندو دیو مالا میں دیوی دیوتاؤں کا امر ہونا

ان کی لامتناہی قوت، ان کی حکومت و غلبہ اور ان کی بے اندازہ جنسی قوت اور عیش و نشاط کے واقعات، ان کی ملکیت میں امرت کا ہونا جس کے پینے سے دائمی زندگی اور جوانی قائم رہتی ہے۔ اسی طرح ایور ویدک میں کایا کلپ و اعادہ شباب اور جنسی قوت کو حاصل کرنے کے نسخے وغیرہ انسان کو تحریک دیتے ہیں کہ وہ بھی ان جادو اثر اکسیرات سے مستفید ہوں۔

اسلامی تصورات میں فرشتوں کی دائمی زندگی۔ جنوں کی غیر معمولی طاقت۔ پیغمبروں کی طویل ترین عمریں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر تقریباً نو سو سال تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا اب تک زندہ ہونا وغیرہ اسی طرح قرآن حکیم میں اصحاب کہف اور ان کے کتے کا تین سو سال تک سوتے رہنا۔ ایسے حقائق ہیں کہ جن کو سوچے بغیر انسان نہیں رہ سکتا۔ ان مافوق الانسان ہستیوں کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ نیک اور متقی انسانوں کی زندگیاں طویل اور قابل رشک ہوتی ہیں۔ اسی طرح پہلوؤں کے ڈیل ڈول خوبصورت بدن اور غیر معمولی قوت بھی انسان کے جذبات کو طویل عمری و جوانی اور قوت کی طرف ابھارتی ہے۔ بعض لوگ جو اپنی صحت و جوانی اور خوبصورتی کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر بھی ان لوگوں کے جذبات میں تحریک پیدا ہوتی ہے جو ان خوبیوں سے محروم ہوتے ہیں۔

حسن اور حسین نظاروں خصوصاً نوخیز حسین عورتوں کو دیکھ کر انسان کے خفیہ جذبات بیدار ہوتے ہیں اور طویل عمری کے ساتھ جوانی اور قوت کی تمنا کرتا ہے اس دنیا کی لامتناہی دولت، حکومت اور عیش و نشاط کا حصول بھی انسان کو طویل عمری و جوانی اور قوت قائم رکھنے پر مجبور کرتا ہے۔ دریاؤں و سمندروں اور پہاڑوں و سبزہ زاروں کے مناظر میں حسین پرند و چرند انسانی زندگی میں رومان و

ارمان اور شوق و لطف کی کیفیت کو نمایاں کر دیتے ہیں یہ سب کچھ زندگی کے طلب گار ہیں خاص طور پر جب انسان ایک نوخیز اور حسین جوڑے کو جوانی کے نشے میں سرشار گل گشت دیکھتا ہے تو اس کا دل بھی ایسی حقیقت افروز شعریت کے لئے تڑپ اٹھتا ہے۔ رنگین و حسین نظاروں کی طرح خوش نوائی اور نغمات دل نواز بھی ساز زندگی کے مضراب پر زخمہ مارتے ہیں اور اس کو زندگی کی لطافتوں اور لذتوں سے لطف اندوز اور مستفید ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔

بعض علاقے ایسے ہیں جن کے رہنے والوں کی عمریں طویل، جوانیاں پُرلطف ہوتی ہیں۔ ایسا ایک مقام پاکستان میں بھی ہے وہ ایک پہاڑی علاقہ ہے۔

اسی طرح کا ایک مقام اٹلی میں ہے۔ جس کا نام سیٹھورا ہے۔ جہاں پر سَتر سال سے کم عمر لوگوں کو بچہ ہی تصوّر کیا جاتا ہے۔ سائنس دان اس قصبہ کے لوگوں کی طویل عمری کے راز سے حیران تھے۔ اور اس بات کی ٹوہ میں ایک مدت سے پریشان تھے۔ کہ آخر اس قصبہ میں کونسی ایسی خصوصیت ہے کہ یہاں کے باشندوں کی عمریں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ ایک طویل مدت کی تحقیقات کے بعد انہوں نے یہ راز پالیا کہ قصبے میں جو چشمے بہتے ہیں ان کے پانی میں ایسی دھاتیں ہوتی ہیں جن سے انسان صحت مند رہتا ہے۔ جلد بوڑھا نہیں ہوتا اور طویل عمر پاتا ہے اسی طرح کا ایک علاقہ امریکہ میں بھی ہے۔

تجربہ اور مشاہدہ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض پہاڑی علاقوں خصوصاً جہاں پر قدرتی گرم چشمے ہوں۔ صحت و جوانی اور طویل عمری کے لئے خصوصیت رکھتے ہیں اسی طرح جن علاقوں کے پانی میں فولاد کی زیادتی پائی جائے ان علاقوں کے لوگوں کی عمریں بھی طویل اور جوانی و صحت قائم رہتی ہے۔ میری تحقیقات یہ ہے کہ جن علاقوں میں فولاد اور گندھک کے ملے جلے اثرات پائے جائیں۔ ان علاقوں

میں یقیناً اکثر عمریں طویل اور جوانی و صحت عرصہ تک قائم رہتی ہے۔ جیسے بلوچستان کا علاقہ ان خوبیوں کے لئے مشہور ہے۔ وہاں کے لوگ اکثر صحت مند طویل قامت و طویل عمر، جنگ جو اور رومان پسند ہوتے ہیں۔ دوسرے جن علاقوں میں سونا زیادہ ہوتا ہے۔ وہاں بھی یہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ سونا ایسی دھات ہے جس کو دھاتوں کی گندھک کہنا چاہیئے جن علاقوں میں سونا نکلتا ہے ان میں عرب زیادہ مشہور ہے۔ وہاں کے لوگوں میں انسانی کمالات کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

بعض حیوان بھی طویل عمر اور طاقتور ہوتے ہیں۔ جیسے ہاتھی جس کی عمر تین سو سال ہوتی ہے۔ اسی طرح پرندوں میں کوّوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی عمریں بھی بہت طویل ہوتی ہیں۔ یعنی کئی صدیاں زندہ رہتے ہیں۔ ان کی سیاہی بھی فولاد کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ غرض ان تمام شواہد و تجربات اور معلومات نے انسان کے جذبات میں تحریکات پیدا کیں کہ وہ طویل عمری۔ قیام جوانی اور بے پناہ قوت کے راز کو معلوم کرے۔

امراض سے شفاء:۔ طویل عمری و قیام جوانی اور حصول قوت کی تحریک کا ایک زبردست جذبہ اس وقت بھی پیدا ہوتا ہے جب انسان کو کسی مرض خصوصاً خوفناک اور تکلیف دہ مرض سے نجات مل جاتی ہے۔ شفاء حاصل کر لینے کے بعد وہ قدرتی طور پر غور کرتا ہے کہ اگر وہ اپنی صحت کی نگرانی کرے اور حصول قوت میں جد و جہد کرتا رہے تو یقینی امر ہے کہ جس طرح اس خوفناک اور تکلیف دہ مرض سے اس کو شفا مل گئی ہے اسی طرح وہ مزید قوت حاصل کر کے اپنی جوانی کو قائم کر سکتا ہے۔ غیر معمولی قوت کے بعد یقیناً وہ اپنی عمر کو بڑھا سکتا ہے اور زندگی کے دن بے انتہا مسرّت اور شادمانی سے گذار سکتا ہے یہ حقائق ہیں صرف تصوّرات نہیں ہیں۔ بے شمار لوگوں نے میری زیر نگرانی اپنی صحت

کو کمال تک پہنچایا ہے۔ بے شمار ایسے مریض جو خوفناک امراض میں مبتلا تھے جن میں ٹی۔ بی کے مریضوں کی ایک کافی تعداد ہے جنہوں نے صحت اور غذا کے اصولوں کو سمجھنے کے بعد اپنے اندر غیر معمولی طاقت اور قابل رشک صحت حاصل کر لی تھی۔ ان میں سے ایک صاحب ٹی۔ بی کے ایسے مریض تھے جن کو ڈاکٹروں نے لاعلاج کر دیا تھا۔ جس وقت انہوں نے صحت اور غذا کے اصولوں کو اپنایا تو تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کی صحت بہتر ہونا شروع ہو گئی۔ بہت جلد ان کو ٹی۔ بی سے نجات مل گئی۔ پھر انہوں نے ورزش شروع کر دی اور ویٹ لفٹنگ (وزن اٹھانا) کی پریکٹس (مشق) شروع کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ چند سالوں میں وہ لاہور کے حلقہ میں وزن اٹھانے میں بازی لے گیا اور پھر وہ اس مقابلہ کے لئے ولایت گیا وہاں پر بھی تیسرے نمبر پر کامیاب ہوا۔ اس شخص نے صحت کا راز پا لیا اور اپنی زندگی کو کامیاب بنا لیا۔ اسی طرح جو لوگ اپنی صحت و جوانی کے قیام اور قوت کے حصول میں شب و روز جد و جہد اور سعی کرتے رہتے ہیں ان کی بیماری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ایسے لوگ دنیا میں ہمیشہ خوش و خرم رہتے ہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ پہلوان، باڈی بلڈر، اتھلیٹس (کھیلوں میں حصہ لینے والے)، ورزش کرنے والے، تیراک، گھوڑ سوار تقریباً بیمار نہیں ہوتے ایسے لوگوں کی موتیں اکثر حوادثات سے ہوتی ہیں یا جب یہ لوگ اپنی روزانہ زندگی کے مشاغل چھوڑ دیتے ہیں تو امراض میں گرفتار ہو جاتے ہیں پھر موت کی آغوش میں پہنچ جاتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت ہے کہ جس طرح انسان امراض سے شفاء حاصل کر کے پھر صحت مند اور تندرست ہو جاتا ہے بلکہ کوشش کے بعد غیر معمولی قوت حاصل کر لیتا ہے تو اگر وہ اپنی جد و جہد اور سعی کو جاری رکھے تو یقیناً بڑھاپے پر بھی فتح حاصل کر سکتا ہے کیونکہ یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ بڑھاپا بھی ایک بیماری

۴ جب تک حسن و شباب کی رونق جسم سے پورے طور پر ظاہر نہ ہو۔ حسن و صحت اور شباب کا یقینی علاج ہے اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس تحقیقات میں بے شمار اسرار و رموز پیش کر دیئے گئے ہیں۔ خادم فن صابر ملتانی مورخہ ۴ جنوری ۱۹۶۱ء

ہے جو رفتہ رفتہ جوانی اور قوت کو کھا جاتی ہے۔ اس لئے امراض سے شفاء کے تجربہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر شخص اس حقیقت کو خوب سمجھتا ہے کہ انسان تندرست ہونے کے بعد اپنے اندر غیر معمولی قوت پیدا کر سکتا ہے اور اپنی جوانی کو ایک بڑی مدت تک قائم رکھ سکتا ہے بلکہ تمام عمر جوان رہ سکتا ہے اور اپنے کو اگر حادثات سے بچائے رکھے تو وہ ایک طویل عمر تک زندہ رہ سکتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۲۴

ایک تولہ شہد خالص ایک چھٹانک۔ ترکیب:- اول زعفران کو باریک کر کے شہد میں ملائیں پھر اس میں کستوری اور کشتہ چاندی ملائیں۔ خوراک:- چار رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ حریرہ بادام صبح و شام استعمال کریں۔ اس میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے رطوبت عزیزی پیدا کرتا ہے۔

اکسیر اعادہ شباب:- کشتہ الماس ایک ماشہ۔ کشتہ مرجان ایک تولہ۔ کشتہ عقیق ایک تولہ۔ ترکیب:- کشتہ جات کو آپس میں ملا لیں۔ مقدار خوراک:- ۲ چاول سے ایک رتی تک ہمراہ خمیرہ مروارید دن میں تین چار بار استعمال کریں۔

تجویز علاج:- جب اعادہ شباب یا ضعف باہ یا بالوں کی سفیدی کا علاج کرنا مقصود ہو۔ اول اس امر کا فیصلہ کریں کہ کونسا عضو خراب ہے اور چھ صورتوں میں سے کونسی صورت پیدا ہے۔ پھر اس عضو کی مناسبت سے کوئی ملین یا ہلکا مسہل دیں۔ اس کے بعد ضرورت کے مطابق مفرد یا مرکب نسخہ جات میں سے لے کر استعمال کریں۔ اور غذا بھی اسی عضو کے مطابق استعمال کرائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد بڑھاپا اور قبل از وقت بڑھاپا واپس جوانی میں لوٹنے لگے گا۔ اور علاج کو اس وقت تک جاری رکھیں ۴

تحقیقات اعادہ شباب اور کایا کلپ اور اس کی تاریخ

یہ حقیقت ہے کہ بڑھاپا ایک تکلیف دہ زندگی ہے۔ اس لئے ہمیشہ ہر زمانے میں اس سے نجات حاصل کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔

کون ایسا بوڑھا ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ میرا بڑھاپا ختم ہو جائے۔ اور ایک بار پھر جوانی لوٹ آئے۔ بلکہ بڑھاپا یہاں تک تکلیف دہ ہے کہ بوڑھا شخص بڑھاپے پر موت کو ترجیح دیتا ہے۔ اسی طرح شباب ایک ایسی نعمت ہے کہ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ اس کا شباب ہمیشہ قائم رہے۔ اور کم از کم طبعی عمر تک بوڑھا نہ ہو بلکہ طبعی عمر بھی پسند نہیں کرتا اس کی خواہش ہے کہ زندگی شباب دائمی ہو جائے اگر موت آئے بھی تو بغیر حادثہ کے نہ آسکے۔ اس کے ساتھ بے انتہا قوت کی خواہش اور ہر قسم کے مرض پر قابو پانے کی تمنا بھی انسان میں شدت سے پائی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ صرف قیام شباب کی صورتیں ہیں۔

طبی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب سے انسان کو دنیا کا مزا پڑا ہے اور اس کی لذتوں کو محسوس کیا ہے، اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح دنیا میں نہ صرف زیادہ عمر تک زندہ رہے بلکہ جوان رہ کر یہاں کی لذتوں سے بہرہ اندوز ہوتا رہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے ماہرین فن طب نے حفظ صحت کے اصول قائم کئے تاکہ زیادہ سے زیادہ عرصہ تک لطف شباب حاصل کیا جا سکے۔ اور اگر بڑھاپا قریب آنا بھی چاہے تو اس کو ہر ممکن طریقے سے

محمد مزمل صدیقی 03047152589

جلد آنے پر روکا جا سکے یا صحت کو اس مقام پر رکھا جا سکے کہ بڑھاپا زندگی کے وظائف میں رکاوٹ کا باعث نہ بن سکے۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے تجربات کئے گئے، نظریات قائم کئے گئے۔ اصول بنائے گئے۔ اغذیہ تجویز کی گئیں نسخے تیار کئے گئے اور مختلف علاج ایجاد کئے گئے۔ اس لئے ہر طریق علاج میں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بے شمار تجربات و مشاہدات نظریات و اصول اور علاج و ادویات پائی جاتی ہیں۔ اور بہت سی باتیں یقیناً کامیاب بھی ہیں۔

دائمی زندگی، حسن و شباب اور تندرستی و توانائی ایسی خواہشات ہیں کہ جو ہر شخص کے دل میں ضرور چٹکیاں لیتی ہیں۔ پھر یہ خواہشات ایسی ہیں جو ہر زمانے میں پائی جاتی رہی ہیں۔ ہزاروں سالوں کی طبی تاریخ اس پر شاہد ہے اور آج کی ماڈرن سائنس میں بھی اس پر تحقیقات جاری ہیں۔ قدیم طبی تاریخ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ طویل عمری، قیام شباب، اور دائمی صحت کے لئے بڑی بڑی کوششیں کی گئی ہیں۔ کسی نے آب حیات کی تلاش کی، کسی نے قوت شباب کے لئے اکسیر بنانے کی کوشش کی۔ کسی نے جنسی قوت کے حصول کے لئے تریاق تیار کرنے کی جدوجہد کی۔ اگر کوئی صورت حاصل نہ ہوئی تو سونے اور جواہرات کی مضبوطی کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا استعمال کیا۔ بعض لوگوں نے زہروں کے استعمال سے اس خواہش کو پورا کرنے کی سعی کی ہے بعض لوگوں نے یہاں تک جرأت کی ہے کہ خوفناک سانپوں سے ڈسوایا ہے تاکہ ان کا زہر جسم کے اندر کے زہر کو ختم کر دے اور پھر جوانی اور قوت لوٹ آئے۔ اس قسم کے بے شمار تجربات سے طبی تاریخ بھری پڑی ہے جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

ایورویدک اور اعادہ شباب:- سب سے پرانی طبی تاریخ ایورویدک کی ہے۔ اگرچہ چین کو بھی قدامت کا

فخر حاصل ہے۔ لیکن ابتدائی ایورویدک دور ہندوستان سے چین اور وسط ایشیا تک پھیلا ہوا تھا۔ جس دور کو بابل نینوہ کی تہذیب کہتے ہیں۔ ایورویدک کی طبی کتب اور شاستروں میں طویل عمری، قیام جوانی اور اعادہ شباب پر بہت کچھ لکھا گیا ہے بلکہ ایورویدک میں ایک جدا اشلاخ قائم کردی گئی تھی۔ جس کا نام کایا کلپ رکھ دیا گیا تھا۔ ایورویدک میں کایا کلپ پر جو کچھ لکھا گیا ہے اگر اس کو اکٹھا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوتی ہے۔ اگر اس پر باقاعدہ تحقیقات کی جائے تو باقاعدہ ایک بہت بڑا سائنسی ادارہ (کایا کلپ انسٹی ٹیوٹ) بن سکتا ہے۔ اور یہ تحقیقات کئی سالوں میں بھی ختم نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے وہ ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔ اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔۔

کایا کلپ:۔ کایا کلپ کے ظاہرہ معنی ہیں اعادہ شباب لیکن اس کا صحیح مقصد یہ ہے کہ بڑھاپے کو جوانی میں اس طرح بدلنا کہ اس سے طویل عمر پا کے ساتھ ساتھ جوانی کی تمام قوتیں بھی پھر پیدا ہو جائیں، ایورویدک میں کایا کلپ کے ایسے ایسے نسخہ درج ہیں۔ جن کے متعلق لکھا ہے کہ فلاں نسخے سے پانچ سو سال عمر بڑھ جاتی ہے، فلاں نسخے سے ہزار سال عمر بڑھ جاتی ہے اور فلاں نسخے سے دس ہزار سال عمر بڑھ جاتی ہے۔ لیکن افسوس سے لکھنا پڑتا ہے ہم نے کوئی ایسا وید نہیں دیکھا نہ سنا بلکہ کتب میں بھی نہیں پڑھا کہ جس کی عمر دس ہزار سال تو رہی ایک طرف اس کی عمر کایا کلپ سے صرف ایک سو سال بھی بڑھ گئی ہو ہمارے ہوش میں پنڈت مدن موہن مالویہ نے جو ہندوستان کے مشہور لیڈر تھے اپنے وید شاستروں کی شہرت کے لئے آپ نے کایا کلپ کرایا تھا۔ انہوں نے ہندوستان کے بہت سے چوٹی کے ویدوں کو بلوایا تھا۔ جب ان کا کایا کلپ ہو گیا تو اخبار میں پڑھا تھا کہ ان کی صحت بہت اچھی ہو گئی ہے مگر نہ ان کے بال سیاہ ہوئے اور

نہ دانت نکلے اور نہ ہی بینائی میں قوت پیدا ہوئی۔ اور پھر چند سالوں کے بعد مر بھی گئے۔ بہرحال ہم پھر بھی کایا کلپ پر یقین رکھتے ہیں ممکن ہے کہ اس دور کے وید صاحبان کایا کلپ سے پوری طرح پر واقف نہ ہوں۔

مسیح الملک جناب حافظ حکیم محمد اجمل خان صاحب کے زمانہ میں آل انڈیا ایورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کا جب چودھواں سالانہ اجلاس دہلی میں منعقد ہوا تھا۔ اس زمانے میں ڈاکٹر کے۔ ڈی شاستری کی تحریک پر کانفرنس نے ایک تجویز پیش کی کہ "یہ کانفرنس قرار دیتی ہے کہ کایا کلپ اور درازی عمر وغیرہ مضامین پر پوری تحقیقات کرنے کے لئے طبی کانفرنس کے ماتحت ایک سوسائٹی قائم کی جارہی"۔ جناب مسیح الملک بہادر کی تائید اور حاضرین کے اتفاق رائے سے یہ تجویز منظور ہو کر اصحاب ذیل کے ارکان قرار دیئے گئے تھے۔ (۱) ڈاکٹر کے۔ ڈی شاستری (۲) مسیح الملک بہادر مرحوم (۳) کویراج ہری رنجن داس صاحب معظم دور (۴) ڈاکٹر حبیب الرحمٰن مرحوم سابق پرنسپل طبیہ کالج دہلی (۵) کویراج گن ناتھ سین صاحب کلکتہ۔ اس قرارداد کے پاس ہونے اور کانفرنس کے ماتحت سوسائٹی قائم ہونے کے بعد پھر اس کا علم نہیں ہو سکا کہ سوسائٹی نے کوئی کام کیا بھی کہ نہیں کیا تھا۔ البتہ ڈاکٹر کے۔ ڈی شاستر نے اپنے زوردار لیکچر میں طبی دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ انسان کی عمر بہت طویل ہو سکتی ہے اور وہ بڑھاپے سے نجات پا سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے دعوے کے متعلق یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ایورویدک شاستروں میں ایسی رسائینوں کے مجرب و تیر بہدف نسخہ جات پائے جاتے ہیں۔ جن کے استعمال سے بال ناخن اور دانت گر جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے بال و نئے ناخن اور نئے دانت نکل آتے ہیں۔ بڑھاپا زائل ہو جاتا ہے شباب عود کر آتا ہے۔ ایورویدک کا دعویٰ ہے کہ کایا کلپ کے بعد انسان سینکڑوں اور

ہزاروں سالوں تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اور اس پر کسی قسم کے مرض اور زہر بلکہ افلاس تک کا اس پر اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ بھگوان اُتری کمار پُنیر دسو رسائن کے اوصاف کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ "اے زندگی کے آرزومندو! اس امرت روپی رسائن کی بات سنو جو دیوتاؤں کے لئے بھی مفید ہوتی ہے اس کا اثر غور و فکر سے بالاتر اور عجیب و غریب ہوتا ہے وہ عمر بڑھاتی، صحت بخشتی اور اوستھا (حالت) کو قائم رکھتی ہے۔ نیند، غنودگی، تھکان، جمائی، سستی، لاغری کو دور کرتی ہے وات، پت اور کف کو اعتدال پر رکھتی ہے۔ جسم کو مضبوط بناتی ہے۔ جسم کے ڈھیلے پن کو دور کرتی ہے۔ قوت ہاضمہ کو بڑھاتی ہے۔ آب و تاب رنگ، اور آواز کو بہتر بناتی ہے۔ چیونا وغیرہ بہت سے رشی اس کی بدولت از سر نو بڑھاپے سے جوانی حاصل کر چکے ہیں اس کی بدولت عورتیں ان سے بہت محبت کرتی تھیں اسی سے ان کے جسم مضبوط ہموار اور سڈول ہوتے تھے طاقت، رنگت اور اندریاں (حواس خمسہ) تروتازہ رہتی تھیں۔ کبھی ہمت نہیں ہارتے تھے اور سختی کو بآسانی برداشت کرسکتے تھے وغیرہ۔

آیورویدک میں طویل عمری کے اصول:۔ "چرک" آیورویدک کی مستند کتاب ہے۔ اس میں طویل عمری۔ اعادہ شباب اور قیام قوت کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن ہم طوالت کو نظر انداز کرتے ہوئے۔ اس پر چند اہم اصول لکھتے ہیں تاکہ قارئین ان سے پورے طور پر مستفید ہوسکیں۔ اور اگر شوق ہو تو مزید معلومات اور غور و فکر کرسکیں۔

طویل عمری کے تین ذرائع:۔ (۱) جسم کے تین "اُپ ستمبھ" (۲) تین بل (۳) تین آئتنیں (۴) تین روگ (۵) تین روگ مارگ (۶) تین طرح کے وید اور (۷) تین طرح کی اوشدھی ہوتی ہے۔ مختصر

تفصیل درج ذیل ہے۔

اُپ ستمبھ کے بھی تین بڑے کھنب ہیں۔ سشرت میں جسم کو "تر ستھون" کا نام دیا گیا ہے یعنی کف، وات اور پت تین ستونوں والا جب یہ مناسب حالت میں رہتے ہیں تو جسم تندرست رہتا ہے۔ لیکن مکانوں میں ستونوں کے علاوہ کھنبوں کی بھی ضرورت ہے اس لئے وات، پت اور کف تینوں ستونوں کے سہاروں کے لئے کھانا، سونا اور برہمچریہ تین اُپ ستمبھ (کھنبے) ہیں۔ اگر تینوں سے بہ ترتیب مناسب کام لیا جائے تو وات، پت اور کف تینوں ٹھیک حالت میں رہ کر جسم کو بہت دنوں تک زندہ رکھتے ہیں جسم کی طاقت اور خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ بل بھی تین طرح کا ہوتا ہے (۱) سہج (۲) کالج (۳) یکتی کرت "سہج" کو "سبھاوک" بل بھی کہتے ہیں جو شریر اور من کی پرکرتی (مزاج) کے موافق ہوتا ہے (۲) "کالج" جس کو "کال کرت" بل بھی کہتے ہیں جو رتوں اور اوستھاؤں کے موافق ہوتا ہے (۳) "یکتی کرت" بل وہ ہے جو خوراک اور ورزش کے مناسب ترتیب سے عمل میں لانے سے بڑھتا ہے آئتن کے معنی کوشش ہے یہ بھی تین اقسام کی ہوتی ہے۔ محسوسات، کال اور کرم کا (۱) اتی یوگ (۲) ایوگ (۳) متھیا یوگ ہیں روگ (امراض) بھی تین ہیں (۱) شاریرک (۲) اگنتک (۳) مانسک (۱) جو روگ شریر کے دوشوں (وات، پت اور کف) کے بگڑنے سے پیدا ہوتے ہیں وہ "نیج" کہلاتے ہیں (۲) جو روگ خوف، زہر، وایو، آگ اور چوٹ وغیرہ سے پیدا ہوتے ہیں وہ اگنتک کہلاتے ہیں (۳) ابھیشٹ (دلپسند) چیزوں کے نہ ملنے اور انشٹ (خلاف خواہش) چیزوں کے ملنے سے جو روگ پیدا ہوتے ہیں انہیں مانسک روگ کہتے ہیں "وید" بھی تین اقسام کے ہوتے ہیں۔ (۱) بھشک چھدم چر۔ ایسا شخص جو ویدوں کی طرح ساز و سامان۔ ادویات اور

کتابیں جمع کر کے رکھتا ہے یا ویدوں کی طرح ٹیپ ٹاپ بنائے رکھتا ہے اس کو پتی روپک یا بھشک چھندچر کہتے ہیں (۲) سدھ سادھت۔ ایسے شخص کو کہتے ہیں جو کرتی، جس اور گیان سے یکت سدھوں کے نام سے وید ہونے کا نام پانے کی کوشش کرے۔ لیکن خود ان سدھوں کی اس میں ایک بھی بات نہ ہو اسے سدھ سادھت کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ دو آدمی آپس میں سازش کر کے ایک ان میں سدھ وید بن جائے اور دوسرا لوگوں میں یہ مشہور کرتا پھرے کہ فلاں وید بڑا کامل ہے اسی طرح اس مصنوعی وید کی دنیا میں عزت اور مان بن جائے وغیرہ (۳) وید گون یکت ہے۔ ایسے وید کو کہتے ہیں جو دواؤں کے استعمال میں ماہر کامل۔ گیان وگیان سے واقف۔ سدھ سمپن، صحت بخشنے والا۔ زندگی دینے والا اور طاقت بڑھانے والا ہو۔ اوشدھیوں کے معنی علاجات کے ہیں اس کے بھی تین اقسام ہیں (۱) "دیو ویپا شرے" ایسی اوشدھی ہے جس میں منتر، اوشدھی دھارن، منی دھارن، منگلا چرن، بلیدان، اپہار ہوں، نیم، پرائسچیت، اپ واس سوستی واچن، پرنی پات، تیرتھ جاترا وغیرہ کو عمل میں لایا جاتا ہے (۲) "یکتی ویپا شرے" ایسا اوشدھی ہے جس میں موافق و ناموافق کا وچار کر کے کھانا اور ٹھیک ترکیب سے اوشدھی کا استعمال کرنا ہے (۳) ستو وجے ایسی شدھی ہے جس میں مضر وشیوں سے من کو روکنا ہے۔

ایورویدک میں طویل عمری کی صورت اس وقت عمل میں آ سکتی ہے جب کہ ایک نیک وید پورے طور پر علمی اور عملی حیثیت سے فاضل ایورویدک اور ماہر فن ہو۔ صرف ادویات کا استعمال دوسروں کے لئے مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ وید مرض اور خرابی جسم کے ندان (سبب) سے واقف ہوتا ہے۔ اور وہی ندان کو رفع کرنے کی صحیح کوشش کر سکتا ہے۔ ایورویدک میں روگ تین ندان سے پیدا

ہوتے ہیں (۱) "اساتمیہ اندری ارتھ سنیوگ" یعنی نامطابق اندریے وشیوں کے بھوگ سے (۲) "پرگیا پرادھ" یعنی بدھی کے دوش سے (۳) "پرنیام" یعنی وقت سے۔ یہی تین اسباب تین اقسام کے روگ پیدا کرتے ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے شاریرک روگ تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) اگنیہ یعنی پتج (۲) سومیہ یعنی کف (۳) وائے وے یعنی وات۔ مانسک روگ دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) "راجس" جو رجوگن سے پیدا ہوتے ہیں (۲) "تامس" جو تموگن سے پیدا ہوتے ہیں (۳) اگنتک کی تفصیل گذر چکی ہے۔

نوٹ:- ایورویدک میں مرض کے لئے روگ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ لیکن ویادھی، آمے، گد، آتنگ، یکشما، وکار وغیرہ سب الفاظ ایک ہی معنوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔

اشدھی (علاج) میں ادویات کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے۔ ادویات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ اول مفید ادویات جن کو بھیشج۔ دوسرے مہلک ادویات جن کو ابھیشج کہتے ہیں۔ پھر ہر ایک کی دو اقسام ہیں۔ بھیشج کے اقسام (۱) "اوجس کر" ایسی ادویات جو تندرست کو طاقت دینے والی ہیں (۲) "روگ نائنک" ایسی ادویات جو امراض کو دور کرنے والی ہیں۔

ابھیشج کے اقسام:- (۱) "وادھن" فوراً ہلاک کر دینے والی ادویات (۲) "سانو وادھن" ایسی ادویات جو کچھ دیر کے بعد ہلاک کر دیں "اوجس کر بھیشج" ہی ایسی ادویات ہیں جو تندرست اشخاص کے اوج (طاقت) کو بڑھاتی ہیں۔ اور وہی ورشیہ (مقوی باہ) اور رسائن (اکسیر) ہوتی ہیں۔ رسائن کی ایک خوبی یہ ہے کہ اسمیں قسم کے مرض کو دور کر دینے کے ساتھ ساتھ مقوی باہ بھی ہوتی ہیں۔ اور ایورویدک میں یہ بھی

تخصیص کی گئی ہے کہ جو ادویہ ورشیہ ہیں وہی رسائن بھی ہیں۔

رسائن کیا ہیں:۔ رسائن ایسی ادویات کو کہتے ہیں جو امراض کے لئے اکسیر ہوں اور اس کے ساتھ ہی جسم میں توانی کے ساتھ ساتھ قوت باہ کو یقیناً بہت زیادہ پیدا کردیں۔ رسائن ادویات ہی کے استعمال سے انسان کو بڑی عمر، جنسی قوت، قوت حافظہ، ذہانت، صحت، لطف جوانی، خوبصورتی خوش آواز ہونا، جلال، جسم اور اعضائے جسم کی طاقت، واک سدّھی (منہ سے جو بات نکلے وہ پوری ہو جائے) پرنتی (متحمل مزاجی) اور کانتی (چہرے کا نور) حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ ان ادویات سے رس، رکت وغیرہ ساتوں دھاتوں کا حصول ہوتا ہے اس لئے انہیں رسائن کہتے ہیں۔

ورجی کرن:۔ یہ جو تخصیص کردی گئی ہے کہ ہر رسائن ورشیہ (مقوی باہ) ہوتی ہے اور ہر ورشیہ رسائن ہوتی ہے تو جاننا چاہیئے کہ ورجی کرن ایسی رسائن ہے جو ورشیہ (مبہی و شتہی) کے ساتھ ساتھ مرد کو اولاد پیدا کرنے کے قابل بنا دیتی ہے جو لوگ طویل عمری، قیام شباب اور اعادہ شباب چاہتے ہیں وہ ہمیشہ ورجی کرن ادویات استعمال کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ دھرما ارتھ (مقصد)، پریتی (محبت) اور یش (نیک نامی اور شہرت) چاروں انہی ورجی کرن ادویات کی بدولت حاصل ہوتی ہیں۔ ان کے کھانے سے فوراً ہی سرور پیدا ہو جاتا ہے۔ گھوڑے کی سی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اور آدمی جماع کرنے سے نہیں گھبراتا ان ادویات کا استعمال مردوں کو عورتوں کا پیارا بنا دیتا ہے اور بڑھاپے میں بھی وبرج کو کم نہیں ہونے دیتا۔

جس طرح ایک بہت بڑا درخت بے شمار ٹہنیوں کے پیدا ہونے سے آراستہ پیراستہ ہو جاتا ہے ویسے ہی ان ادویات کے استعمال والا مرد بہت سی اولاد

کے پیدا ہونے سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ یہی ادویات اولاد کی اصلی بنیاد ہیں اور انہی کے استعمال سے آدمی کو نیکنامی، دولت، طاقت اور تروتازگی حاصل ہوتی ہے۔

ایک قدیم واقعہ:۔ ایک زمانے کی بات ہے کہ سلیم الطبع اور یگیہ کرنے والے رشی گرامیہ (دیہاتی) ادویات اور اغذیہ کے استعمال سے ایسے دکھی ہوئے، کہ اپنے روزمرہ فرائض کی ادائیگی کے بھی قابل نہ رہے۔ تب وہ سوچنے لگے کہ یہ سب بستی میں رہائش رکھنے کا نتیجہ ہے۔ اور اس کا یہی علاج ہے کہ پورب کی رہائش اختیار کی جائے۔ اس لئے وہ ہمالیہ کے اس مقام پر گئے جہاں سے کلیان کاری اور پوتر دریائے گنگا کا آغاز ہوتا ہے۔ جہاں پر دیوتا، گندھرب اور کنر رہتے ہیں۔ جہاں قسم قسم کے رتن پائے جاتے ہیں۔ جہاں کا نظارہ نہایت دلکش ہے۔ جہاں برہم رشی، سدھ اور چارن نواس کرتے ہیں جہاں ہر قسم کی جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں۔ جہاں ہر شخص کا جی رہنے کا طلبگار ہے اور جس کی حفاظت اندر کرتا ہے۔

رشیوں کی اس جماعت میں بھرگو، انگرا، اتری، وسشٹ، کشیپ، اگستیہ درم دیو اور آسیت گوتم وغیرہ بہت سے رشی شامل تھے۔ اندر نے نہایت محبت سے اس جماعت کا استقبال کیا اور کہنے لگا، کہ اے برہم کے جاننے والو! اے گیان دھن اور تپودھن کے بھنڈار، برہم رشیو آپ کا آنا مبارک ہو۔ بستیوں کی رہائش سے آپ لوگوں کے چہرے اداس، بے رونق، بے نور، دکھی، اور سکھ سے خالی دکھائی دے رہے ہیں آپ لوگوں نے اپنی نیک دلی کی وجہ سے عوام کی بہتری کے واسطے اپنے اجسام کی کوئی پروا نہ کرکے بستیوں کی رہائش اختیار کی تھی۔ لیکن یاد رکھئے کہ بستیوں کی رہائش دکھوں کا منبع ہے۔ آؤ! میں آپ کو ایوروید کا اُپدیش سناؤں جو نہایت

مہربانی سے مجھے اشونی کماروں نے سکھایا تھا۔ کیونکہ ایورویدک کے اپدیش کے لئے اس سے اچھا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔

اشونی کماروں نے یہ علم پرجاپتی سے حاصل کیا تھا۔ اور پرجاپتی کو برہما جی نے اس کا اپدیش کیا تھا۔ کیونکہ عوام بڑھاپے اور بیماریوں کی وجہ سے کم عمر، دکھی اور گمراہ ہو رہے تھے۔ اسی وجہ سے تپسیا، انضباط حواس، عقل اور تحصیل علم کے ناقابل تھے برہما جی کا مقصد یہ تھا کہ مندرجہ بالا خرابیوں سے عوام کو نجات مل جائے۔ یہ علم بڑا کار ثواب ہے، اس سے عمر ترقی کرتی ہے، بڑھاپا اور بیماریاں دور ہوتی ہیں، طاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت حاصل ہوتی ہے۔ ایورویدک کا علم امرت کا سا اثر رکھتا ہے۔ اس لئے آپ اسے سن کر یاد رکھئے اور عوام کے فائدے کے لئے اس کی اشاعت کیجئے کیونکہ برہمی رشیوں کا معراج ہے وہی رفاقت ہے اور رفاقت ہی رحم ہے۔ آتما پر رحم کرنا ہی اچھا اور ثواب کا کام ہے۔ وہی صورت برہمیہ اور اکھشے کرم (لازوال فعل) ہے اندر کی ان باتوں کو سن کر رشی لوگ ویدک منتروں سے اس کی تعریف کرنے لگے اس کے بعد اندر نے رشیوں کو ایورویدک کا اپدیش دیا اور فرمایا کہ یہ سب کام عمل میں لانے کے قابل ہے۔ رسائن بنانے کا یہی سب سے اچھا موسم ہے۔ کیونکہ ہمالہ پربت پر پیدا ہونے والی سب جادو اثر بوٹیاں اس وقت مل سکتی ہیں اور اس وقت تاثیر کے لحاظ سے بالکل مکمل ہیں۔

اس واقعہ سے بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں۔ خدا پرستی، مخلوق کی خدمت دیہاتی اور شہری زندگی، ایورویدک کی خوبی طویل عمری، صحت اور رسائن تیار کرنے کا وقت اور بوٹیوں کی جائے پیدائش اور ان کی تاثیر کا مکمل ہونا وغیرہ۔

اس واقعہ سے بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں۔ خدا پرستی، مخلوق کی خدمت، دیہاتی اور شہری زندگی، ایورویدک کی خوبی طویل عمری، صحت اور رسائن تیار کرنے کا وقت

اور بوٹیوں کی جائے پیدائش اور ان کی تاثیر کا مکمل ہونا وغیرہ۔

چونکہ ایورویدک میں بھیشج (مفید ادویات) کی دو اقسام ہیں اول ادجسکر (مقوی اور رسائن) دوسرے روگ ناشک (دفع امراض)، چونکہ یہاں پر ہمارا تعلق اوجسکر و رسائن اور ورشیہ وواجی کرن ادویات سے ہے اس لئے ہم صرف انہی ادویات کا ذکر کریں گے۔ ادویات کی تفصیل علاج مقام پر بیان کریں گے۔

(افادات از چرک)

طب قدیم کی تاریخ

طب یونانی اور طویل عمری اور قیام شباب:-

دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حکماء، فلاسفر اور اطباء انسانی عمر کو طویل کرنے، جوانی کو قائم رکھنے اور شباب کو واپس لوٹانے میں کس قدر جدوجہد اور سعی کی ہے۔ ان کی یہ تمام کوششیں صرف فن کے لئے محدود تھیں یا بادشاہ اور شاہنشاہان وقت کے لئے زحمتیں برداشت کی گئیں۔ بہرحال ان کی کتب مجربات اور مفید تدابیر سے پتہ چلتا ہے۔ ان کی تمام تر جدوجہد قابل تعریف اور حقیقت کی طرف راہنما تھی۔ متقدمین کے بعد متاخرین نے ان بنیادوں پر عالی شان محل تعمیر کئے ہیں۔ جن سے اس دور میں بھی غیر معمولی روشنیاں نصیب ہوتی ہیں۔

طب قدیم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بقراط اور جالینوس سے لے کر حکیم رازی اور ابن سینا تک تمام اس امر پر متفق ہیں کہ نہ تو طویل عمری ممکن ہے اور نہ ہی اعادہ شباب کی کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ اور انسانی طبعی موت کو رد کرنے کی کوشش کرنا ایک جنون سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ ان کا فیصلہ ہے کہ زندگی رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کے ساتھ ساتھ جسم کی غذائیت بے حد لازم ہے۔ اور یہ تینوں صورتیں پھر زندگی کے کسی دور میں

ممکن نہیں ہیں۔ دوسرے جسم انسان میں جو رطوبت غریزی اور حرارت غریزی قائم ہیں ان کی مثال چراغ کے تیل اور شعلہ کی ہے۔ جس کی روشنی زندگی بھر قائم ہے آخر ایک دن ایسا آتا ہے کہ تیل جل جاتا ہے اور زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اور جوں جوں تیل کم ہوتا جاتا ہے انسانی شباب بھی ختم ہوتا جاتا ہے۔ جو واپس لوٹ کر نہیں آ سکتا۔ البتہ موت ضرور آ جاتی ہے۔

لیکن اس امر پر تمام فاضل حکماء اور ماہر فن اطبا متفق ہیں کہ حفظ صحت، زندگی کے افعال اور جذبات میں اگر اعتدال برتا جائے تو زندگی اپنی طبعی عمر تک پہنچ سکتی ہے۔ البتہ زندگی کے اعتدال کے علاوہ حکما اور اطباء نے بعض ایسے اعمال کا ذکر کیا ہے جو اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً حکیم افلاطون کا اعادہ شباب اور درازی عمر کے لئے خم میں بیٹھنا۔ حکماء مصر کے نزدیک استفراغ کو درازی عمر کا بہترین ذریعہ خیال کیا جاتا تھا۔ یونان کے بعض ممتاز اطباء کے نزدیک تازہ ہوا میں سانس لینا، گرم پانی سے غسل کرنا اور ریاضت کر کے جسم کو فضلات سے پاک کرنا بقائے شباب اور درازی عمر کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح بعض اطباء سر کو ٹھنڈا اور پاؤں کو گرم رکھنا قیام صحت اور درازی عمر کے لئے بہترین اور موثر تدبیر خیال کرتے ہیں۔ طب قدیم میں جسمانی قوت، جنسی قوت اور قیام شباب کے لئے گردے کپورے اور کلیجی وغیرہ کا استعمال۔ اسی طرح سری پائے اور دماغ کی یخنی کا استعمال۔ ماء اللحم پینا۔ وغیرہ ایسے اعمال ہیں جو ان امور کو ظاہر کرتے ہیں کہ اطباء اور حکماء بھی درازی عمر اور قیام شباب سے غافل نہیں رہے ہیں بعض اہل اکسیر کا یہ دعویٰ ہے کہ اکسیر کے استعمال سے نہ صرف جوانی واپس آتی ہے بلکہ انسان عرصہ تک زندہ رہ سکتا ہے اور جو لوگ اکسیرات اور رسائن سے ناواقف رہے یا ان کو بے حقیقت سمجھا انہوں نے جیسے روحانیت اور علم یوگ

کے عاملین نے حبس دوام اور کایا پلٹ چڑھانے سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان طبی اور روحانی اعمال کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ خوشی اور فارغ البالی ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے آدمی کی عمر بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس کے برخلاف مصائب و آلام نہایت بے دردی سے انسان کی عمر کو گھٹا دیتے ہیں۔ نمایاں پتہ چلتا ہے کہ امارت و تمول کی مسرتیں درازی عمر کا موجب ہیں اور غربت و افلاس کے صدمے اکثر انسانوں کو جوانی بھی پوری نہیں کرنے دیتے بلکہ شباب آنا تک نہیں اور ابتدائے شباب ہی میں جسم و روح کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض خاندانوں میں امارت لازم کر دی گئی ہے۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جن خاندانوں میں چند پشتوں تک امارت قائم رہی ہے یقیناً ان خاندانوں میں اوسطاً عمر زیادہ ہی نظر آتی ہے اسی طرح اسلام میں جنّت کا تصور۔ ہر قسم کی ضروریات کا میسر ہونا اور حسین ترین عورتوں و حوروں اور دوشیزاؤں کا قرب اس کے ساتھ شراباً طہوراً کی مستی کے بیان اپنے اندر جو بھی حقیقت رکھتے ہوں مگر اس دنیاء میں عیش و نشاط کی داد پانے والوں نے عملی طور پر سب کر دکھایا ہے لیکن اس حقیقت سے کسی فاضل حکیم اور ماہر طبیب نے بھی انکار نہیں کیا کہ حسین دوشیزائیں قیام شباب اور طویل عمری کا بہترین ذریعہ ہیں۔ شاید اسی لئے اسلام نے چار شادیوں اور بے شمار باندیوں کی اجازت دی ہے۔

جو اطباء اور حکماء طویل عمری کے قائل نہیں ہیں وہ ان سب حقائق کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جناب حکیم جلیل احمد صاحب پرنسپل طبیہ کالج کے خیالات ایک مضمون سے پیش کئے جاتے ہیں جو اگرچہ مسلسل بیان کئے گئے ہیں مگر ہم کو ان سے اتفاق نہیں ہے۔ صرف مخالف نظریات کی وجہ سے نقل کئے جاتے ہیں۔ جن کے جوابات ہمارے آئندہ مضمونوں میں لکھے جائیں گے۔

مسئلہ قیام و اعادہ شباب:- ظاہرا امر ہے کہ جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ انسان کا تکون کس طرح اور کن چیزوں سے ہوتا ہے - نیز لڑکپن - جوانی اور بڑھاپا وغیرہ حالات کن تغیرات کے ماتحت ظہور پذیر ہوتے ہیں - اس وقت تک قیام شباب یا اعادۂ شباب کے متعلق کوئی یقینی رائے قائم نہیں کی جا سکتی - اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے ذیل میں ان امور کے متعلق مختصر سا تبصرہ ہدیۂ ناظرین کر دیں -

تکون انسان - جمہور اطباء متقدمین کا خیال ہے کہ انسان کی تکوین دو چیزوں سے ہوتی ہے (۱) رطوبت غریزیہ (۲) حرارت غریزیہ - رطوبت غریزیہ میں مرد کی منی - عورت کی منی اور خون حیض یہ تینوں چیزیں داخل ہیں - ان میں سے مرد کی منی اپنی قوت عاقدہ کے ذریعے اور عورت کی منی اپنی قوت منعقدہ کے ذریعے جوہر جنین کا جزو بنتی ہے اور خون حیض ان اعضاء اصلیہ کی غذا میں صرف ہوتا ہے جو منی سے تیار ہوتے ہیں - رہی حرارت غریزیہ - وہ ان میں انضاج - تغذیہ اور دفع فضلات وغیرہ وظائف انجام دیتی رہتی ہے ان دونوں چیزوں کی اسی اجتماعی حالت پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے - چنانچہ جب تک کسی انسان میں یہ دونوں چیزیں مجتمع اور موجود رہتی ہیں - اس وقت تک وہ زندہ رہتا ہے اور جب ان میں سے ایک یا دونوں مفقود ہو جاتی ہیں تو وہ مر جاتا ہے -

لڑکپن جوانی اور بڑھاپے وغیرہ کا سبب:- اسی طرح مختلف اسنان یعنی لڑکپن - جوانی اور بڑھاپا وغیرہ بھی انہی دونوں چیزوں کے مختلف تغیرات کا نتیجہ ہیں - چنانچہ جب تک بدن میں رطوبت غریزیہ اس قدر وافر اور کثیر مقدار میں موجود ہوتی ہے کہ حرارت غریزیہ کی حفاظت کرنے کے علاوہ تغذیۂ اعضاء میں بھی صرف ہو سکے اس وقت تک انسان کا لڑکپن شمار کیا جاتا ہے جسے اصطلاح اطباء میں سن حداثت

یا سن نمو کہتے ہیں - اس کے بعد جب رطوبت غریزیہ کچھ کم ہو کر اس قدر باقی رہ جاتی ہے کہ حرارت غریزیہ کی حفاظت کے لئے تو کافی ہوتی ہے لیکن تغذیۂ اعضاء میں صرف نہیں ہو سکتی تو یہ انسان کی جوانی کا زمانہ ہے - جس میں اس کے تمام اعضاء مکمل ہو جاتے ہیں اور قوتیں قوی ہو جاتی ہیں - نیز چونکہ رطوبت غریزیہ حفظ حرارت کے لئے کافی ہوتی ہے - اس لئے بدن میں حرارت غریزیہ بھی علیٰ کما ینبغی موجود ہوتی ہے - جس پر جوانی کا دارومدار ہے اسے اصطلاح اطباء میں سنِ شباب یا سنِ وقوف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ جب رطوبت غریزیہ اس قدر کم ہو جاتی ہے کہ حرارت غریزیہ کی حفاظت کے لئے کافی نہیں ہو سکتی تو اس وقت علی التدریج حرارت غریزیہ فنا ہونا شروع ہو جاتی ہے - جس کی وجہ سے دن بدن قوتیں کمزور ہونے لگتی ہیں - یہ زمانہ انسان کا بڑھاپا کہلاتا ہے - اس زمانہ میں جب تک بدن میں رطوبات غریبہ کا غلبہ نہیں ہوتا - اس وقت تک اسے اطباء کے یہاں سنِ کہولت کہا جاتا ہے اور جب ضعف ہضم کی وجہ سے بدن میں رطوبات غریبہ غالب ہو جاتے ہیں تو اس وقت اسے سن شیخوخت کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے -

شباب کی تعریف:- اس مختصر تبصرہ سے ہمارے ناظرین بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ اطباء نے متقدمین کے نزدیک رطوبت غریزیہ کی کافی موجودگی کے باعث حرارت غریزیہ کا علیٰ کما ینبغی موجود رہنا شباب کہلاتا ہے اس اعتبار سے جب تک کسی شخص میں رطوبت غریزیہ کافی اور حرارت غریزیہ علیٰ کما ینبغی موجود ہو گی - اس وقت تک وہ شخص جوان کہلائے گا اور اس کے بعد علی الترتیب زمانہ کہولت یا شیخوخت میں داخل ہو جائے گا -

شباب کا قیام اور اعادہ دونوں ناممکن ہیں:- اب ظاہر بات ہے کہ شباب کے قیام اور

اعادہ کے متعلق تحقیق کرنے کے لئے ہمیں صرف اس امر کی تحقیق کر لینی چاہیے کہ حرارت غریزیہ کا ہمیشہ علیٰ کمالہا موجود رہنا یا زائل ہو جانے کے بعد اس کا علیٰ کمالہا دوبارہ واپس آجانا ممکن ہے یا نہیں۔ اس کے بعد قیام و اعادہ شباب کا امکان و عدم امکان خود بخود حل ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کے متعلق اطبائے متقدمین کی رائے ہے کہ یہ بالکل ناممکن ہے۔ کیونکہ حرارت کیفیت فاعلہ ہے اور رطوبت کیفیت منفعلہ ہے۔ اس لئے اجتماع کی صورت میں لامحالہ حرارت رطوبت میں فعل کر کے اسے بتدریج متحلل کرنا شروع کر دے گی۔ علاوہ بریں چونکہ مؤثر واحد جب کسی متاثر واحد میں ہمیشگی کے ساتھ اثر کرتا ہے تو اس کی تاثیر ہر آن متاثر میں شدید اور قوی تر ہوتی رہتی ہے اس لئے کچھ عرصہ کے بعد جب رطوبت میں بہت زیادہ تحلل ہو جائے گا۔ تو جس طرح چراغ کی گرمی اپنے مادہ یعنی تیل کو کم کر کے خود بھی ضعیف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حرارت غریزیہ بھی اپنے مادہ یعنی رطوبت غریزیہ کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہو جائے گی۔ جس کے بعد لازمی طور پر ہضم میں ضعف پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ ہضم کا تمام تر دارومدار حرارت غریزیہ پر ہے۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ ہضم کے ضعیف ہو جانے کی وجہ سے بدل ما یتحلل کی پیدائش کم ہو جائے گی انجام کار تحلل دائمی اور قلت تغذیہ کے باعث چند دنوں کے بعد رطوبت غریزیہ بالکل فنا ہو جائے گی۔

چونکہ حرارت غریزیہ کا قیام رطوبت غریزیہ ہی پر موقوف ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے فنا ہونے کے بعد حرارت غریزیہ خود بھی لازمی طور پر بجھ جائے گی چنانچہ اسی انطفاء حرارت غریزیہ کا نام موت طبعی ہے۔ جس کی مدت ہر شخص کے لئے اس کے مزاج اور قوت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

اس تقریر سے یہ تو اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ جب اطبائے متقدمین کے

نزدیک حرارت اور رطوبت غریزیہ کا بقاء ممکن نہیں، تو لازمی طور پر قیام شباب بھی ان کے مذہب کی بنا پر قطعاً ناممکن ہے اب رہ گیا اعادۂ شباب، سو اس کے متعلق بھی ان کے اقوال سے عدم امکان ہی کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ حرارت غریزیہ ان کے نزدیک ایک ایسے جوہر سماوی کا نام ہے۔ جو نفس ناطقہ کے فیضان کے وقت بدن پر فائض ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کا فیضان بالکل ناممکن ہے اسی طرح رطوبت غریزیہ بھی ان کے مذہب کے مطابق ایک مرتبہ فنا ہونے کے بعد پھر نہیں پیدا ہو سکتی۔ اس لئے کہ یہ ایک ایسی رطوبت کا نام ہے۔ جس کا نضج اور تخمیر پہلے اوعیہ غذا میں۔ پھر اوعیہ منی میں۔ پھر رحم میں اور پھر بطن والدہ میں ہوتا ہے۔ اور رطوبت غذائیہ صرف اوعیہ غذا ہی میں نضج پاتی ہے۔ اس لئے یہ اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ اس اعتبار سے ظاہر بات ہے کہ جس شخص کا شباب اس کی حرارت غریزیہ اور رطوبت غریزیہ کے کم ہو جانے کی وجہ سے زائل ہو چکا ہے۔ وہ ہرگز عود نہیں کر سکتا

ایک شبہ کا ازالہ:۔

اس جگہ شاید بعض حضرات کو ڈاکٹر ووروناف کے عمل اعادۂ شباب کی وجہ سے متقدمین کے اس قول کی صداقت میں ضرور کچھ شبہ ہو رہا ہوگا۔ لیکن میرے خیال میں اس سے متقدمین کی تحقیق پر کوئی نقص وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے عمل سے بعض مخصوص قوتوں میں کچھ زیادتی یا برانگیختگی پیدا ہو جانا اس امر کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتا کہ معمول صحیح معنی میں جوان ہو گیا ہے یعنی اس کی حرارت اور رطوبت غریزیہ جس قدر فنا ہوتی تھی۔ وہ سب واپس آگئی۔ اس لئے وہ شخص اپنی حیات طبیعی کے لحاظ سے اپنے زمانہ شباب کے بعد جتنی مدت زندہ رہ سکتا تھا اب از سر نو جوان ہو کر پھر اتنی ہی مدت زندہ رہ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی بالکل ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے کسی شخص کے دانت بڑھاپے کی وجہ سے بوسیدہ اور

کمزور ہو گئے ہوں۔ جس کی وجہ سے وہ ان کے ذریعہ فعل مضغ اچھی طرح انجام نہ دے سکتا ہو۔ اس لئے وہ انہیں نکلوا کر ان کے بجائے مصنوعی دانت لگوا لے اور ان کے ذریعہ بوسیدہ دانتوں کی بہ نسبت اچھی طرح چبانے لگے۔ اب آپ خود ہی انصاف فرمایئے کہ کیا اس شخص کو اس کی مخصوص قوت کی زیادتی کے باعث جوان کہا جا سکتا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ جس طرح اس شخص کو جوان نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب موصوف کے معمول کو بھی جوان نہیں کہا جا سکتا کیونکہ تغیر کی نوعیت کے لحاظ سے دونوں کی ایک صورت ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اس شخص میں ایک معمولی ناکارہ عضو نکال کر دوسرا کارآمد عضو لگا دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک معمولی اور ادنیٰ قوت یعنی قوت مضغ میں زیادتی ہو گئی ہے اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے معمول میں ایک اہم اور رئیس ناکارہ عضو علیحدہ کر کے اس کی جگہ کارآمد عضو رکھ دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک نہایت اہم اور اعلیٰ قوت یعنی قوت باہ یا اسی قسم کی دیگر مخصوص قوتوں میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ نوعی لحاظ سے اور کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ حرارت غریزیہ اور رطوبت غریزیہ کے واپس نہ آنے میں دونوں مساوی ہیں۔ اس لئے جوان کہلانے کا دونوں میں سے کوئی بھی مستحق نہیں ہے:

قیام و اعادہ شباب کی کوشش بے سود ہے:-

غرض یہ بات ہر صورت سے بالکل محقق اور ثابت ہو گئی کہ متقدمین اطباء کے مذہب کے مطابق صحیح معنے میں شباب کے قیام یا اعادہ کے متعلق کوشش کرنا بالکل بے سود اور لاحاصل ہے۔ کیونکہ جب حرارت غریزیہ ہمیشہ علیٰ کماہا موجود نہیں رہ سکتی تو قیام شباب و اعادہ شباب بھی لامحالہ ناممکن الوقوع ہیں چنانچہ قرشی علیہ الرحمۃ و نفیس بن عوض رح فرماتے ہیں۔ والطبیب لا یلزمہ ابقاء الشباب

والقوۃ لان بقاءہما انما یمکن ببقاء الحرارۃ الغریزیۃ علیٰ کماہا و ذلک غیر ممکن ولا ان یبلغ کل شخص الاطول من الحیات فضلاً عن ان یمنع الموت۔

مسئلہ حفظ شباب:-

قیام و اعادہ شباب کا عدم امکان ثابت ہو جانے کے بعد ظاہر بات ہے کہ حافظ صحت کو طبی نقطہ نظر سے اس باب میں صرف اس امر کی کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے مزاج اور اپنی قوت کے لحاظ سے جتنی مدت تک جوان رہنے کی استعداد اور قابلیت رکھتا ہے۔ اتنی مدت تک جوان رہے۔ اس سے قبل بوڑھا نہ ہو جائے۔ اسے طبی اصطلاح میں حفظ شباب کہتے ہیں۔

چونکہ حفظ شباب کی تمام تدابیر اور جزئی اصول کا بیان اس قدر طویل ہے کہ انہیں بالاستیعاب ذکر کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم انہیں نظر انداز کر کے یہاں اس کا صرف ایک سب سے بڑا اصول پیش کش خدمت کرتے ہیں۔

حفظ شباب کا ایک سب سے بڑا اصول:-

شباب کی حقیقت اور اس کے زوال کی علت معلوم ہو جانے کے بعد ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ حفظ شباب کا سب سے بڑا اصول یہ ہو سکتا ہے کہ رطوبت غریزیہ کو تحلل زاید اور عفونت سے محفوظ رکھا جائے۔ ہمارے نزدیک اس سلسلہ میں حافظ شباب کو تین امور کی خاص طور پر رعایت رکھنی چاہیئے۔

(۱) تمام اسباب مجففہ مثلاً سہر۔ غم۔ غصہ۔ استفراغ کثیر طلق۔ اغلام کثرت جماع اور دیگر حرکات شدیدہ وغیرہ سے نہایت شدت اور سختی کے ساتھ پرہیز کرے (۲) اسباب ستہ ضروریہ یعنی ہوائے[1]۔ ماکول[2] و مشروب (کھانے پینے کی چیزیں) حرکت[3] و سکون بدنی۔ حرکت[4] و سکون نفسانی نوم[5] و یقظہ (سونا جاگنا) اور استفراغ و احتباس کو اعتدال کے ساتھ استعمال میں لائے۔ کیونکہ جب تک یہ اسباب اعتدال کے ساتھ

استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس وقت تک انسان تندرست رہتا ہے۔ اور جب ان کے استعمال میں کوئی بداعتدالی پیدا ہو جاتی ہے تو کوئی نہ کوئی مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے لازمی طور پر حرارت اور رطوبت غریزیہ میں تحلل اور ضعف پیدا ہو جاتا ہے (۳) وقت موسم اور مزاج وغیرہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے غذا میں زیادہ تر گرم و تر چیزیں استعمال کرے تاکہ حرارت غریزیہ اور رطوبت غریزیہ دونوں کو مدد پہنچتی رہے اس لئے وہ تحلل زاید سے بچی رہیں۔

اصول بالا پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رطوبت غریزیہ کے تحلل میں کمی ہو جاتی ہے اور بڑھاپا جلد اور شدت کے ساتھ حملہ آور نہیں ہوتا۔ (الحکیم ماہ نومبر ۱۹۴۳ء)

نوٹ:۔ جناب حکیم جلیل احمد صاحب کی ذاتی رائے بھی بہت حد تک اہمیت رکھتی ہے مگر طب یونانی میں طویل عمری اور قیام شباب پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ممکن ہے۔ ذیل میں حکما اور اطبا کے خیالات کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے۔

تدبیرات سے عمر بڑھانا ایک امکانی حالت ہے:۔

اس تقریر کے عنوان کو دیکھ کر شاید عوام کو حیرت اور تعجب ہوگا کہ عمر کا زیادہ کرنا کیا افعال اختیاری میں سے ہے یعنے انسان اپنی قدرت و اختیار سے اپنی عمر کو گھٹا بڑھا سکتا ہے لیکن یہ شبہ اُن کو اس وقت تک حیرت کے عالم میں رکھے گا جب تک کہ اُن کو وجوہ موت کا تفصیلی علم نہیں ہوگا پس اس تقریر میں ہم اولاً وجوہ موت کی تشریح کرتے ہیں اور پھر اجمالاً اُن تدبیرات و انتظامات کا افادہ کرتے ہیں۔ کہ جو عمر طبعی کے حصول کے لوازم ضروریہ ہیں اور جن سے تمام کتاب بالتفصیل آراستہ و پیراستہ ہے غرضیکہ امور مذکورہ کے جاننے اور عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان قبل از وقت نہیں مرے گا بشرطیکہ کوئی

ناگہانی امور باعث موت نہ ہوں مثلاً قتل و غرق وغیرہ امور اتفاقیہ۔ اور اگر امور ناگہانی سے اُس کی موت وقوع میں بھی آئے گی تو امور مذکورہ کے عمل کرنے سے مرتے دم تک صحت بحسب العمر قائم رہے گی۔

انسان امکاناً کب تک زندہ رہ سکتا ہے:۔

اب رہا یہ امر کہ انسان کس مدت تک زندہ رہ سکتا ہے یعنے اس کی طبعی عمر کس قدر ہے سو یہ مسئلہ نہایت دقیق ہے اس لئے کہ کرہ زمین کی مختلف آب و ہوا اور مختلف معموروں کے آسمان و زمین کے مختلف اوضاع اور آثار اور طبعی مزاج انسانوں کے متعدد اور متخالف حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہر ملک کے افراد انسانی بلکہ ہر فرد بشر کی طبعی عمر مختلف ہو مگر تقریباً یعنے غالب امور و حالات کے لحاظ سے اکثر قطعات زمین میں اور اکثر حالت مزاج طبعی افراد ان کے لحاظ سے ایک سو بیس سال تک انسان زندہ رہ سکتا ہے اس لئے کہ سن نمو یعنے جسم و قوائے بدنی کے ترقی کا زمانہ تیس سال تک اور سن وقوف یعنے ترقی مذکورہ کے قیام کا زمانہ چالیس سال تک سن کہولت یعنے ترقی و کمال مذکورہ کے بعد کا زمانہ جبکہ بتدریج (آہستہ آہستہ) قوائے بدنی و رطوبت غریزی (اصلی) کا نقصان شروع ہو جاتا ہے ساٹھ سال سن شیخوخت یعنے جبکہ نقصان قوائے بدن و رطوبات غریزی کا بہت سرعت اور تیزی کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے۔ ساٹھ سال سے آگے ساٹھ سال تک جن کا مجموعہ ایک سو بیس سال ہوا۔

بعض حکما کی رائے ہے کہ انسان کی عمر طبعی ایک سو چالیس سال تک ہو سکتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نو سو بلکہ ایک ہزار سال انسان زندہ رہ سکتا ہے بعض قدماء فلاسفہ کا قول ہے کہ انسان امکاناً ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے۔

میری رائے ہے کہ انسان ایک سو چالیس برس سے بھی زیادہ زندہ رہ سکتا

ہے بشرطیکہ اوضاع فلکی اور آثار ارضی اُس زمانہ و مکان کے جہاں وہ رہتا ہے مقتضی طول عمر مذکورہ کے ہوں۔

انسان کے لئے بہرحال موت ضروری ہے :-

حق بات یہ ہے کہ انسان کے لئے موت ضروری ہے اور اس کا دوام بقا حکمت کے منافی ہے اس لئے کہ جسم انسانی ایسے عنصروں سے مرتب کیا گیا ہے کہ جو ایک دوسرے کے خلاف اور ہمیشہ بہت زور و شور سے خواہان فراق (جدائی) کے رہتے ہیں اگر قاسر (جابر) یعنے حرارت عزیزی ان چاروں عنصروں کی مواصلت میں اہتمام نہ کرے تو حضرت انسان کا یہ کالبد خاکی حباب کی طرح سے معدوم ہو جائے اور اس حرارت عزیزی لا اصلی کا بقا و قوت و ضعف صرف رطوبت عزیزی کے بقا و قوت و ضعف پر منحصر ہے۔ کیا معنے رطوبت مذکورہ حرارت عزیزی کا مادہ ہے اور حرارت عزیزی چونکہ بدن کی کلیں چلانے کی غرض سے متحرک رہتی ہے لہذا اُس کا مادہ یعنی رطوبت عزیزیہ آناً فاناً فنا ہوتی رہتی ہے تا اینکہ حرارت مذکورہ کے دوام حرکت سے ایک نہ ایک دن رطوبت عزیزی بالکل فنا ہو جائے گی جب یہ رطوبت فنا ہو جائے گی تو یہ حرارت بھی بجھ جائے گی جس طرح سے کہ تیل کے صرف ہو جانے سے چراغ یا لیمپ گل ہو جاتا ہے بس اس حرارت کے بجھ جانے سے ان چاروں مخالفوں (چار عنصر) میں بھی افتراق ہو جائے گا یعنے ہر ایک ان میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے کیا معنے قالب انسان فنا ہو جائے گا اس لئے کہ اس حرارت کی وجہ سے ان مخالفوں میں باہم ارتباط اور اتفاق تھا۔

انسان کا دوام بقا منافی حکمت ایزدی اس لئے ہے کہ انسان اگر ظالم و شریر ہے تو اُس کے دوام شر و ظلم سے عالم دنیا میں آفات و شر برپا رہیں گے اور یہ امر منافی انتظام ہے اور اس لئے بھی دوام بقا انسان کا منافی حکمت الٰہی ہے کہ اگر موت

محمد مزمل صدیقی 03047152589

در آخرت نہ ہوتی تو نیک و صالح انسان بدترین انسان ہو جاتے اس لئے کہ اُن کو ترک لذات دنیا سے کوئی معاوضہ یا فائدہ حاصل ہونے کی امید نہیں تھی۔

کن کن وجوہ سے موت پیدا ہوتی ہے :-

یہ بات تو ظاہر ہے کہ بدن انسان کا مبدء (سرچشمہ) پیدائش مرد اور عورت کی منی اور حیض کا خون ہے اور یہ دونوں جبکہ مخلوط ہو کر بستہ ہو جاتے ہیں تو ان میں بوجہ جزو ارضی و جزو ناری (مٹی اور آگ کے جزو) سیلان تو نہیں رہتا ہے مگر ڈھیلا ڈھالا ایک مضغہ گوشت کی شکل سے متشکل ہو جاتا ہے اور اس وجہ اس مضغہ گوشت میں صلابت (سختی) بھی نہیں ہوتی ہے جیسے کنکر و پتھر میں سختی ہوتی ہے اگر ایسی سختی ابتدا سے اُس مضغہ گوشت میں ہوتی تو حضرت انسان ایسی جلدی منزل ناگزیر (موت) پر پہنچنے کی عجلت نہ کرتے۔ بالجملہ چونکہ ہمارے بدن کی بنا ابتدا ہی سے ضعیف اور شکست ہے لہذا دو طرح کی آفات کا سامنا دوامًا لگا رہتا ہے۔ ایک آفت داخلی۔ دوسری آفت خارجی۔ آفت داخلی سے اُن رطوبات کی تحلیل اور فنا مراد ہے کہ جس سے ہمارے جسموں کی پیدائش ہے کہ جو بتدریج آہستہ آہستہ (زمانہ موت تک فنا ہوتی رہتی ہیں اور آفت خارجی سے وہ آفت مراد ہے کہ جو رطوبات و اخلاط کے تعفن و فساد کی وجہ سے عارض ہوتی ہیں اور یہ خارجی آفت گو بادی النظر میں اُس داخلی آفت سے جداگانہ معلوم ہوتی ہے مگر نتیجہ لازمی اس کا بھی تحلیل ہونا اُنہیں رطوبات کا ہے کہ جو ہمارے جسموں کا مبدء (سرچشمہ) آفرینش ہے اس لئے کہ جب بوجہ تعفن رطوبات میں فساد ہو گا تو اُن میں صلاحیت جزو بدن ہونے کی نہ رہے گی۔ آخرکار وہ خاکستر ہو کر رہ جائے گی۔

اور یہ دونوں آفتیں یعنی رطوبتوں کا تحلیل اور اُن کا متعفن ہونا اُن آفات سے علاوہ ہیں کہ جو رطوبات بدن کو دیگر وجوہ سے لاحق ہوتی ہیں۔ مثلاً برف کی سردی

ہے۔ باد صرصر و سموم (لوہ) کی گرمی سے یا مختلف اورام و امراض بدن سے۔ لیکن اس مقام پر مابہ البحث (جس سے بحث کی جائے) آفات اول الذکر ہیں۔ قصہ مختصر یہی دونوں آفتیں اسباب خارجیہ سے پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ کیا معنے یہی معمولی ہوا کہ جو ہر وقت ہمارے بدن سے ملاقات کرتی رہتی ہے ہماری رطوبات بدن کو ہر وقت فنا کرتی رہتی ہے۔ اور یہ ہوا جبکہ اس میں ایسی خرابی پیدا ہو جاتی ہے کہ رطوبات بدن میں عفونت پیدا کرنے لگتی ہے تو یہ عفونت بطور مذکورہ بالا وجہ تحلیل رطوبت بدن ہوتی ہے۔

علیٰ ہذا القیاس رطوبت مذکورہ اسباب باطنیہ سے بھی فنا ہوتی رہتی ہے یعنے ہمارے بدنوں کی حرارت غریزی (اصلی حرارت) اور دواؤں اور غذاؤں کے اجسام کی حرارت ہر وقت وساعتاً فساعتاً ہماری بدنی رطوبات کو جلاتی رہتی ہے۔

بالجملہ یہ کل اسباب عام اس سے کہ رطوبات کے فنا وتحلیل کرنے والے ہوں یا اُس کے خراب اور متعفن کرنے والے ہمارے اور آپ کے بدنوں کو وقتاً فوقتاً خشک کرنے میں اعانت کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ ہمارے روزمرہ کے حرکات تحصیل معاش وطلب علم وغیرہ ہمارے رطوبات بدن کو تحلیل کرتے رہتے ہیں آخرکار یہ رطوبات بدنی اسباب مذکورہ سے تحلیل ہوتے ہوتے ایک روز بالکل فنا ہو جائیں گے پس یہ حرارت غریزی (اصلی حرارت) بدن کی بھی بجھ جائے گی جس طرح سے تیل کے فنا ہو جانے سے چراغ یا لیمپ بجھ جاتا ہے۔ اسی طرح سے زندگی کا چراغ بھی بدن کی رطوبات اصلیہ کے فنا ہو جانے کی وجہ سے گل ہو جائے گا۔ اور یہی وجہ موت طبعی کی ہے۔

اب رہا یہ امر کہ رطوبات بدن کس طرح سے بالکل فنا ہو جاتی ہیں درحالیکہ وہ روزمرہ غذا سے پیدا ہوتی ہیں سو اس اجمال کی تفصیل کرنا مناسب معلوم

ہوتا ہے پس اُس کی تفصیل سنئیے۔ کہ شروع زمانہ سے خلقتاً چونکہ ہم نہایت درجہ ذی رطوبت پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ قبل اس کے مشروحاً بیان ہو چکا ہے پس ضرور ہوا کہ اُس رطوبت پر زیادہ حرارت ہمارے بدنوں پر مسلط کی جائے تاکہ حرکات ارادی طلب معاش وتحصیل منافع و دفع ضرر و نقصان وغیرہ میں اس رطوبت کے غلبہ کی وجہ سے عصیان اور قصور واقع نہ ہو چنانچہ بدیں وجہ زیادہ حرارت ہمارے بدن پر مسلط کی گئی۔

اب اس حرارت مسلط کا فعل یعنے رطوبات کا کم کرنا ہر وقت قائم رہے گا الیٰ آخر العمر (عمر کے آخر تک) حتیٰ کہ یہ حرارت رطوبات بدنیہ کو جب ایک اعتدالی حالت پر قائم کر دے گی تو بدن انسان اعتدال کے قالب میں آجائے گا اور یہی اعتدالی حالت بدن انسان کی انسان کے شباب کا عالم ہے پس اس سن میں رطوبات کو تو حرارت مذکورہ نے جلا کر کم کر دیا مگر وہ خود بمقدارہ (اپنے مقدار پر) باقی ہے اور اب اعتدالی حالت سے آگے چل کر یعنے عالم شباب سے آگے چل کر بھی رطوبات بدنی کو حرارت بدستور سابق فنا کرتی رہے گی۔ پس بدن میں وقتاً فوقتاً خشکی بڑھتی جائے گی تا اینکہ رطوبات بدن جیسے بالکل فنا ہو جائیں گی۔ تب یہ حرارت بھی بُجھ جائے گی۔

جب اعتدالی حالت یعنے زمانہ شباب سے آگے چل کر یہ حرارت رطوبت بدنی کو فنا کرتی جائے گی تو جوں جوں رطوبات مذکورہ فنا ہوتی رہیں گی اُسی قدر حرارت بھی کمزور ہوتی جائے گی۔ اور جب حرارت کمزور ہو گی تو طبیعت غذا سے معاوضہ کافی اُن رطوبات کا کہ جو فنا ہوتی رہتی ہیں پہنچانے پر قادر نہ ہو گی لہٰذا حرارت کے روز بروز کم ہونے سے تحلیل شدہ رطوبات کا غذاؤں سے بدل ومعاوضہ پہنچنا بھی روز بروز کم ہوتا جائے گا۔ الغرض جب طبیعت بوجہ ضعف حرارت بالکل معاوضہ پہنچانے پر قادر نہ ہو گی اُس وقت موت طبعی وقوع میں آوے گی۔

اجمالاً اُن تدبیرات کا ذکر کہ جو طول عمر کا باعث ہو سکتی ہیں :-

اگرچہ آغاز کتاب کا ہم نے اُن تدبیرات سے کیا ہے کہ جن کے عمل میں لانے سے صحت بدن قائم ہو کر انسان اپنی انتہائی عمر کو پہنچ سکتا ہے یعنے کھانے پینے سونے جاگنے حرکات و سکنات و استفراغ وغیرہ کی تفصیل مگر اس مقام پر مناسب خیال کیا گیا ہے کہ بغرض مزید بصیرت بالاجمال تدابیر مذکورہ کا اعادہ کریں۔

خیال رکھنا چاہیئے کہ دارمدار تکمیل عمر طبعی کا صحت کی حفاظت سے ہے اور حفظ صحت سات امور کی تعدیل (با قاعدہ استعمال میں لانا) سے ہوتا ہے۔

اول مزاج کو بذریعہ ہوا کے ٹھکانے سے رکھنا یعنے روح وحرارت غریزی (حرارت اصلی) بدن کو بحسب الضرورت ہوائے صاف وشفاف سے ٹھنڈک پہنچانا۔ جس کا بیان ہم تشریح وبار کے بیان میں کر چکے ہیں۔

دوسرے غذا و پانی کا مناسب طریقہ سے استعمال کرنا جس کے مراتب ہم کتاب میں تعلیمات و تفہیمات میں بیان کر آئے ہیں۔

تیسرے خواب وبیداری کا بالاعتدال (با قاعدہ) عمل میں لانا جس کے قواعد و احکام طبعی نیند اور بیداری کے بحث میں منضبط ہو چکے ہیں۔

چوتھے۔ اصلاح و تعدیل حرکات بدنی و نفسانی جس کی توضیح حرکات و سکنات کے بیان میں مرقوم ہوئی ہے۔

پانچویں اصلاح لباس کی جس سے حرارت و رطوبت بدنی قائم رہے جس کا بیان ضمناً فصلوں یعنی موسموں کی تدبیرات کی ذیل میں مذکور ہوا ہے۔

چھٹے۔ فضلات بدن کا تنقیہ جس کے احکام کی تشریح استفراغ کے بیان میں عمدہ طور سے گذر چکی۔

ساتویں ہوا کو کہ جو قلب اور حرارت بدن کو پہنچتی رہتی ہے اشیائے معطرہ و مقویہ روح سے اصلاح کرنا۔

علاوہ ان کے احکام سفر وغسل وحمام وغیرہ کہ جو قبل اس کے عمدہ طور سے مشرح ہو چکے ہیں بجالانا عمر طبعی کے حصول کے معاون (مددگار) ہیں۔ (القانون)

فرنگی طب اور اعادہ شباب :-

ایورویدک اور طب یونانی کی طرح فرنگی طب (ایلوپیتھی) نے اعادہ شباب اور قیام شباب کے سلسلہ میں اپنی بساط کے مطابق تحقیقات کی ہیں اور انسانی عمر کو بڑھانے کی جدوجہد کی ہے۔ فرنگی طب کی تحقیقات سننے سے پہلے اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ تحقیقات کا تعلق ہمیشہ تجربات ومشاہدات اور عقلی ونقلی دلائل سے ہوتا ہے۔ ہر شخص وہر ملک اور ہر طریق علاج وہر ضرورت کے لئے جدا جدا راہیں الگ الگ طریق اور جدا جدا دلچسپیاں اور علیحدہ علیحدہ نظریات ہوتے ہیں۔ یہ کبھی بھی فرض نہ کر لیا جائے کہ جو تحقیقات گذشتہ زمانے میں ہو چکی ہیں جدید تحقیقات انہی اصولوں، نظریات اور راہوں (لائنوں) پر جاری ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اکثر صورتوں میں ایک محقق گذشتہ زمانوں کی تحقیقات کو ضرور سامنے رکھتا ہے مگر یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب ایک محقق بغیر اپنے کسی نئے نظریے کے صرف گذشتہ تحقیقات کا جائزہ لیتا ہو۔ لیکن اگر کوئی محقق اپنی کوئی ذاتی نظریہ کسی علم وفن کے متعلق رکھتا ہے تو اس کی تحقیقاتیں اس امر کی پابند نہیں ہوتیں کہ اس سے قبل جو تحقیقاتیں ہو چکی ہیں۔ اس کو ان کے آگے کام کرنا چاہیئے بلکہ وہ اپنے نظریات کے تحت تحقیقات کرتا ہے البتہ ضرورت کے مطابق گذشتہ تحقیقات پر بھی نظر ڈالتا ہے کہ شاید اس کے نظریات کے تحت بھی اس کو کچھ اشارات یا کام کیا ہوا مل جائے۔ حقیقت میں اصل تحقیقات اسی کا نام ہے کہ پہلے کوئی نظریہ قائم کیا جائے یا کم از کم کوئی

اصول مقرر کیے جائیں پھر اپنی تحقیقات کا آغاز کیا جائے تاکہ دنیا علم فن کے سامنے کوئی نئی چیز رکھی جا سکے۔

فرنگی طب (ماڈرن میڈیکل سائنس) کی تحقیقات کے متعلق بھی یہ جان لیں کہ ان کی تحقیقات اعادہ شباب اور قیام شباب کے متعلق جو کچھ بھی ہیں۔ ان کا تعلق ایورویدک اور طب یونانی سے کوئی نہیں ہے۔ فرنگی تحقیقات جدا ہیں ان کے نظریات الگ اور اصول علیحدہ ہیں۔ ایورویدک اور طب یونانی کی تحقیقات علیحدہ علیحدہ نظریات اور اصولوں کے تحت کی گئی ہیں۔ اس لیے جو صاحب فرنگی تحقیقات کا مطالعہ کریں وہ اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ ان کی بنیاد نہ ایورویدک اور طب یونانی پر ہے اور نہ ہی فرنگی طب ان سے ترقی یافتہ اور ارتقائی مقام رکھتی ہے۔ یہ قانون اور قاعدہ صرف اعادہ شباب و قیام جوانی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ علم طب کے ہر شعبہ اور اگر اس خیال کو وسعت دیں تو دنیا کے ہر علم و فن میں فرنگیوں کی تحقیقات اپنا ایک جدا رجحان (ٹرنڈ) رکھتی ہیں۔ اس تاکید کے بعد اب ہم فرنگی طب کی تحقیقات کا مختصر خلاصہ بیان کرتے ہیں جو انہوں نے اعادہ شباب و قیام شباب اور طویل عمری کے متعلق کی ہیں۔

فرنگی طب کے نظریات:- فرنگی طب نے جن نظریات کے تحت اعادہ شباب و قیام شباب اور طویل عمری کے متعلق تحقیقات کی ہیں وہ چند مختلف ہیں۔ چونکہ فرنگی طب نے امراض کی تحقیقات میں زیادہ تر جراثیم تھیوری سے کام لیا ہے اس لئے اس سلسلہ میں بھی ان کا پہلا نظریہ یہ ہے کہ وقت سے پہلے بڑھاپا اس وقت آتا ہے جب زہریلے جراثیم غذائی سمیت کے ذریعے آنتوں میں داخل ہو کر اپنا فعل انجام دیتے ہیں یہ نظریہ پروفیسر میچنکاف کا ہے دوسرا نظریہ یہ ہے کہ انسان اس وقت بوڑھا ہو جاتا ہے جب اس کا نظام

غذائیہ بے کار ہو جاتا ہے یا وہ پورے طور پر کام نہ کر سکے۔ یہ نظریہ سائنسدانوں کے ایک گروہ کا ہے مگر یہ نظریہ کوئی جدید نہیں ہے طب یونانی بھی اس کو تسلیم کرتی ہے۔ تیسرا نظریہ یہ ہے کہ جس وقت الحاقی نسیج (کنکٹو ٹشوز) بڑھ کر دیگر اقسام کے ٹشوز پر اثر انداز ہوتے ہیں جن سے دیگر ٹشیوز میں سختی کے ساتھ ساتھ ان کے انفعال اور مجاری میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے تو انسان بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ نظریہ مارشل اسٹالین کے طبیب خاص "بوگومول" کا ہے چوتھا نظریہ یہ ہے کہ بڑھاپا اس وقت آتا ہے جب انسان کی شریانوں میں صلابت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ان میں لچک ختم ہو جاتی ہے اور وہ ناکارہ ہو جاتی ہیں یہ نظریہ انگلستان کے مشہور طبیب ولیم آسلر کا ہے۔ پانچواں نظریہ یہ ہے کہ انسانی خلیات (سیلز) کی پیدائش کم ہو جاتی ہے اس لئے بڑھاپا چھا جاتا ہے یہ نظریہ جدید سائنس دانوں کے ایک گروہ کا ہے۔ چھٹا نظریہ یہ ہے کہ جسم انسان میں خون اور سفید ذرات کمزور پڑ جاتے ہیں اس لئے انسان بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے ساتواں نظریہ یہ ہے کہ جس وقت جسم انسان کے غدد بے کار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس سے ان کی کیمیاوی رطوبات (ہارمونز) کی تراوش میں کمی واقع ہو جاتی ہے تب انسان بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ نظریہ بھی بعض جدید سائنسدانوں کا ہے آٹھواں نظریہ یہ ہے کہ انسانی اعضائے تناسلی کا جوہر جب ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے تو انسان میں بڑھاپے کے آثار پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ نظریہ فرانسیسی سائنسدان چارلس ایڈورڈ براؤن کا ہے نواں نظریہ یہ ہے کہ جب انسانی خصیوں میں ضعف واقع ہوتا ہے تو بڑھاپے کے آثار نظر آنا شروع ہوتے ہیں یہ نظریہ ڈاکٹر اشٹیناخ کا ہے۔ اس کی تحقیقات کے مطابق بوڑھے اشخاص کے خصیوں پر عمل تقلیم کرنا چاہیے۔ اس سے اعادہ شباب کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ

ڈاکٹر وروناف پیرس میں مردوں اور عورتوں پر بندروں کے خصیے کا پیوند لگاتا تھا جس سے جسم میں از سر نو شباب کی لہر دوڑ جاتی تھی۔ بعد میں یہ حقیقت سامنے آگئی کہ نہ صرف اس کا اثر وقتی ہے بلکہ فوراً ہی بعد میں ایسا زوال آتا ہے کہ صحت پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو جاتی ہے اور انسان پہلے سے زیادہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔

نظریات میں اختلاف:- مندرجہ بالا فرنگی طب کے اعادہ شباب و قیام شباب اور طویل عمری کے نظریہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تحقیقات کا ایورویدک اور یونانی تحقیقات سے کچھ تعلق اور واسطہ نہیں ہے وہ اپنی جگہ جدا اقسام کی تحقیقات ہیں۔ یہاں پر یہ پھر واضح کر دیا جائے کہ ایورویدک کایا کلپ (اعادہ شباب اور طویل عمری) کے متعلق رسائن اور اصول صحت کے لئے تاکید کرتی ہے اور طب یونانی رطوبت عزیزی اور حرارت عزیزی کی حفاظت کے لئے حفظ صحت کے اصولوں کو معمول بنانے کے لئے زور دیتی ہے۔ بہرحال فرنگی طب و ایورویدک اور طب یونانی کے نظریات یا تجربات اور مشاہدات اپنی اپنی جگہ جدا تصورات رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذہن نشین کرنے کے لئے ان کے ہی نظریات کی روشنی میں سمجھنا چاہیئے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے صحیح نظریہ کیا ہے؟۔ حقیقت یہ ہے کہ قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے جو مختلف طریق علاج میں تحقیقات کی گئی ہیں۔ وہ تمام اپنی اپنی جگہ سب قابل تعریف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تحقیقات حقیقت کی طرف راہ نمائی کرتے ہوئے سنگ میل کا کام تو دیتی ہیں مگر ان میں سے خود کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس لئے ہم کسی ایک نظریہ کو صحیح کہتے ہوئے قانون کا درجہ نہیں دیتے ویسے ہم حقیقت کی راہ نمائی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان امور کو تسلیم کرتے ہیں کہ رسائن میں اس قسم کی طاقت ضرور ہے کہ اگر ان کو صحیح مقام پر استعمال کیا

جائے تو یقیناً کایا کلپ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح طب یونانی کے نظریہ کو بھی بہت اہمیت ہے کہ اگر واقعی کوئی انسان رطوبت عزیزی اور حرارت عزیزی کی صحیح طریق پر حفاظت کرے تو واقعی وہ اپنی طبعی عمر کو ضرور پہنچ جائے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ رسائن کی تیاری اور ان کا استعمال بھی اسی قدر دشوار ہے جس قدر طب یونانی کے اصولوں پر رطوبت عزیزی اور حرارت عزیزی کی صحیح طریق پر حفاظت کرنا مشکل ہے کیونکہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ مسلسل سالوں تک یہ ناممکن ہے کہ کوئی انسان مسلسل صحت کے قوانین کی شب و روز پیروی کرتا جائے۔ یہ پیروی بادشاہ اور خدا کی بھی مشکل ہو جاتی ہے پھر بھلا ذاتی اغراض کے لئے قوانین صحت کی پیروی مسلسل شب و روز نفسیاتی طور پر طبیعت کو اکتا دینے والی بات ہے اس لئے ان مقاصد میں کامیابی کے لئے انسان راہیں تلاش کرتا ہے۔ جہاں تک فرنگی طب کے نظریات کا تعلق ہے ان میں اس وقت تک کامیابی تقریباً ناممکن ہے جب تک پہلے اس مسئلہ کو حل نہ کیا جائے کہ قوت دراصل کیا شے ہے؟۔ کیسے پیدا ہوتی ہے؟ کیا اس کو قائم رکھا جا سکتا ہے۔ اس وقت تک فرنگی طب ان سوالات میں سے کسی کا جواب نہیں دیتی البتہ اس کے مختلف نظریات اور اصولوں کے تحت جو تحقیقات کی گئی ہیں علمی و فنی معلومات کی ضرور حامل ہیں۔ جن کی مختصر تفصیل درج ذیل کرنے کے ساتھ ساتھ ہم ان کے افادی اور غیر افادی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالتے جائیں گے۔ تاکہ اہل فن اور صاحب عقل کے علاوہ عوام بھی مستفید ہوتے جائیں۔

فرنگی طب کا پہلا نظریہ:- چونکہ فرنگی طب نے امراض کے متعلق تحقیقات کرنے میں جراثیم تھیوری سے کام لیا ہے اس سلسلہ میں پروفیسر میچکاف کا بھی یہی نظریہ ہے کہ بڑھاپا اس وقت تک آتا ہے

جب زہریلے جراثیم غذائی مصیبت کے ذریعے آنتوں میں داخل ہو کر اپنا فعل انجام دیتے ہیں۔ اول تو جراثیم تھیوری کا یہ نظریہ ہی غلط ہے کہ اس سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ امراض صرف اعضاء کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں جب تک اعضاء میں قوت مدافعت (امیونیٹی) باقی رہتی ہے وہ جراثیم کو اول اندر داخل نہیں ہونے دیتے اگر داخل ہو بھی جائیں تو وہ فنا کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے جراثیم کو ہم زہر تو ضرور خیال کرتے ہیں اور امراض کا سبب قرار دیتے ہیں۔ لیکن سبب سابقہ کہتے ہیں سبب واصلہ نہیں کہتے۔ سبب واصلہ صرف اعضاء کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اگر یہ نظریہ فرض بھی کر لیں یا جراثیم کے مسلسل حملوں سے اعضاء کی کمزوری کا تصور بھی کر لیں۔ اور بڑھاپے کے نظریے کے صحیح ہونے کے بعد بھی ہم اس سے مستفید کیسے ہو سکتے ہیں اس کی صرف یہی صورت ہو گی کہ ہم زندگی بھر ان جراثیم کو اپنی آنتوں میں جانے سے روکنے کی کوشش کرتے رہیں جو بالکل ناممکن ہے۔ وہ طب یونانی کا مسئلہ حفظ صحت سامنے آجاتا ہے جس کی طوالت طویل عمر کے لئے بھی عذاب جان بن جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جراثیم تھیوری سے نہ صرف قیام شباب اور طویل عمری کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا بلکہ امراض کی روک تھام بھی نہیں ہو سکتی اور اس نظریہ کے تحت جو علاجات کئے جا رہے ہیں وہ نہ یقینی ہیں اور نہ کامیاب ہیں۔ اس لئے قیام شباب اور طویل عمری میں جراثیم تھیوری کو عمل میں لانا بے معنی صورت ہے۔

دوسرا نظریہ:- بعض سائنسدانوں کا نظریہ ہے کہ انسان اس وقت بوڑھا ہوتا ہے جب اس کا نظام غذائیہ بے کار ہو جاتا ہے یا پورے طور پر بگڑ جاتا ہے۔ یہ نظریہ اول تو نیا نہیں ہے۔ ایورویدک اور طب یونانی بھی اس کا ذکر کرتی ہے دوسرے یہ نظریہ پہلے نظریے کی سلجھی ہوئی صورت ہے تیسرے طویل عمری

میں ایک مقصد اعادہ شباب بھی ہے جو خرابی اعضاء اور خرابی خون کی حفاظت سے مکمل نہیں ہو سکتا ہے اس مقصد کے لئے کوئی ایسی صورت ہونی چاہیئے جس سے قیام شباب کے ساتھ اعادہ شباب کی صورت بھی ہونی چاہیئے۔

تیسرا نظریہ:- ڈاکٹر "بوٹومول" جو مارشل سٹالین کے طبیب خاص تھے ان کا نظریہ یہ ہے کہ بڑھاپا اس وقت آتا ہے جب انسان کا الحاقی مادہ (کنکٹیو ٹشوز) بڑھ کر دیگر اقسام ٹشوز پر اثر انداز ہو جاتے ہیں۔ جن میں دیگر ٹشوز میں سختی کے ساتھ ساتھ ان کے افعال اور مجاری میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ "راک فیلر بیولاجیکل انسٹیٹیوٹ" کے مستند اور چوٹی کے نامور ڈاکٹروں اور سائنسدانوں نے بے شمار تجربات کے بعد یہ امر تسلیم کر لیا ہے کہ الحاقی نسیج کنکٹیو ٹشوز سوائے حادثات کے اپنی زندگی اور نسل کو قائم رکھتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نسیج الحاقی کیا ہے اور اس کے افعال کیا ہیں۔

نسیج الحاقی:- نسیج مرکب ہے کیسہ جات (سلز) سے۔ کیسہ ایک حیوانانی ذرہ ہے جس کو خلیہ بھی کہتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ کائنات میں جو بھی جاندار مخلوق ہے یہاں تک کہ نباتات بھی ان کی ترکیب جسمی اور بناوٹ بدنی انہی خلیات سے عمل میں آئی ہے۔ ہر حیاتی مخلوق کی بناوٹ دو قسم کی ہوتی ہے اول بنیادی خلیات اور دوسرے فعلی خلیات۔ بنیادی خلیات واحد خلیاتی ہوتے ہیں یعنی اس میں ایک ہی قسم کے خلیے پائے جاتے ہیں اور یہ ادنیٰ قسم کی مخلوق میں پائے جاتے ہیں اور فعلی خلیات اعلیٰ قسم کی مخلوق میں پائے جاتے ہیں۔ اور اکثر مرکب خلیات پائے جاتے ہیں۔ بنیادی خلیات میں اعصاب اور عضلات نہیں پائے جاتے۔ ان بنیادی خلیات کی بناوٹ لیسدار اور ریشہ دار ارضی مادہ سے ہوتی ہے جو خاکی مادہ کہلاتا ہے۔ اس کی ترکیب

ہیں کاربونیٹ اور فاسفیٹ آف لائم اور دیگر قسم کے نمکوں کے ساتھ جن میں چونے کی خاصیت ہوتی ہے پایا جاتا ہے۔ یہی مادہ جب اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو ہڈی بن جاتا ہے۔ چونکہ یہ مادہ مخلوقات میں بنیاد کا کام دیتا ہے اس وجہ سے اس کو بنیادی خلیہ کہتے ہیں۔

نسیج الحاقی میں اسی قسم کے بنیادی خلیے پائے جاتے ہیں جن کی بناوٹ میں یہی خاکی مادہ ہوتا ہے۔ حیوانات خصوصاً انسان میں یہ الحاقی نسیج دیگر انسجہ کے ساتھ بہت زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ انسان میں بنیادی اعضاء اسی سے بنتے ہیں جن میں ہڈی وکری، رباط اور اوتار اسی سے بنتے ہیں ان کے علاوہ جسم انسان کے دیگر اعضاء کی مضبوطی کے کام بھی آتا ہے اس مادہ کی زیادتی کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر جسم کو کسی ایسے تیزاب میں ڈال دیا جائے جس سے الحاقی مادہ کے سوا باقی تمام انسجہ تحلیل ہو جائیں تو باقی جسم ایک چھلنی کی مانند باقی رہ جائے گا۔

بچپن میں الحاقی مادہ جسم میں بہت کم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے نسیج الحاقی میں سختی نہیں پائی جاتی۔ اور بچے کی ہڈیاں اس لئے نرم ہوتی ہیں۔ جوں جوں بچہ جوان ہوتا جاتا ہے۔ الحاقی نسیج یا خاکی مادہ زیادہ اور سخت ہو جاتا ہے۔ بڑھاپے میں یہ مادہ اس قدر زیادہ اور سخت ہو جاتا ہے کہ اس سے ایک طرف اعضاء انسانی لکڑی کی طرح سخت ہو جاتے ہیں جن سے اعضاء کے افعال میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے اس مادہ کے بڑھ جانے سے مجرا وغیرہ میں بھی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اس طرح انسان پر بڑھاپا غالب آجاتا ہے۔

جوانی میں یہ خلیات ہمیشہ نئے خلیات میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ پرانے خلیات تحلیل ہو کر غائب ہو جاتے ہیں اور نئے خلیات ان کی جگہ لے لیتے ہیں

چالیس سال کی عمر تک یہ عمل جاری رہتا ہے مگر اس کے بعد خلیات کا انحلال تو جاری رہتا ہے مگر نئے خلیات کی تکوین عمل میں نہیں آتی۔ اور چالیس سال کی ہی عمر تک دماغ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اور اس کے بعد گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ گویا چالیس سال کی عمر سے انسانی جسم مرنا شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہم اس قوت سے محروم ہو جاتے ہیں جس سے خلیات کی تکوین ہوتی ہے۔ چالیس سال کی عمر کے بعد بھی ہم زندہ رہتے ہیں لیکن ہمارے قویٰ برابر گرتے رہتے ہیں اور فنا ہوتے جاتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ چالیس سال کے بعد بدل ما یتحلل، جسم کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

خلیات کی موت اور بڑھاپا:۔ چالیس سال کے بعد ایک طرف الحاقی نسیج یا خاکی مادہ زیادہ سخت ہونا شروع ہو جاتا ہے دوسرے نئے خلیات کی پیدائش بند ہو جاتی ہے تیسرے دماغ کی ترقی رک جاتی ہے۔ اور بڑھاپا ظاہر ہو کر موت کی شکل دکھا دیتا ہے۔ بڑھاپے میں جسم کمزور اور نحیف ہو جاتا ہے۔ یہ خاکی مادہ جو خون میں ملا ہوتا ہے جسم کے خلیات کے منہ میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور وہیں جسم بن جاتا ہے۔ چونکہ پھر خلیہ میں خون کا گذر نہیں ہو سکتا اس لئے وہ خلیہ بند ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ نیا خلیہ بننا بھی بند ہو چکا ہوتا ہے۔ تو جسم میں اس مقام پر مردہ خلیہ کی علامت بطور جھری کے ظاہر ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ اسی طرح رفتہ رفتہ تمام خلیات کے منہ اس خاکی مادہ سے بند ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کل جسم پر جھریاں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور گوشت پوست لٹک جاتا ہے۔

اس نظریہ سے بڑھاپے کی کچھ حقیقت تو سامنے آتی ہے مگر اس کا علاج فرنگی طب میں اس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا کہ الحاقی نسیج میں سختی پیدا نہ ہو

اور خلیات کی پیدائش جاری رہے۔ لیکن یہ علاج بھی امکان سے باہر ہے در اصل یہ حقیقت ہے کہ فرنگی طب کی تحقیقات خلیات کے سلسلہ میں زیادہ دقیق نہیں ہے۔ جس سے وہ پیدائش خلیات پر کچھ مزید روشنی ڈال سکے۔ اس لئے اس بارے میں اس کی تحقیقات ختم ہو چکی ہیں۔

اس سلسلے میں ہماری تحقیقات یہ ہیں کہ الحاقی نسیج کے خلیات کی پیدائش موت تک جاری رہتی ہے۔ یہی خلیات بنیادی ہیں۔ البتہ فعلی خلیات کی پیدائش بند ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر بدن انسان میں مناسب حرارت رہے تو بھی الحاقی مادہ سے ایک طرف نئے فعلی خلیات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور دوسری طرف یہی حرارت الحاقی نسیج کو سخت نہیں ہونے دیتی ہے یہ حرارت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ اور کہاں پیدا ہوتی ہے؟ اس کا ذکر ہم اپنی تحقیقات میں کریں گے۔ ہماری تحقیقات سے ماہر فن اور صاحب عقل اندازہ لگائیں گے کہ ہماری تحقیقات فرنگی طب سے کس قدر زیادہ اور اہم ہیں۔

چوتھا نظریہ:— اس نظریہ میں اس امر کو مدِ نظر رکھا گیا ہے کہ بڑھاپا اس وقت آتا ہے جب انسان کی شریانیں سخت ہو جاتی ہیں اور ان میں صلابت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ان میں لچک ختم ہو جاتی ہے۔ خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور وہ ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ یہ نظریہ بھی کوئی نیا نہیں ہے۔ وہی نسیج الحاقی یا خاکی مادہ کی ایک مختلف صورت ہے جو صرف شریانوں تک محدود کر دی گئی ہے۔ شریانیں کوئی باقی جسم سے جدا اور مختلف نہیں ہیں ان کی پیدائش بھی انہی مادوں سے ہوئی ہے جن سے باقی جسم ہوا ہے شریانوں میں بھی نسیج الحاقی اور خاکی مادہ پایا جاتا ہے جو وہاں پر سختی اور صلابت اختیار کر لیتا ہے۔ البتہ اس تحقیق سے جو نئی چیز علمی دنیا کے سامنے آتی ہے وہ

خون کے دباؤ کا بڑھ جانا (ہائی بلڈ پریشر) ہے۔ جو اپنی جگہ ایک خوفناک علامت ہے لیکن اس کا تعلق صرف شریانوں تک محدود نہیں ہے بلکہ جب شریانوں میں سختی اور صلابت پیدا ہوتی ہے تو اس سے قبل عضلات اور غدد کو اپنی گرفت میں کر چکی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کے اندرونی اعضاء اور منسوجات سخت ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ جب بوڑھوں پر جراحی کے زیر عمل ان کے اعضاء خصوصاً جگر اور گردوں پر نشتر چلایا جاتا ہے تو ان میں سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے لکڑی کو آری سے چیرا جا رہا ہو۔ یہ سب کچھ منسوجات میں خاکی مادہ کی کثرت اور سختی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جگر تغذیہ جسم کا ایک انتہائی ضروری جزو ہے۔ اور یہ کئی افعال انجام دیتا ہے جب اس پر الحاقی نسیج یا خاکی مادہ اثر انداز ہو جائے یا لپٹ جائے تو اس کے افعال میں یقیناً خلل واقع ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ اسی طرح گردے بھی انتہائی ضروری اعضاء ہیں اور ان کے خلیات کا قدرتی فعل یہ ہے کہ وہ مضر و فاسد مادے پیشاب کے ذریعے جسم سے خارج کرتے ہیں لیکن ان کے گرد جب نسیج الحاقی اور خاکی مادہ اثر انداز ہوتا ہے تو پھر گردے اپنے افعال صحیح طور پہ انجام نہیں دے سکتے جس کی وجہ سے خون میں تیزابی مادوں کی کثرت ہو جاتی ہے اور بڑھاپا اور بالوں میں سفیدی کا ظہور ہو جاتا ہے۔ نزلہ کی ابتدا بھی یہیں سے ہوتی ہے۔ صرف جگر و گردوں تک محدود نہیں ہے بلکہ دل و دماغ کے حجاب و مخاط میں بھی جب نسیج الحاقی اور خاکی مادہ اپنا اثر کرتے ہیں تو ان کے افعال میں بھی خرابی واقع ہو جاتی ہے ظاہر طور پر اس کا اثر جب جلد پر پڑتا ہے تو وہ سوکھ کر خشک اور پتلی ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عضلات میں دبلا پن ظاہر ہو جاتا ہے جس کے بعد میں بھی

دبلے ہوکر سخت ہوجاتے ہیں۔

اس سختی کو صرف صلابت شرائین تک محدود نہیں خیال کرنا چاہیئے بلکہ اندرونی غدد کو خاص طور پر مدِ نظر رکھنا چاہیئے جن سے ہر وقت رطوبات کا ترشح جاری رہتا ہے۔ جب الحاقی نسیج اور خاکی مادہ پھر ان پر اثر انداز ہوتا ہے تو ان کی رطوبات کا ترشح رک جاتا ہے اور غدد بے کار ہوجاتے ہیں اور اپنا فعال جاری نہیں رکھ سکتے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے بوڑھے لوگ اپنا منہ کھولے رہتے ہیں تاکہ ان کے منہ کی خشکی کم ہوتی رہے۔ اور حلق تر رہے۔

شرائین و غدد اور عضلات وغیرہ کی صلابت واقعی بڑھاپے کی علامات ہیں۔ ظاہرہ یہ ماڈرن سائنس کی تحقیقات ہیں۔ لیکن طب یونانی کی کتب میں اس صلابت کا ذکر بڑی وضاحت سے پایا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کو صرف فرنگی طب کی تحقیقات ہی تسلیم کرلیا جائے۔ تو بھی یہ صرف بڑھاپے کی علامت سے زیادہ نہیں ہے جو نسیج الحاقی کو مدِ نظر رکھ کر بیان کی گئی ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صلابت شرائین و غدد اور عضلات وغیرہ کا علاج کیا ہے۔ جیسا کہ ہم تیسرے نظریہ کے بارے لکھ چکے ہیں کہ فرنگی طب تاحال خلیات کی پیدائش اور ان کے افعال سے پورے طور پر واقف نہیں ہے اس لئے وہ اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

پانچواں نظریہ:- اس نظریہ کی بنیاد اس امر پر ہے کہ انسانی خلیات (سلز) کی پیدائش کم ہوجاتی ہے اس لئے بڑھاپا آنا شروع ہوجاتا ہے یہ نظریہ بھی کوئی جدا حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق نسیج الحاقی کے ساتھ ہے بہرحال یہ ایک نظریہ ہے اور اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے۔ اس کا سمجھنا بھی قیام شباب، و اعادہ شباب اور طویل عمری پر روشنی ڈالتا ہے مگر خلیات کی پیدائش

کیسے بڑھائی جاسکتی ہے فرنگی طب اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

چونکہ ڈاکٹر وورونوف کو اعادہ شباب میں کافی اہمیت حاصل ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی رائے بطور ثبوت درج ذیل ہے۔

"نسیج اتصالی (الحاقی) دوسرے منسوجات کے لئے ایک سہارا اور ڈھانچ کے طور پر ہے تمام اعضا کے کارکن یعنی فعلی خلیات کے درمیان نسیج اتصالی کے خلیات موجود ہوتے ہیں جو عضو عضو متعلقہ کی صورت اور ڈھانچ کے قیام میں ممد ہوتے ہیں۔ عضلات کے ریشوں اور جگر، گردوں، غدد ترمسیہ اور خصیتین وغیرہ کے فعلی خلیات بھی نسیج اتصالی کی خلیات سے معرا نہیں ہوتیں۔ ہر عضو میں مخاطی خلیات فعلی خلیات ہیں۔ جو عضو متعلقہ کا مخصوص وظیفہ سرانجام دیتے ہیں۔ اس کے درمیان جو نسیج اتصالی پایا جاتا ہے اس کا مقصد مخاطی خلیات کو سہارا دینے کے علاوہ یہ بھی ہے۔ کہ خون کی باریک باریک رگوں سے جو رطوبت رستی ہے اسے اپنے اندر سے گذار کر مخاطی خلیات تک پہنچادے۔ کیونکہ اس کے بغیر ان فعلی خلیات کا تغذیہ ممکن نہیں ہے"

ڈاکٹر ووروناف کے اس بیان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نسیج فعلی اور نسیج الحاقی کا باہمی کیا تعلق ہے اور جب وہ ایک مقررہ تناسب سے گھٹ جاتے ہیں تو کیا جسمانی تغیرات ظہور میں آتے ہیں یعنی نسیج اتصالی کے خلیات منسوجات فعلی کا کام انجام دیتے ہیں وہ فعلی خلیات کی نسبت بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔ اس نوع کی پیدائش پر عمر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور ان کے مقابلے میں فعلی خلیات جو اعلیٰ اور ارتقائی درجہ کے مختلف الخواص اور نازک ہوتے ہیں اپنی کارکنی مگر پوری غذا اور آرام نہ ملنے کی وجہ سے تھک

کر کمزور ہو جاتی ہیں - اور جب معمر ہو جاتی ہیں تو ان میں اپنی مثل پیدا کرنے کی طاقت گھٹ جاتی ہے - مگر ان کے مقابلے میں نسیج اتصالی کی قوت قائم رہتی ہے - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی عضو میں جوں جوں فعلی خلیات کم ہوتے جاتے ہیں توں توں اتصالی خلیات بڑھتے جاتے ہیں - اس وجہ سے جسم اور اعضاء کا توازن بگڑ جاتا ہے - صحت برقرار نہیں رہ سکتی - جس کے بعد بڑھاپا اور آخر موت واقع ہو جاتی ہے -

قیام شباب اور طویل عمری کا یہ نظریہ کتنا عقل و فطرت کے مطابق معلوم ہوتا ہے لیکن پروفیسر ریٹیبرر (Retteneeer) نے ایک پہلو سے اس کی مخالفت کی ہے - اس کی تحقیق یہ ہے کہ جب مخاطی خلیات کی تولید کم ہو جاتی ہے تو یہی خلیات اتصالی خلیات میں تبدیل ہونے لگتے ہیں - لیکن ہماری تحقیقات میں پروفیسر ریٹیبرر کی تحقیقات بھی اس سلسلہ میں اسی طرح غلط ہیں جس طرح باقی فرنگی سائنسدانوں کی تحقیقات اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنا ہے -

قطع نظر ان مباحث کے ان تحقیقات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خلیات فعلی کے گھٹنے اور خلیات اتصالی کے بڑھنے سے بڑھاپا آتا ہے - اور شباب ختم ہو جاتا ہے - اور اگر کسی طرح فعلی خلیات کی تولید بڑھائی جا سکے اور انہیں اتنی تقویت دے دی جائے کہ وہ اتصالی خلیات سے مغلوب نہ ہونے پائیں - پس جو شخص قدرت کا یہ راز معلوم کر لے گا وہ یقیناً بڑھاپے پر فتح پا سکتا ہے - اور قیام شباب اور اعادہ شباب حاصل کر سکتا ہے لیکن ابھی تک فرنگی محققین کو یہ پتہ نہیں لگ سکا کہ جسم انسانی کے اندرونی اعضاء میں کارکن خلیات کی جگہ نسیج اتصالی کے خلیات کیسے لے لیتے ہیں - ان کے لئے ابھی یہ ایک راز ہی ہے -

چھٹا نظریہ :- اس نظریہ کے تحت یہ تحقیق کی گئی ہے کہ جسم انسان میں خون اور سفید ذرات کمزور پڑ جاتے ہیں اس لئے انسان بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے - یہ نظریہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کیونکہ بڑھاپے میں واقعی انسان کا خون اور سفید ذرات کمزور ہو جاتے ہیں - اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ خون ہی پر زندگی اور طاقت کا دارومدار ہے اور امراض سے بچاؤ کے لئے خون کی مضبوطی کے ساتھ ساتھ سفید ذرات کا بھی اپنی پوری مقدار میں مضبوط رہنا ضروری ہے - جب ان دونوں میں کمزوری اور ضعف پیدا ہو گیا تو لازمی امر ہے کہ بڑھاپا آ جائے گا اور شباب قائم نہیں رہ سکے گا - لیکن یہاں پر یہ حقیقت بھی محل نظر ہے کہ خون اور سفید ذرات کی کمزوری بذات خود پیدا ہو جاتی ہے یا اعضاء و خلیات اور اغذیہ و ماحول کا نتیجہ ہوتا ہے - جہاں تک اس حقیقت کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ غذا کو اعضاء اور خلیات ہی ہضم کر کے خون اور سفید ذرات بناتے ہیں - اچھی غذا اور مضبوط اعضاء اور خلیات سے عمدہ خون اور مضبوط ذرات سفید پیدا ہوتے ہیں - گویا خون اور سفید ذرات ثانوی اشیاء ہیں - اس لئے اس نظریہ کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے - لیکن خون اور سفید ذرات کی کمزوری کا علم بھی بعض تحقیقات پر ضرور روشنی ڈالتا ہے -

ماڈرن سائنسدانوں اور ڈاکٹروں کی تحقیقات ہے کہ خون میں ایک قسم کے خوردبینی جراثیم پائے جاتے ہیں جن کو ناگوسائٹ (محمد حیات) کہتے ہیں - ان کا خیال ہے کہ یہ خوردبینی جراثیم انسانی جسم کے محافظ ہیں جو زہریلے اور مہلک جراثیم کو فنا کرنے کا کام انجام دیتے رہتے ہیں - جس جسم میں ان محمد حیات جراثیم کی تعداد زیادہ ہو - وہی جسم تندرست و صحیح اور مضبوط رہتا ہے - جب ان کی تعداد کم ہو جائے تو مہلک جراثیم بڑھ جاتے ہیں تو انسان بیماریوں میں پھنس جاتا ہے اور اپنی صحت خراب کر لیتا ہے -

ہم یہ پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ یورپ کے محقق ڈاکٹر انسان کے عمر طبعی سے پہلے مر جانے کا باعث مختلف امراض کے کروڑوں جراثیم قرار دیتے ہیں۔ جو ہر وقت انسان کے جسم کو گھن کی طرح کھاتے اور کمزور کرتے رہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر ان کے مقابلے میں تندرستی کے معاون اور قوت بخش جراثیم کو خاص طور پر تقویت دی جائے تو انسان نہایت طویل عمر حاصل کر سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خون میں صرف جراثیم کو طویل عمر کا باعث خیال کرنا عقلمندی کے منافی ہے کیونکہ خون کئی ٹھوس و محلول اور ہوائی مادوں و عناصر اور کیفیات کا مرکب ہے۔ جب تک یہ مرکب صحیح حالت میں قائم نہ رہے اس وقت تک اس میں کوئی موافق اور مخالف جراثیم زندہ بھی نہیں رہ سکتے۔ اس لئے خون کو اگر ممد حیات (فاگوسائٹ) جراثیم سے اہمیت حاصل ہے تو یہ بالکل بے معنی چیز ہے۔ ہمیں اس امر سے انکار نہیں ہے کہ خون میں قوت مدبرہ بدن ہے اور وہ تقویت و تصفیہ جسم کے ساتھ ساتھ ہر مرض کا مقابلہ بھی کرتا ہے مگر اس میں جس چیز کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ حرارت طبعی ہے اور جب تک حرارت طبعی اپنی اصلی حالت پر قائم رہتی ہے اس وقت تک ہمارا جسم قوی و مضبوط اور توانا و چست رہتا ہے۔ اور خون بھی کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ اور بڑی سرعت کے ساتھ جسم کے ہر حصہ میں حرکت کرتا رہتا ہے لیکن جب چند خاص وجوہ سے اعضاء رئیسہ کے افعال میں کمزوری واقع ہوتی ہے تو اس کے عناصر و مادوں اور کیفیات میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے خاص طور پر فولاد اور گندھک کے اجزاء اپنی ضروری مقدار سے بہت کم ہو جاتے ہیں تو اس وقت خرابی صحت اور کمزوری واقع ہونے لگتی ہے جس کا نتیجہ بڑھاپا ہوتا ہے۔

سفید ذرات خون (وائٹ کارپسلز) کو سائنسدانوں کی اصطلاح میں لیوکوسائٹس (   ) کہتے ہیں جو سرخ ذرات خون کے ساتھ

خون میں شریک رہتے ہیں۔ خوردبین کی مدد سے دیکھا گیا ہے کہ وہ ہر وقت جسم میں ادھر ادھر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ اور جہاں کسی مہلک جراثیم کا وجود پاتے ہیں یا کسی مضر مادہ کو دیکھتے ہیں۔ تو اپنے اندر سے چھیند لیس نکال کر اس جرثومہ کو لپیٹ لیتے ہیں۔ جو فوراً فنا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اوقات اس کے اندر سے ایک خاص قسم کا مادہ بھی خارج ہوتا رہتا ہے جو زہریلے جراثیم کے لئے مضر ہوتا ہے۔ اکثر سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ذرات خون بھی بجائے خود جداگانہ اعضاء کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ جب تک ہم اوسط درجہ کی صحت کی حالت میں رہتے ہیں یہ لیوکوسائیٹس (سفید ذرات خون) اور فاگوسائیٹس (جراثیم ممد حیات) ان جراثیم کو ہلاک کرتے رہتے ہیں جو جسم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ انسانوں کو جراثیم کے خوفناک حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ جب ہماری بے اعتدال زندگی یعنی غیر خالص ہوا اور پانی اور خراب غذا کھانے اور بد عادات و منشیات سے ہمارے اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں۔ تو ساتھ ہی لیوکیوسائیٹس اور فاگوسائیٹس بھی کمزور ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں یہ مہلک جراثیم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس سے انسانی صحت خراب ہو جاتی ہے اس طرح کمزور اور جلد بوڑھا ہو جاتا ہے۔ سائنس دان اس قسم کے تجربات میں مصروف ہیں کہ ایسی ادویات اور اغذیہ کا پتہ چل جائے جن کے استعمال سے خون (سفید ذرات اور ممد حیات جراثیم) کو زیادہ سے زیادہ پیدا کیا جا سکے۔ یہ بھی تجربات کئے گئے ہیں کہ نوجوانوں کے خون کو بوڑھوں کے جسم میں داخل کر کے قیام شباب اور اعادہ شباب حاصل کر لیا جائے مگر اس عمل سے بھی کامیابی نصیب نہیں ہو رہی ہے۔

ساتواں نظریہ:۔ بعض جدید فرنگی سائنسدانوں کا نظریہ ہے کہ جس وقت جسم انسان کے غدد بے کار یا کمزور ہونا شروع ہو جاتے ہیں

ان سے کیمیاوی رطوبات (ہارمونز) کی تراوش میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ اس وقت انسان بوڑھا ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ اس جدید تحقیقات پر سائنسدانوں کو بہت ناز ہے اور وہ اس غلط فہمی میں گرفتار ہیں کہ انہوں نے قیام شباب اور طاقت کا راز معلوم کرلیا ہے مگر جب ان سے کہا جائے کہ غدد تو بدن کا ایک حصہ ہیں ان کے علاوہ بدن میں دیگر اعضاء بھی ہیں بلکہ خاص طور پر اعضاء رئیسہ دل دماغ جگر جن پر زندگی کا دارومدار ہے۔ کیا ان کے بغیر تنہا غدد جسم میں کچھ مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔ پھر جدید تحقیقات نے خلیہ (سل) سے لے کر خون اور اجزائے خون کو جسم کے لئے مفید قرار دیا ہے اس لئے صرف غدد کو اس قدر اہمیت دینا درست نہیں ہے۔ ہاں اس حقیقت سے انکار نہیں ہے غدد بھی اپنی جگہ اہم اعضاء ہیں ان کا بھی صحت و طاقت اور حسن و شباب سے تعلق ہے۔ اس اہمیت کا یہ فائدہ ہے کہ دیگر حقائق (فیکٹرز) کی طرح ان سے بھی مفید نتائج حاصل ہوسکتے ہیں۔ خاص طور پر وہ غدد جن کا تعلق جنسی قوت کے ساتھ ہے ان کا مطالعہ دلچسپی اور مفید معلومات کا حامل ہے۔

غدد تین قسم کے ہوتے ہیں اول ایسے غدد جو رطوبات یا فضلات کو جسم سے باہر خارج کرتے ہیں۔ جیسے جگر خون سے فضلات کو باہر خارج کرتا ہے ایسے غدد کو نالیدار غدد کہتے ہیں دوسرے وہ غدد ہیں جو کیمیاوی طور پر اپنی رطوبات خون میں شامل کردیتے ہیں۔ جیسے طحال وغیرہ تیسرے وہ غدد ہیں جو اپنی رطوبات کو باہر بھی خارج کرتے ہیں اور کیمیاوی طور پر خون میں بھی شامل کرتے ہیں۔ جن کی بہترین مثال خصیے ہیں۔

ان غدد میں ان غدد کو بہت اہمیت دی جاتی ہے جن کی رطوبات خون میں شریک ہوتی ہیں۔ یہ اکثر بے نالی کے غدد ہوتے ہیں۔ ان میں طحال، لبلبہ، کلاہ گردہ، غدہ ترمسیہ (تھائی رائڈ گلینڈ)، غدہ ترمسیہ کا شریک کار (پیرا تھائی رائڈ گلینڈ)

غدہ نخامیہ (پچوٹری گلینڈ) اور خاص طور پر خصیے شریک ہیں۔ ان غدد سے جو رطوبات کیمیاوی طور پر خون میں شریک ہوتی ہیں تو انگریزی میں (ہارمونز) جن کا مفرد ہارمون (Hormon) ہے ان کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ صحت اور قوت کو قائم رکھنے میں ان کا بہت دخل ہے۔ لیکن سوائے خصیوں کے کوئی غدد ایسا نہیں ہے جو قیام شباب کی اہمیت اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اس پر بھی یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اگر اس کی رطوبت کسی بوڑھے انسان میں شامل کردی جائے تو وہ از سر نو جوان ہوجائے گا۔ جس طرح دیگر غدد کے متعلق تجربات شاہد ہیں۔ مثلاً غدہ ترمسیہ کی رطوبت اگر بند ہوجاتی ہے تو سن رسیدہ اشخاص کے ہاتھ اور منہ پر رسولیاں سی پیدا ہوجاتی ہیں اور وہ فاتر العقل ہوجاتے ہیں غدہ ہمراہ غدہ ترمسیہ کی رطوبت بند ہوجاتی ہے۔ تو کرانے یا تشنجوں سے ہی موت واقع ہوجاتی ہے۔ غدہ نخامیہ کی رطوبت بند ہوجانے سے تنفس کی رفتار سست پڑجاتی ہے اور حرارت عزیزی کم ہوجانے سے موت واقع ہوجاتی ہے۔ کلاہ گردہ اپنی رطوبت بند کردے تو ضعف قلب اور خرابی رنگ کے امراض پیدا ہوجاتے ہیں۔ طحال کی رطوبت اگر خون میں شامل نہ ہو تو خرابی ہضم، ضعف قلب رنگت میں سیاہی اور پیلا پن پیدا ہوجاتا ہے۔ لبلبہ کی رطوبت کے رک جانے سے ذیابیطس ہوجاتا ہے خصیے کی رطوبت رک جانے سے جنسی قوت پر غیر معمولی اثر پڑتا ہے چونکہ اس پر وسیع تجربات کیے گئے ہیں اس لیے ان کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

خصیتین کی رطوبات پر تجربات:-

خصیتین کی رطوبت پر دو طریق پر تجربات کیے گئے ہیں، ساحل یعنی یا جوانی میں انسانی یا حیوانی خصیے نکال دیئے گئے ہیں پھر ان کے اثرات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ عام طور پر جن کے خصیے نہیں ہوتے ان کو خصی کہتے ہیں لیکن جن کے

محمد مزمل صدیقی 03047152589

خصیے نکال دیئے جاتے ہیں ان کو اختہ کرنا کہتے ہیں۔ جب کسی انسان یا حیوان کو اختہ کیا جاتا ہے تو اس میں ظاہری مردانہ علامات پیدا ہی نہیں ہوتیں مثلاً مردوں کی ڈاڑھی اور مونچھیں نہیں نکلتیں۔ بیلوں و مینڈھوں اور بکروں کے سینگ چھوٹے ہوتے ہیں۔ مرغوں کی کلغیاں نہیں نکلتیں۔ اور ان کے باقی جسموں میں بھی کمی نظر آتی ہے۔ یہی اثر گھوڑوں اور کتوں پر بھی نمایاں ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑی تبدیلی یہ پیدا ہوتی ہے کہ ان میں تیزی و تندی اور جنگجوئی کے جذبات تقریباً ختم ہو جاتے ہیں بلکہ بزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ مرغوں پر ایک اثر یہ پڑتا ہے کہ وہ بانگ نہیں دیتے۔

مشرقی ممالک میں شاہی خاندان اور اعلےٰ گھرانے میں خواجہ سرا رکھنے کی رسم تھی جن سے پردہ دار گھروں میں کام دھندے لئے جاتے تھے یہ خواجہ سرا وہی لوگ ہوتے تھے جن کو اختہ کر دیا گیا ہوتا تھا۔ ان کی شکل بیشک مردوں کی ہوتی تھی مگر ان میں تمام نسوانی عادات اور نزاکت پیدا ہو جاتی تھی۔ سب سے بڑی تبدیلی یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ بال بہت جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ عمر عام لوگوں کی نسبت گھٹ جاتی ہے اور بہت جلد موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت کیا جاتا ہے کہ خصیوں کی غیر موجودگی میں یہ سب اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ اگر جسم کے کسی بھی غدد کو ناکارہ کر دیا جائے۔ تو انسان کی نشوونما میں یقیناً خرابی واقع ہو جائے گی اور اس کا بہت کچھ اثر جوانی و جنسی قوت اور طویل عمری پر پڑے گا۔ چونکہ خصیے ایسے غدد ہیں جن کو اختہ کرنے سے جسم کے اعمال میں سوائے جنسی عمل کی کمی کے کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے انہی کو ختم کر کے مردمی قوت کو ختم کر دیا جاتا ہے اور جسم کی صحیح نشوونما ارتقا بھی روک دی جاتی ہے۔ اگر جسم کے کسی اور غدد کو اس طرح ضائع کر دیا جائے تو

شاید اختہ شخص کی نہ عمر پا سکے اور نہ ہی وہ تندرست رہ سکے۔ اس لئے خصیتین کو قیام شباب اور اعادہ شباب کی اس قدر اہمیت نہیں ہے جس قدر کہ دی جا رہی ہے۔ خصیتین منی کی تکمیل اور اخراج کا آلہ ہیں۔ لیکن ان کی بناوٹ میں خلیات و خون اور دیگر اعضاء خصوصاً اعضائے رئیسہ کا بھی ایک گہرا تعلق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جب ان میں خرابی واقع ہوتی ہے تو مردانہ اوصاف میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن ان پر قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بعض فرنگی سائنس دانوں نے خصیوں کے خلاصہ جات کو کھلا کر طاقت مردمی اور جنسی قوت کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کو حسب منشا کامیابی نہیں ہوئی۔

اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ مردمی طاقت اور جنسی قوت کی خرابی صرف خصیوں کی خرابی سے نہیں ہوتی۔ اکثر عصبی کمزوری اور ضعف قلب سے بھی یہ خرابی واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ جب اعصاب میں خرابی ہو گی تو احساس مفقود ہو گا اور جب قلبی ضعف ہو گا تو خون کا دباؤ ختم ہو جائے گا نتیجہ ظاہر ہے۔ اس لئے تمام اعضاء اپنی اپنی جگہ پر بے حد اہم ہیں اور ہر ایک پر نگاہ رکھنا ضروری ہے۔

آٹھواں نظریہ: یہ نظریہ فرانسیسی سائنسدان "چارلس ایڈورڈ براؤن" کا ہے کہ جب انسانی اعضائے تناسلی کا جوہر ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے تو بڑھاپا آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ نظریہ بھی کوئی جدا حقیقت نہیں ہے بلکہ غدد کی خرابی کا ایک حصہ ہے۔ غدد کی خرابی میں تمام غدد کو سامنے رکھا گیا ہے جس میں تناسلی جوہر (منی) کو تیار کرنے والا غدد خصیے میں شریک ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ہاتھی اور اندھوں والا معاملہ ہے جس کے سامنے جو شے بوقت تحقیق آ گئی وہ ایک مسئلہ بن کر نظریہ کی صورت اختیار کر گئی۔ اور یہ کوئی نیا نظریہ بھی نہیں ہے ایورویدک اور یونانی طب میں اس پر باحسن طریق پر بحث کی گئی ہے

البتہ اس امر سے انکار نہیں ہے تناسلی جوہر کی کمی بڑھاپے کی علامت ضرور ہے یہ کوئی سبب نہیں ہے اور نہ ہی بغیر دیگر اعضاء رجسم و خلیات اور غدد و خون کی درستی کے بغیر یہ جوہر تیار ہو سکتا ہے اس علامت کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہی مرد پوری طرح صحت مند ہے جس کے جسم میں تناسلی جوہر کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ جس طرح ماہواری کی باقاعدگی اس امر کا اظہار ہے کہ عورتوں کی صحت اپنے صحیح مقام پر ہے۔

نواں نظریہ:- فرنگی طب میں جس قدر قیام شباب اور اعادہ شباب کے نظریات پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں صرف یہی ایک نظریہ ہے جس کے حامل نے عملی طور پر کچھ کر کے دیکھا ہے۔ بلاشک یہ نظریہ بھی بری طرح ناکام ہوا ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر وورونوف نے متعدد مردوں اور عورتوں پر اپنا عمل جراحی کر کے ان کو بڑھاپے سے شباب کی طرف کھینچا ضرور ہے۔ اگرچہ یہ اعادہ شباب زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہا مگر یہ کوشش ضرور قابل داد ہے۔

۱۰) پیوند خصیہ:- ڈاکٹر وورونوف ایک مشہور سرجن اور ملک فرانس کا باشندہ ہے۔ اس نے اپنے عمل جراحی سے جو وہ اعادہ شباب کے متعلق کرتا تھا دنیا بھر میں بے پناہ شہرت حاصل کی تھی۔ وہ اپنی شہرت کی وجہ سے ہندوستان بھی اپنے عمل جراحی کے لئے آیا تھا۔ وہاں پر اس نے ایک مارواڑی اور اس کی بیوی پر اپنا عمل جراحی کیا تھا جس کا ابتدا میں بہت اچھا اثر پڑا مگر بعد میں وہ اثر بہت جلد ختم ہو گیا۔ لیکن اس نے ثابت کر دیا کہ انسان میں کوشش سے اعادہ شباب کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف خصیتین کو بہت اہم غدد قرار دیتا ہے اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس میں دو قسم کی رطوبتیں اخراج پاتی ہیں ایک رطوبت وہ ہے جو

جوہر انسان کہلاتی ہے جس کو منی کہتے ہیں جس کا مقصد بقائے نوع ہے اور دوسری رطوبت جو خصیوں کے اندر سے نکلتی ہے وہ خون میں شامل ہو جاتی ہے جو قیام شباب کی ذمہ دار ہے۔ جب خصیتین میں ضعف یا خرابی واقع ہوتی ہے تو دونوں رطوبتوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ تو بڑھاپا آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی تحقیق ہے کہ اگر خصیوں کے طبعی وظیفہ کو بحال کر دیا جائے تو اعادہ شباب ممکن ہے جو اس نے اپنے عمل جراحی سے کر کے دکھا دیا تھا۔

خصیتین کے طبعی وظیفہ کو بحال کرنے کے لئے اس نے عمل جراحی ایجاد کیا تھا۔ جس میں وہ بندر کے خصیوں کا پیوند انسانی خصیوں پر لگایا کرتا تھا جس میں اس کو ایک حد تک کامیابی ہوئی تھی۔ ابتدائی تجربات اس نے جانوروں پر کئے اور جب ان میں ایک حد تک کامیابی ہوئی تو اس نے انسانوں پر تجربات شروع کر دیئے لیکن اس مقصد کے لئے انسانی نوجوان خصیوں کا فوراً دستیاب ہونا دشوار تھا۔ اس لئے اس نے مجبوراً بندروں کے خصیوں سے کام لینا شروع کر دیا۔ کیونکہ ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے مطابق بندر انسان کے بہت قریب ہے اس عمل جراحی میں اس کو ابتدا میں کامیابی ہوئی مگر آخرکار وہ بری طرح ناکام ہوا۔ بہرحال یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ عمل جراحی اعادہ شباب کے علاوہ دنیائے طب میں جراحی کا ایک نادر نمونہ تھا۔

۱۱) پیوند اعضاء:- پیوند لگانا ایک ایسا عمل ہے جس کی افادیت سے عوام تک واقف ہیں اور تاریخ بتلاتی ہے کہ پیوند نباتات کا سلسلہ صدیوں سے چلا آتا ہے۔ اس عمل سے مختلف اقسام پھول و پھل اور میوہ جات ایجاد کئے گئے۔ اسی پیوند کے زیر اثر طب یونانی اور ایورویدک کی عمل جراحی میں بھی بعض امراض اور خوبصورتی کے لئے ہڈیوں، جلد اور

بال پیدا کرنے کے لئے پیوند لگائے گئے تھے مگر اعادہ شباب اور قوت کو بحال کرنے کے لئے کبھی بھی دنیائے طب میں کوئی پیوند نہیں لگایا گیا۔ بلکہ نباتات میں بھی اس امر کو کبھی مدِ نظر نہیں رکھا گیا کہ ان میں اگر پیوند لگایا جائے گا تو وہ درخت یا پودا پھر اپنے شباب کی طرف لوٹ آئے گا۔ یا اس کی عمر بڑھ جائے گی۔ اور نہ ہی ایسے پیوند کے بعد کسی درخت یا پودے میں ایسی صورتیں سامنے آئی ہیں۔ البتہ یہ ضرور دیکھا گیا ہے کہ جس درخت یا پودے کو پیوند لگا ہے اس کے پھل اور پھول کی خاصیت ضرور بدل گئی ہے۔ بلکہ ایک ایک پودے میں کئی کئی پیوند لگا کر اس میں مختلف انواع و اقسام کے پھل و پھول حاصل کئے گئے۔

ڈاکٹر دورونوف کے اس عمل سے کہا تو یہ جاتا ہے کہ انسانی نسل میں کوئی فرق نہ پڑتا۔ کیونکہ اس پیوند سے مقصد خصیہ کی اندرونی رطوبت کی پیدائش میں زیادتی مقصود ہے نہ کہ اس کا اثر منی پر مقصود ہے۔ لیکن یہ کیسی بے معنی بات ہے۔ جب منی انسانی خون سے پیدا ہوتی ہے اور خون تمام جسم کی طاقت اور غذا ہے۔ اسی خون سے منی کی پیدائش ہے۔ جب پیوند سے شباب اور طاقت لوٹ سکتی ہے تو کیا جو خون طاقت اور شباب لوٹا سکتا ہے اس کی منی کے اندر اس کا اثر نہیں پڑ سکتا۔ بہرحال اگر یہ غیر انسانی پیوند کا سلسلہ چل نکلتا تو یقیناً انسانی نسل برباد ہو جاتی۔ غیر انسانی تو رہا ایک طرف انسانی پیوند بھی اپنا اثر کئے بغیر نہ رہتا۔ جب حیوانات میں دیکھا گیا ہے کہ ان میں جب مختلف حیوانات کے پیوند لگائے گئے ہیں تو ان کی خصلتیں بدل گئی ہیں تو کیا انسانوں میں اس طرح کے تبدیل عادات اور ہیئت کے اثرات کیسے پیدا نہ ہوتے۔ لیکن قدرت نے اس عمل جراحی یا پیوند کو کامیابی نہ بخشی۔ پیوند سے عادات اور ہیئت کی تبدیلی تو ممکن ہے لیکن اس عمل سے ارتقائی مقاصد کا حاصل کرنا اور اعادہ شباب ناممکن ہے۔

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر دورونوف کو اپنے عمل جراحی سے جو کامیابی ابتدا میں ہوئی تھی وہ کیا تھی اس کی پوری حقیقت تو اپنی تحقیقات میں بیان کریں گے مگر مختصر یہ ہے کہ انسانی صحت اور قوت کا تعلق اعضائے رئیسہ کے ساتھ ہے اور جگر بھی اعضائے رئیسہ کا ایک عضو ہے جو ایک نہ صرف بڑا غدہ ہے بلکہ غدد کا مرکز ہے۔ جب کسی غدد کے افعال میں تیزی واقع ہوتی ہے تو اس کا مشینی اور کیمیاوی اثر جگر پر بھی پڑتا ہے اور اس کے افعال میں بھی تیزی آجاتی ہے۔ یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ جگر خون کی پیدائش و تقویت اور محفوظ حرارت کا ایک بڑا مرکز ہے۔ جب خصیوں میں پیوند لگایا جاتا ہے تو ان کے افعال میں تیزی آجاتی ہے جس کا اثر جگر پر بھی پڑتا ہے نتیجہ ظاہر ہے کہ صحت بہتر ہو جاتی ہے۔ ان فوائد کو ایورویدک میں ادویات اور یوگ سے حاصل کیا ہے اور یونانی طب میں حفظ صحت اور عمدہ اغذیہ و ادویات کے استعمال سے کامیابی حاصل کی ہے۔ بہرحال اس عمل جراحی سے یہ تحقیقات بھی سامنے آگئی ہے کہ پیوند سے اعضاء کے افعال میں تیزی اور طاقت پیدا کی جا سکتی ہے۔

فرنگی تحقیقات کا نچوڑ۔

اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ فرنگی طب اور سائنس میں خدمتِ فن یا بزنس کو مدنظر رکھتے ہوئے تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔ جس سے صحیح یا غلط طریق پر بھی نوع انسان کی خدمت ہوتی ہے۔ انہی تحقیقات میں اعادہ شباب کے لئے بھی ایک کوشش کی گئی ہے۔ جس کے لئے ہر زمانے اور ہر ملک میں جدا جدا قسم کے نظریات کے تحت علیحدہ علیحدہ کوششیں کی گئی ہیں۔ اگرچہ ان سے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تاہم اس سے نئی معلومات اور نئی راہیں جو کھل گئی ہیں یہ تمام تحقیقات بہرحال ایک معالج کے لئے ضرور مفید ہیں تاکہ وہ فرنگی

طب اور سائنس کے صحیح و غلط تجربات و معلومات اور تحقیقات سے آگاہ ہو جائے۔ اور اپنے لئے کام کرنے میں صحیح راہیں قائم کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فرنگی طب و سائنس اور تحقیقات کے ان تجربات و معلومات اور تحقیقات میں کوئی بھی اعادہ شباب کے لئے مفید نہیں ہے لیکن اس امر سے ہمیں انکار نہیں ہے کہ ان کی تحقیقات سے بعض اچھے نتائج حاصل ہوئے ہیں۔

اعادہ شباب اور طویل عمری کی صحیح راہ:-

قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے

جس قدر نظریات پیش کئے گئے ہیں ان میں ایورویدک و طب یونانی اور فرنگی طب اور فرنگی سائنس تقریباً سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہر ایک نظریہ نے بڑھاپے اور ضعف قوت اور کم عمر کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے مگر سوائے ایورویدک اور ڈاکٹر وورونوف کے کسی نے قیام شباب اور اعادہ شباب کا نہ دعویٰ کیا ہے اور نہ کر کے دیکھا ہے۔ ایورویدک کے دعویٰ کی تصدیق ہمارے سامنے کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے زمانہ میں کوئی بھی رشی و منی اور راج وید ایسا نہیں ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ اس کی عمر دس ہزار سال نہ سہی تو کم از کم ایک ہزار سال یا اس کے نصف ہی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کی اوسط عمر یورپ اور دیگر ممالک سے بہت کم ہے اور جہاں تک صحت کا تعلق ہے ہندوستان کی عمر یورپ و امریکہ اور دیگر ممالک سے بہتر نہیں ہے۔ اس لئے ایورویدک کا دعویٰ یا تو صرف کتب تک محدود ہے یا اس نشان کے وید راج صدیاں ہوئیں ختم ہو گئے ہیں جو ایورویدک کے فاضل اور عامل تھے۔

جہاں تک ڈاکٹر وورونوف کے دعویٰ کا تعلق ہے وہ پہلا شخص ہے

جس نے اپنے نظریہ اور دعویٰ کے مطابق ایک تجربہ کر کے دیکھا ہے اگرچہ اس کو پوری کامیابی نہیں ہوئی بہرحال طبی دنیا میں ایک پہلا نمونہ ہے اور ایک تحقیق ہے اس کی داد نہ دینا حق شناسی نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہم اس نظریہ کو صحیح خیال نہیں کرتے اور ہماری تحقیق کے مطابق اس قسم کی کوئی اور اس سے بہتر کوشش بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ ہماری تحقیقات کا قارئین کو علم ہو جائے گا۔

قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے

قوت کی حقیقت:- صحیح یہ ہے کہ اس امر کا اظہار کیا جائے کہ قوت کیا شے ہے؟ وہ کس طرح عمل میں آتی ہے؟ کیا انسان اس کی پیدائش پر قادر ہو سکتا ہے؟ ایورویدک نے رسائن کی قوت پر بھروسہ کیا ہے۔ طب یونانی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ رطوبت غریزی اور حرارت غریزی پیدا نہیں ہو سکتی۔ فرنگی طب کی تحقیقات خون اور اس کے سرخ و سفید ذرات، خلیات و غدد، جراثیم اور جنسی قوت تک محدود ہیں۔ لیکن اس وقت ان میں سے کوئی قیام شباب و اعادہ شباب اور طول عمر میں کامیابی کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے۔ ہم ذیل میں اول قوت کی حقیقت پر روشنی ڈال رہے ہیں اور بعد میں اپنی تحقیقات پیش کریں گے۔

بقیہ صفحہ ۱۲۱

ترکیب:- پہلے مربہ زنجبیل کو کوٹ پیس کر مثل حلوہ بنالیں۔ پھر اس میں تمام ادویات کو باریک پیس کر اس میں شامل کر دیں آخر میں کشتہ سونا اور عنبر شامل کر دیں۔ خوراک:- ایک رتی سے چار رتی تک دیں

تریاق شباب اکبر:- کشتہ چاندی ایک تولہ۔ کستوری اصلی ۳ ماشہ زعفران اصلی

باقی بر صفحہ ۔۔۔

قوّت کی حقیقت

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قوت کی اصلیت کیا ہے؟ قوت کوئی ایسی شے نہیں ہے جس کو ہم مادی طور پر محسوس کر سکیں۔ اس کا اظہار ہمیشہ کسی طاقت کے فعل سے ہوتا ہے اور ہم زیادہ تر اس کا ادراک کرتے ہیں البتہ بعض حالتوں میں لمس سے بھی محسوس کر سکتے ہیں۔ یہی قوت جب انسانوں میں پورے عروج پر ہوتی ہے تو ہم ان کو جوان کہتے ہیں۔ مثلاً وہ حسین نہ بھی ہوں بہر حال ان کی جوانی ضرور خوبصورت نظر آتی ہے۔ اسی طرح جب حیوانات بلکہ پودوں میں بھی اس قوت کا اثر ہوتا ہے تو وہ بھی حسین نظر آتے ہیں۔ اس امر میں کوئی کلام نہیں ہے کہ عورت حسن و کشش اور شعریت کا مجسمہ ہے مگر جب اس پر بڑھاپا چھا جاتا ہے یعنی اس میں قوت ختم ہو جاتی ہے تو اس کا حسن و کشش اور شعریت بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ قوت کا کمال یہ ہے کہ جب مرد و عورت میں قوت پورے عروج پر ہوتی ہے تو وہ اپنی اولاد پیدا کر سکتے ہیں جو قوت کی عدم موجودگی میں تقریباً ناممکن ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان میں جب قوت قائم ہوتی ہے تو اس کے حواس خمسہ ظاہری اور باطنی میں احساسات اور ادراکات کے علاوہ غور و فکر اور عقل و حرکت کا اظہار پورے طور پر ہوتا ہے۔ اور جوں جوں انسان میں قوت کی کمی واقع ہوتی جاتی ہے اس کے قویٰ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ حرکت کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ آخر جب یہی قوت ختم ہو جاتی ہے تو اس کو موت واقع ہو جاتی ہے۔ جب انسان کی قوت پورے عروج پر ہوتی

ہے تو ہم اس کو جوان کہتے ہیں اور جب اس میں ضعف آنا شروع ہوتا ہے تو ہم اس کو بڑھاپا کہتے ہیں۔ جب وہ بالکل ختم ہو جاتی ہے تو ہم اس کو موت کا نام دیتے ہیں۔

ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی جسم، قوت اور زندگی سے مرکب ہے۔ جسم، بچپن سے لے کر موت تک بلکہ موت کے بعد بھی کچھ عرصہ تک قائم رہتا ہے اور زندگی میں بھی موت ظاہری طور پر کچھ کم و بیش نظر نہیں آتی مگر قوت ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس میں بچپن سے لے کر موت تک اکثر تغیرات نظر آتے ہیں۔ یہ کمی بیشی عمر و صحت اور غذا کی کمی بیشی سے نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ اور یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اچھی صحت اور عمدہ غذا سے اکثر قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بچے اچھی صحت اور عمدہ غذا سے غیر معمولی جوان بلکہ پہلوان بن جاتے ہیں اور اگر بوڑھے انسانوں کی اچھی صحت اور عمدہ غذا قائم رہے تو وہ بھی جوان معلوم ہوتے ہیں۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ قوت ضرور کوئی ایسی حقیقت ہے کہ جس میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔ اور صرف اسی قدر کافی نہیں سمجھا گیا ہے کہ انسان پیدائش کے بعد جیسی بھی صحت گزرے اس کو گزارتا جائے۔ اور وہ اپنی قوت کی ترقی اور کمال کو نظر انداز کر دے۔ جب کہ روزانہ تجربہ اور مشاہدہ سے پتہ چلتا ہے کہ مریض تندرست ہو جاتے ہیں اور کمزور طاقتور بلکہ پہلوان بن جاتے ہیں۔ اور ایسے پہلوان جو شیروں سے بھی لڑ جاتے ہیں۔

ان مشاہدات و تجربات اور واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ قوت کوئی ایسی شے ضرور ہے جو بڑھائی اور قائم رکھی جا سکتی ہے تو پھر اس کو کیوں نہ بڑھایا جائے اور قائم رکھا جائے۔ اگر ہم قوت کو بڑھا سکیں اور قائم رکھ

سکیں تو یقینی امر ہے کہ ہم عمر کو طویل اور شباب کو قائم رکھ سکنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس حقیقت کے بعد پھر وہی سوال سامنے آتا ہے کہ آخر قوت شے کیا ہے؟

زندگی کے علاوہ جب کائنات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کائنات میں ہم جن اشیا کو قوت کہتے ہیں یا جن اشیا میں قوت نظر آتی ہے وہ آگ، روشنی، نور، برق، حرارت، ہوا کا دباؤ اور پانی کی تیزی ہے اور انہی اشیا پر یہ کائنات قائم ہے۔ کائنات میں ان اشیاء میں کمی بیشی واقع ہوتی رہتی ہے اگر یہ چیزیں ایک دم ختم نہیں ہو جاتیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لاکھوں سالوں کی یہ بڑھیا کائنات ابھی جوان ہے اور اس کو سوائے کسی حادثہ کے موت نہیں آئے گی اور حادثہ بھی ایسی صورت میں ہو گا کہ یہ دنیا کسی ایٹم کے جل اٹھنے سے جل جائے یا کوئی ستارہ کسی ستارے سے ٹکرا جائے بلکہ اگر کوئی ستارہ کسی ستارے کے بالکل قریب آجائے تو بھی کائنات یا وہ ستارہ تباہ ہو جائے گا۔ ان امور سے ثابت ہے کہ قدرت نے فطری طور پر کائنات کو چلانے کے لئے جو قوتیں پیدا کی ہیں وہ کم و بیش ہونے کے بعد قدرتی طور پر پیدا بھی ہوتی رہتی ہیں۔ اگر ہم اس کائنات کو جہان اکبر کا نام دے دیں تو زندگی جس قسم کی بھی ہو جو اس جہان اکبر میں نظر آتی ہے اس کو جہان اصغر کہا جا سکتا ہے اگر جہان اکبر اپنی قوتوں کو فطری طور پر پیدا کرنے اور قائم رکھنے پر قادر ہے تو یقینی بات ہے کہ جہان اصغر خصوصاً انسان میں بھی یہ قابلیت قدرتی طور پر ہونی چاہیے کہ وہ اپنی قوتوں کی کمی بیشی کو پورا کرتا رہے اور اس کی بھی موت سوائے حادثہ کے واقع نہ ہو اور ہزاروں سالوں تک زندہ رہ سکے۔

بجلی:- کائنات میں قوت کے جو مظاہر ہیں ان میں شدت کے لحاظ سے بجلی کو سب پر اہمیت حاصل ہے۔ اس کی گرج و برق رفتاری اور جلا کر فنا کر دینے کی تیزی کا مقابلہ نہیں ہے۔ جس مکان یا درخت پر گرے تو اس کو جلا کر خاک کر دے۔ انسان کی اس کے سامنے کیا مجال ہے مگر خداوند حکیم نے انسان کو وہ علم و عقل اور حکمت عطا کی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو ضرور قابو کر لیتا ہے شیر و بھیڑیا اور ہاتھی و ریچھ جیسے خوفناک درندے اور سانپ و بچھو جیسے حشرات الارض سے انسان نے وہ کام لئے ہیں کہ دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان نے بجلی کی گرج و برق رفتاری اور جلا دینے کی قوت دیکھی تو اس کو بھی ایجاد کر لیا۔ اور اس سے اپنی خدمات حاصل کرنی شروع کر دیں۔ یہی بجلی اب اس کے گھر میں روشنی کرتی ہے۔ اس کا پنکھا چلاتی ہے۔ کمرہ کو گرم رکھتی ہے۔ کھانا تیار کرتی ہے۔ دیگر سینکڑوں ہزاروں کاموں کے علاوہ اس کی تفریح کے لئے اس کا ریڈیو بھی چلاتی ہے۔ یہ نہ صرف موجودہ دور کی سب سے بڑی قوت ہے بلکہ ہر زمانے میں یہی قوت سب سے بڑی تسلیم کی جائے گی۔ ایٹم کی قوت بھی جب تک بجلی پیدا نہیں کرے گی وہ بھی بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ گویا دنیا کی اصل قوت صرف بجلی ہے۔

بجلی کا سیل:- بجلی کو آسانی سے سمجھنے کے لئے ایک بیٹری کا سمجھ لینا زیادہ بہتر ہو گا۔ یہ بیٹری عام طور پر موٹروں و ریلوں اور تار گھروں میں اکثر آسانی سے نظر آتی ہے۔ ویسے بھی بیٹری بنانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ وہ آسانی سے بن جاتی ہے۔ ایک چینی یا مٹی کا روغنی لوٹا یا کوئی اور گلاس نما برتن لے لیں اس کو نصف تک ایسے محلول تیزاب گندھک سے بھر دیں جس میں تیزاب ایک حصہ اور پانی سات حصے ہو اس کے بعد بجلی کی دو الگ الگ تاروں کو لیں ایک

کے ساتھ تانبے کا ٹکڑا اور دوسری کے ساتھ جست کا ٹکڑا باندھ دیں اور پھر دونوں کو الگ الگ اس برتن میں لٹکا دیں۔ بس بجلی تیار ہے۔ اس مجموعہ کا نام الیکٹرک سل (برقی کیسہ) ہے۔

اس الیکٹرک سل کی حقیقت یہ ہے کہ جب تانبے اور جست کی سلاخیں (ٹکڑے) تیزاب ملے پانی میں پڑتی ہیں فوراً تیزاب کا اثر سلاخوں پر ہونا شروع ہو جاتا ہے لیکن ان میں سے ایک پر اثر زیادہ ہوتا ہے اور دوسرے پر کم ہوتا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ کیمیاوی تبدیلیاں برقی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اس برقی صورت میں سے خود بخود برقی لہریں پیدا ہو کر سلاخوں کے ذریعے ان تاروں میں پہنچ جاتی ہیں جو ان سلاخوں سے بندھی ہوئی ہیں۔

بجلی کیسے پیدا ہوتی ہے :- یہاں پر قابل غور بات یہ ہے کہ سل میں بجلی کیسے پیدا ہوتی ہے؟ یہی ایک اہم مسئلہ ہے بجلی کا پیدا ہونا ہی قوت کا پیدا ہونا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جب دو مختلف دھاتوں کے ٹکڑے تیزاب ملے پانی میں ڈالے جاتے ہیں تو دھات کی سلاخوں پر تیزاب کا کیمیاوی اثر شروع ہو جاتا ہے اور اس تیزابی مرکب میں قدرتی طور پر شوخی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں لہریں اٹھنا شروع ہو جاتی ہیں پھر یہ لہریں ایک راستہ اختیار کرتی ہیں جس کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ نرم سلاخ کی طرف سے ہر سخت سلاخ کی طرف چلی جاتی ہے پھر وہاں سے تار کے ذریعے باہر نکل جاتی ہے اور پھر یہ سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس لئے سخت سلاخ والی تار کو پازیٹو (مثبت) اور نرم سلاخ والی تار کو نیگیٹو (منفی) کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ برقی لہر منفی تار کی طرف سے چلتی ہے اور مثبت تار کی طرف جاری رہتی ہے۔ جب دونوں تاروں کو آپس میں ملایا جاتا ہے تو ایک شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی بجلی (برق) اور

قوت ہے اس قوت سے جو جو کام چاہیں لے لیں۔ اس الیکٹرک سل میں اس وقت تک بجلی پیدا ہوتی رہے گی جب تک اس میں دھاتوں کی سلاخیں سلامت ہیں یا اس پانی ملے تیزاب میں تیزاب کا اثر ختم نہیں ہو جاتا۔ بجلی کا پیدا ہونا کیمیاوی قدرتی نتیجہ ہے۔ اس قوت کو زیادہ سل بنا کر ان کو آپس میں ملا کر بہت زیادہ بڑھایا بھی جا سکتا ہے اسی اصول پر خشک بیٹری بھی تیار کی جاتی ہے جو اکثر جیب میں رکھی جاتی ہے مگر اس طریق پر بجلی زیادہ پیدا نہیں کی جا سکتی یعنی سل کی بجلی محدود اور ہلکی قسم کی ہوتی ہے۔

رگڑ سے بجلی کا پیدا ہونا :- دوسرا طریق جس سے زیادہ بجلی پیدا ہوتی ہے وہ رگڑ (ایکشن) کے اصول پر پیدا ہوتی ہے۔ یعنی جب دو چیزوں کو رگڑا جائے تو بجلی پیدا ہوتی ہے۔ اس اصول پر "ڈینامو" تیار کئے جاتے ہیں جن کی تفصیل طویل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ تانبے کی تاروں کو ایک پہیے پر لپیٹ دیتے ہیں اور اس پہیے کو ایک دوسرے پہیے کے اندر اس طرح حرکت دیتے ہیں کہ ان تاروں پر مسلسل رگڑ قائم رہتی ہے جس سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔ یہ "ڈینامو" بڑے سے بڑا بھی بنایا جا سکتا ہے۔ یہ بجلی اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ اس سے کئی شہروں کو روشن کیا جا سکتا ہے بلکہ ہر قسم کی شہری ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی ذہن نشین کر لیں کہ اس جہان اکبر و جہان اصغر میں حرکت و حرارت اور قوت (ایکشن، ہیٹ اور انرجی) کا قانون جاری اور ساری ہے۔ یعنی جہاں پر حرکت یا رگڑ یا ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے وہاں پر بجلی و برق اور روشنی و حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی قوت ہے۔ یہ دونوں جہان جن فطری قوانین پر رواں دواں ہیں ان کو قائم رکھنے کے لئے ہر گھڑی ہر مقام پر قدرتی

محمد مزمل صدیقی 03047152589

طور پر حرکت و حرارت اور قوت کا نظام چل رہا ہے اور جب تک یہ نظام قائم ہے کائنات اور زندگی قائم ہے۔

نظام شمسی کی قوت:- قوت کی پیدائش کے لئے ایک تیسرا نظام بھی قائم ہے جس کو نظام شمسی کہتے ہیں یعنی "نظام کشش و ثقل" یہ وہ نظام ہے جس پر ہر جہاں کا سورج و چاند اور دیگر ستارے زمین کے ساتھ نہ صرف قائم ہیں بلکہ ان میں گردش اور دوری حرکت جاری ہے یہ وہ قوت ہے جس پر نظام شمسی قائم ہے صرف ستاروں تک محدود نہیں ہے بلکہ اس جہاں کے ہر ذرہ میں بھی پائی جاتی ہے آیٹم (ابتدائی ذرہ) کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس میں بھی نظام شمسی پورا کا پورا پایا جاتا ہے ایک طرف اس ابتدائی ذرہ (ایٹم) کا تعلق آپس میں اس جہاں کے تمام ذروں کے ساتھ ہے اور دوسری طرف اس کا تعلق نظام شمسی سے قائم ہے۔ گو سورج و چاند اور دیگر ستاروں کی ہر حرکت جہاں زمین سے مناسبت رکھتی ہے وہاں زمین کے تمام ذروں کے ساتھ منسلک ہے۔ انسان جو کروڑوں حیوانی اور غیر حیوانی یعنی حیاتی اور غیر حیاتی ذروں کا مجموعہ ہے جس کو جہان اصغر کہتے ہیں بدرجہ اولیٰ نظام شمسی سے منسلک ہے اور اپنی قوت کو حاصل کر رہا ہے۔

نظام جہاں اصغر:- یہ کائنات و آفاق اور برہما جن قوانین اور قوتوں کے تحت چل رہا ہے بالکل انہی قوانین اور قوتوں کے تحت جسم انسان، نفس اور من چل رہے ہیں اور اس کو نظام اصغر کہتے ہیں۔ جن کی مختصر تشریح یہ ہے کہ جس طرح جہان اکبر میں بجلی و قوت کی پیدائش کیمیاوی رگڑ اور کشش ثقل سے ہو رہی ہے اسی طرح جہاں اصغر میں بھی یہ نظام قائم ہیں اور اس میں ہر گھڑی بجلی اور قوت پیدا ہو رہی ہے (۱) انسان کا ہر حیوانی ذرہ ایک الیکٹرک سل ہے

(۲) جسم انسان میں خون کی گردش حرکت در گڑ (ایکش) کے اصولوں پر بجلی و قوت پیدا کر رہی ہے (۳) ہر غیر حیوانی ذرہ اپنے اندر نظام شمسی رکھتا ہے۔ اور ہر گھڑی غیر شعوری طور پر بجلی اور قوت پیدا کر رہا ہے۔ جب جہاں اکبر و جہاں اصغر دونوں ایک قانون فطرت و قدرت کے تحت قائم ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ جہاں اکبر تو قائم رہے اور جہاں اصغر بغیر حادثہ کے فنا ہو جائے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے اگر اب تک ایسا ہوتا رہا ہے تو اس علم اور حقیقت کے بعد ان کمیوں اور کمزوریوں کا پتہ چلانا چاہیئے کہ جن کی وجہ سے نظام جہانِ اصغر میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور وہ بغیر حادثہ کے صرف قوتوں کی کمی یا خرابی کی وجہ سے فنا ہو جاتا ہے۔ اگر ہم ان حقائق کو جان لیں تو یقینی امر ہے کہ اس جہاں اکبر کی طرح جس کے متعلق ہم کو یقین ہے کہ وہ بغیر کسی حادثہ کے فنا نہیں ہو گا۔ یہ جہاں اصغر بھی بغیر کسی حادثہ کے فنا نہیں ہو سکتا اور انسانی عمر طویل اور شباب ہمیشہ قائم رہ سکتا ہے۔

مادہ و قوت اور روح:- یہ حقیقت ہے کہ قوت جو جہان اکبر اور جہاں اصغر میں پیدا ہو رہی ہے وہ بغیر مادہ کے ناممکن ہے جس مقام پر قوت اور بجلی پیدا ہو رہی ہے چاہے وہ کیمیاوی طور پر ہو چاہے حرکت سے پیدا ہو چاہے نظام شمسی اس کا ذریعہ ہو وہاں پر مادہ مقدم ہے اور اس کے علاوہ کسی ایسی قوت کا تصور بھی ضروری ہے جو مادہ اور قوت کے نظام کو قائم رکھ سکے کیونکہ بغیر قوام کے نظام جہاں ممکن نہیں ہے۔ اس کا نام ہم روح رکھتے ہیں گویا جہاں پر بھی قوت کا تسلسل قائم ہے وہاں پر مادہ و قوت اور روح تینوں موجود ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی نفی کر دیں تو قوتوں اور بجلی کی پیدائش فوراً ختم ہو جاتی ہے۔ گویا انسان جسم و قوت اور روح کا مرکب ہے۔

جسم ہی سے قوت نکلتی ہے اور اسی کے عمل سے پیدا ہوتی ہے جسم کے

ساتھ ہی اس کا اظہار ہے۔ بغیر جسم کے قوت کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ یہ جسم انسانی ہو یا حیوانی اور نباتی ہو یا جماداتی۔ بلکہ مشینی ہو یا کیمیاوی ہر مقام پر جہاں قوت نظر آتی ہے وہاں جسم کا ہونا ضروری ہے اور ہر قوت کے عمل میں ایک ترتیب و نظم اور قانون و اصول کام کرتا ہے۔ جس کے تحت وہ پیدا ہوتی ہے اور عمل کرتی ہے۔ گویا یونہی نہ پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے عمل میں اندھاپن اور بے مقصدپن پایا جاتا ہے۔

اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ اس کی ترتیب اور نظم یقیناً کسی قانون اور اصول کے تحت ہے۔ جہاں ترتیب و نظم اور قانون و اصول کام کرتا ہے وہاں لازم ہے کہ اس کا کوئی قوام ہو۔ اس لیے جسم و قوت کے ساتھ ایک تیسرے امر کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے اور اس کا نام روح ہے۔ گویا جسم سے قوت پیدا ہوتی ہے اور روح اس قوت کے اعمال کی نگرانی کرتی ہے بلکہ جسم میں جو قوت پیدا ہوتی ہے اس کی بھی نگرانی کرتی ہے۔ اس لیے آج تک جسم اور روح صرف دو ہی امور کو مانا گیا ہے اور قوت کا تعلق اور منبع بھی روح کو تسلیم کیا گیا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام قوتوں کا منبع جسم ہے۔ روح صرف نگران و قوام یا قانون کا حامل ہے جس سے جسم اور قوت کی نظم اور ترتیب قائم رہتی ہے۔ گویا روح ایک امر یا حکم ہے جس کے تحت جسم اور قوتیں اپنا عمل شروع کر دیتی ہیں اور جو کچھ اجسام اور قوتیں کرتی ہیں وہ ان کے ذاتی خواص ہوتے ہیں۔ ارواح ان کو قائم رکھتے ہیں۔ جہاں پر اجسام اور قوتیں اپنے افعال پورے طور پر انجام نہیں دے سکتیں۔ روح ان کو چھوڑ جاتی ہے۔ یا جب روح اجسام اور قوتوں کو چھوڑ دیتی ہے ان کے افعال رک جاتے ہیں اس کا نام موت ہے۔ ان کی مثالیں بھی بیٹری، ڈینمو اور نظام شمسی سے پورے طور پر واضح ہیں۔ مثلاً بیٹری جسم ہے

اور اس میں سے جو بجلی پیدا ہو رہی ہے وہ قوت ہے۔ لیکن یہ قوت اس وقت تک اپنا اظہار نہیں کر سکتی جب تک بجلی کی مثبت و منفی تاریں آپس میں مل کر شعلہ پیدا نہ کر دیں۔ روح کا پہلا عمل بجلی کی پیدائش کی صورت میں تھا اور وہ پیدا ہو کر ایک قانون کے تحت ترتیب سے چلنی شروع ہو گئی تھی پھر جب دونوں تاروں کو ملایا گیا تو ایک دوسرے حکم کے تحت وہاں شعلہ پیدا ہو گیا اور قوت کا اظہار شروع ہو گیا۔ اور جب شعلہ ختم ہو جاتا ہے قوت ختم ہو جاتی ہے اور جب بیٹری پھوٹ جاتی ہے یا ختم ہو جاتی ہے تو بجلی بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس طرح بھی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ گویا قوت کا تعلق ایک طرف جسم کے ساتھ ہے تو دوسری طرف روح کے ساتھ ہے۔ لیکن اس حقیقت کو ضرور ذہن نشین رکھیں کہ قوتیں جسم ہی سے پیدا ہوتی ہیں جو روح کی نگرانی میں اپنے اعمال انجام دیتی ہیں یہی صورت ڈینمو اور نظام شمسی میں بھی قائم ہے وہاں بھی جسم و قوت اور روح تینوں کام کر رہے ہیں۔

یہاں پر یہ حقیقت بھی ذہن نشین کر لیں اس کائنات میں موالید ثلاثہ کا ہر جز چاہے وہ ذی حیات ہے غیر ذی حیات ہے اپنی ایک خاص شکل رکھتا ہے۔ اس کی یہ شکل چند مخصوص عناصر سے ترتیب پاتی ہے گویا ہر شکل ایک دوسرے سے جدا اور الگ ہے۔ قدرت نے ہر شکل اور جسم میں چند خواص پیدا کر دیئے ہیں وہ ان کے تحت اپنے افعال جاری رکھتی ہے یہ اس کے افعال بعض دیگر اجسام کے کبھی موافق ہوتے ہیں اور کبھی مخالف، جس سے کائنات میں ہمیشہ عمل اور ردعمل جاری رہتا ہے۔ یہی عمل و ردِ عمل قوت کا پیدا ہونا اور ختم ہونا ہے اگر عمل کا ردعمل فطرت کے مطابق ہے تو اس میں زندگی اور ارتقا ہے جیسا کہ بیٹری میں بجلی پیدا ہونے کے بعد جب دو تاروں کو ملایا جاتا ہے تو ان

دونوں تاروں کا ملنا یعنی عمل ہے اور ان کا ردعمل قوت ہے جس میں زندگی نظر آتی ہے۔ اسی طرح ارتقاء زندگی کی منزلیں طے ہوتی ہیں۔

روح ایک امر ناگزیر ہے: ان حقائق سے یہ امر ثابت کرتا ہے کہ روح ایک امر ناگزیر ہے جو جسم کی قوتوں سے فطرت کے مطابق عمل کرنے سے جاری ہوتا رہتا ہے اور یہی رب العالمین کا امر ہے۔ اگر اجسام اپنی صحیح شکل میں اپنی قوتوں کو پیدا کریں اور وہ قوتیں فطرت کے عمل کے مطابق اپنا عمل جاری رکھیں تو روح نہ صرف عدم سے امر ربی بحکم خداوندی کے مطابق پیدا ہوتی رہتی ہے بلکہ ارتقا کی منزلیں بھی طے کرتی ہے بالکل اسی طرح جیسے اجسام کے خواص ہیں ارواح کے بھی خواص قائم کر دیئے گئے ہیں گویا اگر اجسام اور قوتوں کے اعمال سے ارواح کا ظہور یقینی ہے۔ اور اجسام ختم ہو جائیں گے تو نہ قوتیں پیدا ہوں گی اور نہ ہی روح آمر ہو گی اور موت وارد ہو جائے گی۔ بس اسی عمل و ردعمل کو قرآن لفظ دین کہتا ہے۔ گویا زندگی اور کائنات کی روح فطرت کے مطابق عمل و ردعمل پر قائم ہے۔

مادہ اور روح: اگر غور سے دیکھا جائے تو مادہ اور روح کا فرق کثافت اور لطافت کا ہے۔ اور ان کا تعلق ہمیشہ قوتوں سے قائم رہا ہے۔ مادہ بغیر صورتوں کے نظر نہیں آ سکتا۔ اس کی یہ صورتیں خواہ عناصر و ارکان کی شکل میں ہوں یا موالید ثلاثہ کے جسم میں پائی جائیں۔ لیکن اپنی اصلی صورت میں نظر نہیں آ سکتا۔ مادہ اپنی شکل و صورت میں ایک جسم ضرور ہے مگر وہ ایک ہیولیٰ ہے جس کو مادہ کی ابتدا کہنا چاہیئے۔ جب ہیولیٰ کی حقیقت پر غور کیا جائے تو اس کی اصل بھی قوت اور روح پر ختم ہوتی ہے گویا مادہ کے اندر بھی روح کارفرما ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مادہ روح کی پیداوار ہے اور دونوں میں کثافت اور

لطافت کا فرق ہے۔

اس پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ روح کی پیدائش پہلے ہوئی اور جسم بعد میں بنائے گئے ہیں۔ یہ اعتراض یہاں پر وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پہلے ثابت کر چکے ہیں مادہ روح سے پیدا ہوتا ہے اور مادہ سے جسم تیار ہوتا ہے پھر جسم میں روح پھونکی جاتی ہے یا روح کو امر کیا جاتا ہے۔ یہاں پر یہ حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ ہر جسم اپنی ایک روح رکھتا ہے اور یہی روح ارتقائی درجات کی حیثیت سے ادنیٰ اور اعلیٰ درجات رکھتی ہے جس طرح ادنیٰ و اعلیٰ حیثیت سے جمادات و نباتات اور حیوانات و انسانوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ اور پھر انسانوں میں ذہنی حیثیت سے درجے پائے جاتے ہیں اور نبوت کا مقام انسانوں میں انتہائی اعلیٰ اور افضل نظر آتا ہے۔ نبوت بھی اب ختم ہو چکی ہے کیونکہ فطرت کا کوئی ایسا قانون باقی نہیں ہے جو اس کائنات میں رائج ہو۔ اور اس کو نبوت نے واضح نہ کیا ہو۔[1] اس حقیقت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن لوگوں کی نگاہ کائنات سے گذر کر آفاق تک جاتی ہے بلکہ آفاق سے بھی پرے جھانکتے ہیں۔ خداوند حکیم و خالق اور قادر مطلق کی کرشمہ سازیاں دیکھتے ہیں۔

جسم خود کار روح ہے: ہم یہ ثابت کر چکے ہیں مادہ روح سے اور جسم مادہ سے بنتا ہے اس لیے ہر ایک جسم وہ ذی حیات ہو یا غیر ذی حیات اپنے اندر ایک روح اور خاص قسم کی زندگی رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر ذرہ زمین اپنے اندر ایک نظام زندگی رکھتا ہے اور ایٹم کی جدید تحقیقات نے بھی اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ ہر ذرہ اپنے اندر نظام شمسی رکھتا ہے جو بذات خود ایک زندگی ہے۔ اس لئے یہ مسلمہ حقیقت ہوئی کہ ہر جسم اپنے اندر روح رکھتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ حقیقت واضح ہو گی کہ

[1] حقیقت یہ ہے کہ نبوت خود قانون فطرت ہے اور قانون فطرت میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے نئی نبوت ناممکن ہے۔ قرآن حکیم نے قوانین فطرت کے صالح عمل کو لفظ دین سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ "دین" مکمل ہو چکا ہے۔

ہر جسم حیات اور ظاہری طور پر غیر ذی حیات بے شمار ذرات کا مجموعہ ہے دونوں حقائق کو اگر ملا یا جائے تو نئی حقیقت جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر جسم زندگی اور روح رکھنے والے ذرات کا مجموعہ ہے۔

ذی حیات و غیر ذی حیات اجسام کا فرق:- ذی حیات اور غیر ذی حیات اجسام کا یہ فرق ہے کہ غیر ذی حیات اجسام میں جو ذرات ہیں ان کی زندگی صرف ایک نظام شمسی تک محدود ہے مگر ذی حیات اجسام میں اس کے علاوہ ایک دوسرا نظام حیوانی ذرات کا بھی پایا جاتا ہے۔ جن کو خلیات (سلز) کہتے ہیں دوسرے معنوں میں وہ بجلی کے چھوٹے چھوٹے سلز (کیسے) ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے گئے ہیں۔ ان سب میں زندگی ہے وہ سانس لیتے ہیں، غذا جذب کرتے ہیں اور اپنے فضلات کا اخراج کرتے ہیں سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنی مثل پیدا کرتے ہیں۔ جن اجسام کو ذی حیات کہتے ہیں ان میں ایسے ذرات پائے جاتے ہیں جن میں حیوانی زندگی کے اثرات نظر آتے ہیں اور ان کی زندگی تسنیم و تغذیہ اور تصفیہ و تولد پر قائم ہے۔

خلیات اجسام اور مسئلہ ارتقا:- ادنےٰ اقسام کے حیاتی اجسام کی زندگی ایک واحد خلیہ سے شروع ہوتی ہے اور ابتدائی واحد خلیہ میں صرف الحاقی مادہ پایا جاتا ہے۔ اعلیٰ درجات کے خلیات جیسے نباتات و حیوانات اور انسان ہیں ان میں نہ صرف بے شمار خلیات پائے جاتے ہیں بلکہ ان کے اندر اعلیٰ خلیات جن کو فعلی خلیات کہتے ہیں پائے جاتے ہیں۔ جسم انسان جو اس کائنات کی ارتقائی زندگی ہے اس میں چار قسم کے خلیات اپنے ٹشوز بناتے ہوئے نظر آتے ہیں

یہی انسجہ ان کے جدا جدا جسم ہیں جن سے اعضاء جسم تیار ہوتے ہیں گویا جسم انسان کے انسجہ اعضاء چار اقسام کے انسجہ سے بنے ہوئے ہیں۔ اور یہ چار اقسام کے انسجہ حسب ذیل ہیں (۱) نسیج الحاقی (کنکٹیو ٹشوز) (۲) نسیج عضلاتی (مسکولر ٹشوز) (۳) نسیج قشری (اپیتھیل ٹشوز) (۴) نسیج اعصابی (نروس ٹشوز) ادنےٰ خلیات میں صرف الحاقی نسیج پائے جاتے ہیں اور اعلیٰ خلیات ضرورت کے مطابق باقی خلیات کا پایا جانا ضروری ہے۔

انسجہ کی تفصیل:- جسم انسان میں جو چار اقسام کے انسجہ پائے جاتے ہیں ان سے بدن کی جو تدوین ہوتی ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے مسکولر ٹشوز (عضلاتی انسجہ) سے تمام جسم کا گوشت و مچھلیاں بنتی ہیں بعض جگہ پردے جن کو حجاب کہتے ہیں عضلات کا مرکز دل ہے نروس ٹشوز (اعصابی انسجہ) ان سے تمام جسم کے اعصابی اعضاء اور بعض جگہ پر اعصابی پردے بنتے ہیں دماغ ان کا مرکز ہے (۳) ایپیتھیل ٹشوز (قشری انسجہ) ان سے تمام جسم کے غدد اور غشائے مخاطی کے پردے بنتے ہیں۔ ان کا مرکز جگر ہے۔ بس یہی اعضائے فعلی خلیات سے بنتے ہیں اس لئے ان کو فعلی اعضاء یا اعضائے حیاتی کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے افعال سے ہی زندگی پیدا ہوتی ہے اور قائم رہتی ہے ان میں سے کوئی عضو کمزور ہو جائے یا اس کے فعل میں خرابی واقع ہو تو امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی بالکل ناکارہ ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ کنکٹیو ٹشوز (الحاقی انسجہ) اس سے بنیادی اعضاء ہڈی و رباط اور اوتار بنتے ہیں جسم میں جس سے اعضاء کو سہارا اور ان میں ٹھہراؤ ہوتا ہے۔ ان اعضاء کو بنیادی اعضاء کہنا چاہیئے بلکہ خلیات الحاقی کو بنیاد انسجہ کہنا چاہیئے۔ ہماری تحقیقات

میں باقی تمام خلیات انہی کی ارتقائی اور ترقی یافتہ صورت ہیں جو ہزاروں صدیوں میں جا کر تکمیل پذیر ہوئے۔ جب کبھی ہم نے نظریہ ارتقا پر لکھا تو ڈارون اور دیگر فرنگی تحقیق کی غلطیاں پیش کریں گے۔

ادنیٰ اجسام اور اعلیٰ اجسام تولید کا فرق :- فانی اور غیر فانی

خلیہ بدن کے خلیات کی مزید تشریح بے حد دلچسپ ہے۔

کائنات میں جو جاندار مخلوق ہے۔ اس کی ترکیب بدنی خلیات ہی سے عمل میں آتی ہے۔ ذی روح مخلوق کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اُس کے جسم میں صرف ایک ہی خلیہ پایا جائے۔ جیسا کہ بعض خوردبینی حیوانوں میں پائی جاتی ہے۔ جنہیں انگریزی میں پروٹوزوا (Protozoa) کہتے ہیں۔ کہلانے کو تو یہ حیوانات میں ضرور داخل ہیں۔ مگر قدرت نے ان کے جسم میں کوئی نظام عصبی یا دموی پیدا نہیں کیا۔ ان کے مقابلے میں ذی روح مخلوق کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بے شمار خلیات مجتمع ہو کے انسانی جسم کو بنا دیں۔

اس اعتبار سے حیوانی جسم کی اکائی خلیہ واحدہ سمجھنی چاہیئے اور خواہ وہ اجتماعی صورت میں کسی ادنیٰ یا اعلیٰ حیوان کے بدن کو بنائے اس میں ایک بات ضرور باقی رہتی ہے کہ کوئی خلیہ اپنی انفرادی زندگی سے خالی نہیں ہوتی اور سب مل کے حیوان یا انسان کی زندگی کا بھی باعث بن جاتی ہیں۔

حیوانی خلیہ واحدہ لاکھوں برس سے صفحۂ عالم پر موجود ہے اور اجتماعی زندگی میں اس نے کئی طرح کے اوصاف حاصل کر کے حیوانات کو درجہ بدرجہ بڑھایا ہے اور ان کی بے شمار مختلف انواع و اقسام پیدا کر

دی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی انفرادی زندگی اور خصوصیتوں کو خیرباد نہیں کہی۔ پس لازم ہے کہ ہم ابتدائی خلیہ کا دقیق مطالعہ کریں اور اس کی خصوصیات حیات کو دیکھ کر ان قوانین زیست کا پتہ لگائیں۔ جو اعلیٰ حیوانات میں جاری و ساری ہیں۔

خلیہ واحدہ والے حیوانات کی ایک قسم میں وہ حیوانات پائے جاتے ہیں۔ جو نباتی و حیوانی مطبوخ کی تعفین کا موجب ہوتے ہیں انہیں انگریزی میں انفیوژوریا (Infusoria) کہتے ہیں۔ انہیں دقیق آنکھ سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی حیوانات کی ضروری صفات موجود ہیں۔ یہ حرکت کرتے ہیں اور حرکت کے اعضا میں یا تو ایک حبالرسی پائی جاتی ہے۔ جس کی تاریں ہلتی جلتی رہتی ہیں یا عارضی ہاتھ پاؤں سے برآمد ہو جاتے ہیں۔ یہ اپنی خوراک یا تو نباتاتی ذروں سے حاصل کرتے ہیں یا اپنے سے کمزور اور چھوٹے خلیہ واحدہ کے حیوانات کو کھا جاتے ہیں۔ روشنی اور اندھیرے کا بھی انہیں احساس ہے۔ آلاتی رکاوٹ یا کیمیاوی خراش سے بھی یہ بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہر وقت اولین مادہ حیات پیدا کرتے رہتے ہیں نشوونما پاتے اور تکثیر نوع بھی کرتے ہیں۔ جس کی بدولت ابتدائے آفرینش سے اب تک ان کی نسل برابر قائم ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی نسل کشی کیسے وقوع میں آتی ہے ؟

سنئے۔ خلیہ واحدہ کے حیوانات کی تکثیر نوع نر اور مادہ عناصر کے ملنے سے نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان میں کوئی نر و مادہ نہیں ہوتے۔ بلکہ خلیہ کے اندر ہی حیات کی تمام قوتیں جمع ہوتی ہیں۔ جب یہ خلیہ کامل نشوونما کو پہنچ جاتا ہے تو پھٹ کے اس سے دو چھوٹے چھوٹے کیسے بن جاتے ہیں۔ جن میں زندہ

رہتے اور نشوونما پانے کے تمام لوازم موجود ہوتے ہیں۔ بڑی خلیہ کی تقسیم سے ایک ذرہ تک ضائع نہیں ہوتا نہ مرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انفیوژوریا حیوانات میں سے کبھی کوئی مردہ حیوان نہیں دیکھا گیا۔ وہ تقسیم کے ذریعہ سے ہمیشہ ضرب کھاتے اور اپنی نوع کو قایم رکھتے ہیں۔ چنانچہ خلیہ واحدہ والے حیوانات بڑھاپے یا موت سے آشنا ہی نہیں۔ یہ اسی صورت میں ضایع ہوتے ہیں کہ کوئی دشمن انہیں کھا جائے یا انہیں خوراک نہ ملے یا جس مادے میں یہ موجود ہوں۔ وہاں کوئی سمی مادے پیدا ہو جائیں۔ وغیرہ وغیرہ ان کے لئے حالات مناسب ہوں تو طبعی موت ان کے نزدیک نہیں آتی۔

خلیہ واحدہ والے حیوانات کی تحقیقات کوئی بہت پرانی نہیں۔ سب سے پہلے بینی ڈکٹ ڈی ساسور (Benedict de Saussure) نے انہیں ۱۷۷۹ء میں دریافت کیا۔ ۱۷۹۶ء میں ایطالیہ کے ایک سائنس دان ہوان زاٹو (Huan Zatto) نے اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالی۔ پھر ۱۸۳۸ء میں ارمبرگ (Erem berg) نے مزید تحقیقات سے قرار دیا کہ انفیوژوریا ذاتی تقسیم سے ضرب کھاتے رہتے ہیں۔ اور یہ خوبی ایسی ہے کہ وہ غیر فانی ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد یکم مئی ۱۹۰۷ء کو ایک محقق وڈرف (Woodruff) نامی نے انفیوژوریا کی ایک اکیلی خلیہ کو علیحدہ کر کے پالا اور اسے ۱۳ برس تک اپنے پاس رکھا۔ اس دوران میں خلیہ مذکور سے ۸۴۰۰ نسلیں بذریعہ تقسیم پیدا ہوئیں اور آیندہ بھی وہ تھمنے کا نام نہ لیتی تھیں۔

پھر پاسٹیور انسٹیٹیوٹ واقع پیرس کے مشہور و معروف محقق ڈاکٹر مخنیکاف ( ) نے ایک اور نوع کے خلیہ واحدہ والے حیوان کو علیحدہ کر کے پالا۔ جو ۱۹۰۸ء میں اسے پانی میں سے ملا تھا۔ ۱۳ برس میں اس سے ۵ ہزار

نسلیں بذریعہ تقسیم پیدا ہوئیں۔ جس سے یہ قیاسات درجہ یقین کو پہنچ گئے۔ کہ خلیہ واحدہ والے حیوان بڑھاپے اور موت کو جانتے ہی نہیں کیونکہ ان کی ایک ہی خلیہ میں نمو بدن اور تکثیر نوع کی خوبیاں جمع ہیں جن سے خلیہ ذاتی اور نوعی بقا پر قادر ہے۔

خلیہ واحدہ کی زندگی پر جب ہزاروں۔ لاکھوں برس یونہی گذر گئے اور انہیں مختلف قسم کی چیزوں پر یا مختلف حالات گردوپیش میں پرورش پانے کا موقعہ ملا تو بعض ابتدائی خلیات میں باہم گر پیوست ہونے اور مل ملا کر ایک نیا حیوانی جسم بنانے کا ملکہ پیدا ہو گیا یہاں تک کہ اس کثیر الخلا یا مرکب جسم میں بقائے نفس اور بقائے نوع کی خاطر ضروری اعضا بھی پیدا ہونے لگے۔ لیکن خلیات کے اس اجتماع نے ابتدائی خلیہ کے لازمی اوصاف زایل نہ کئے اور اُس میں بقائے نفس کے ساتھ ساتھ بقائے نوع کی خوبی بھی پیدا ہو گئی۔ مثال کے طور پر ایسے کثیر الخلا یا مرکب جسم کا کوئی حصہ ضایع ہو جاتا تو خلیات ذاتی نشوونما سے اُس حصہ کو ازسرنو پیدا کر دیتیں۔

چنانچہ بعض ادنیٰ کثیر الخلا یا اجسام میں یہ خاصیت اب بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ ان کے چھوٹے سے جسمانی ٹکڑے سے تمام بدن ازسرنو مکمل ہو جاتا ہے مثال کے طور پر مونگے کو دیکھ لو جس کے ایک ذرا سے ٹکڑے سے ہزاروں میل لمبی مونگے کی شاخیں بن جاتی ہیں۔ شیریں پانی کے بعض ادنیٰ سانپوں میں بھی یہی صفت موجود ہے۔ ان کا ذرا ذرا سا قیمہ کر دیں۔ ایک ایک بوٹی سے ازسرنو مکمل سانپ پیدا ہو جائے گا قطع نظر ان کے بعض اور ادنیٰ حیوانوں میں جو نچلے طبقے سے بالاتر ہیں اور جن کی شکلیں بھی سانپوں سے مختلف ہو گئی ہیں۔ مثلاً شیریں پانی کے بعض کیڑے۔ ان میں بھی بدن کے ایک ٹکڑے سے کامل بدن پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے پھر بعض بحری کیڑوں کی قسمیں بھی اسی طرح سے تکمیل جسمانی پر قادر ہیں یہاں تک کہ کیچووں کی بعض قسمیں جو شکم یعنی حیوانی پیٹ میں پائی جاتی ہیں اور جن کی خلقت

ادنیٰ درجے کے حیوانوں سے اعلےٰ ہے۔ ان میں بھی بریدہ جسم کو ازسرِ نو مکمل کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ حالانکہ ان حشرات کی خلقت ادنےٰ حیوانوں سے اعلےٰ ہے اور ان میں کئی اعضا۔ کئی حواس۔ رگوں کا نظام۔ پیچیدہ قنات ہضمیہ وغیرہ برابر پائی جاتی ہیں۔ اس بنا پر ماننا پڑتا ہے کہ تجدید و تکمیل بدن کی یہ صلاحیت بعض ایسی خلیات میں برابر موجود ہے۔ جو مکمل حالت سے عود کر کے جنینی حالت میں چلی جاتی ہیں، اور جسم کو ازسرِ نو پیدا کر دیتی ہیں۔

یہ خوبی حیوانات کے نچلے طبقوں میں ضرور پائی جاتی ہے مگر جب ہم بالائی طبقوں کی طرف آتے ہیں تو یہ رفتہ رفتہ زائل ہوتی نظر آتی ہے۔ وہ خلیات جو مرکب جسم کو بناتی ہیں۔ ایک دفعہ بنا چکنے کے بعد جنینی حالت کی طرف عود نہیں کر سکتیں اور اس طرح جسم کے ایک حصہ کو لے کر اس سے مکمل جسم پیدا نہیں کر سکتیں۔ خلیات کا یہ وصف ایک دم زائل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا زوال تدریجی ہوتا ہے۔ چنانچہ جب خلیات سالم جسم نہیں بنا سکتیں۔ تو پہلے بہت چھوٹے حیوانات میں ضائع شدہ عضو کو ازسرِ نو پیدا کر دیتی ہیں۔ مثلاً کیکڑوں کی کٹی ہوئی ٹانگیں یا پنجے دوبارہ نو پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کیکڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اس سے پھر اتنے ہی نئے کیکڑے پیدا ہو جائیں کیکڑے مکوڑوں کی ٹانگیں بھی ٹوٹ جائیں تو دوبارہ نکل آتی ہیں۔ اور ریڑھ والے حیوانوں میں چھپکلی یا گرگٹ وغیرہ ایسے جانور ہیں جن کی کٹی ہوئی دم ازسرِ نو پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر پہلے سے چھوٹی رہتی ہے۔ ان حیوانات سے اعلیٰ طبقے کے جانور یعنی پرندے دودھ پلانے والے حیوان اور انسان مذکورہ بالا وصف سے عاری ہو چکے ہیں اور اپنا ضائع شدہ عضو بھی ازسرِ نو پیدا نہیں کر سکتے۔

آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ ادنیٰ حیوانوں میں تجدید جسم کی خاصیت کیوں ہے

اور اعلیٰ حیوانوں میں کیوں نہیں۔ یہ ایسے سوالات ہیں جو بہت غور و فکر اور دقیق مطالعہ فطرت کے محتاج ہیں۔ بہر نوع جسم انسانی میں اگر یہ خاصیت مفقود ہو گئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس سے بقائے نوع کو کوئی اندیشۂ نقصان ہے جسم انسانی کے کسی عضو کا ضائع ہو جانا ایک ذاتی نقصان ہے۔ مگر اس سے انسانی نوع کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ وجہ یہ ہے کہ قدرت نے اعلیٰ حیوانات اور انسانوں میں بقائے نسل کا اہم فرض محض تناسلی خلیات کے سپرد کر رکھا ہے جو ادنےٰ حیوانات میں نہیں پایا جاتا۔

جب ہم دقیق نگاہوں سے قدرت کے کارخانہ توالد و تناسل کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب خلیات ادنیٰ طبقے سے اعلےٰ طبقے کی طرف تدریجی ترقی کرتی ہیں۔ تو کثیر الخلایا اعلےٰ حیوانات میں پہنچ کر وہ ابتدائی خلیہ واحدہ سے بہت کچھ مختلف ہو جاتی ہیں اور ان میں تجدید و تکمیل بدن کا وصف رفتہ رفتہ جاتا رہتا ہے۔ پھر ان میں سے بعض خلیات حالات گرد و پیش کے باعث اور بھی مختلف ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں مختلف اعضاء یا اجسام کے بنانے کی صلاحیت آجاتی ہے۔ اور وہ خاصیت زائل ہو جاتی ہے جو ابتدائی خلیہ واحدہ کے ایام میں تجدید و تکمیل جسم کے بارے میں موجود تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جسم انسانی میں مختلف قسم کی خلیات پائی جاتی ہیں اور وہ ایک دوسری سے بے حد مختلف ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کسی نہ کسی خاص عضو کی بناوٹ اور نشو و نما کی خدمت اپنے ذمے لے رکھی ہے۔ یہ اختلاف بہت بڑھا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص آسانی سے نہیں کہہ سکتا کہ ابتدائی خلیہ واحدہ اور ترقی یافتہ جسم انسانی کی خلیات کی بنا ایک ہے۔

ابتدائی خلیہ واحدہ ارتقا کے جن درجوں سے گذرتی ہے اگر انہیں بنظر غور

محمد مزمل صدیقی 03047152589

دیکھیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی خلیہ پر کیا کیا کیفیتیں طاری ہوتی ہیں اور رفتہ رفتہ اس میں کیا کیا صلاحیتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ اعلیٰ حیوانات میں پہنچ کر اس میں عضلاتی ریشے بنانے اعصاب پیدا کرنے اور اسی قسم کی دوسری خاص خاص جسمانی بافتیں بنانے کی خاصیت آجاتی ہے۔ ایسی ترقی یافتہ اعلیٰ خلیہ گو ابتدائی خلیہ سے مختلف ہوجاتی ہے۔ لیکن اس میں تقسیم کے ذریعہ سے ضرب کھانے کی صلاحیت ضرور موجود رہتی ہے اور یہ صلاحیت ضرور اڑجاتی ہے کہ وہ بار دگر جنینی حالت کی طرف عود نہیں کرسکتی۔ جیسا کہ ادنیٰ حیوانات میں دستور ہے۔

جب کثیر الخلایا حیوانات کی خلیات میں تجدید و تکمیل جسم کی خاصیت نہ رہی تو ضرور تھا کہ حکیم مطلق کی حکمت بالغہ اس کمی کو دوسرے رنگ میں پورا کرے۔ کیونکہ اس کے بغیر بقائے نسل کا وظیفہ محفوظ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ قدرت نے یہ کام کثیر الخلایا اور اعلیٰ حیوانات میں بعض ایسی خلیات کے سپرد کردیا جو توالد و تناسل کے لئے مخصوص اور بقائے نوع کی محافظ ہیں۔ اس مرحلہ پر پہنچ کر ہم خلیات کو دو بڑی جماعتوں پر تقسیم کرسکتے ہیں۔ اول وہ جن کا کام محض پرورش جسم ہے اور جو ایک انسان یا حیوان کے بقائے نفس کا ذریعہ ہیں۔ دوم وہ جن کا کام محض سلسلہ توالد و تناسل کو قایم رکھنا اور بقائے نوع کی حفاظت کرنا ہے۔ پہلی قسم کی جسمانی خلیات کو انگریزی میں کارپوری ایل (Corpore Cells) یا سومے ٹک (Somatic Cells) کہتے ہیں اور یہ فانی ہیں کیونکہ ان میں یہ صلاحیت برابر موجود ہے کہ ایک ذرا سی خلیہ منوی سے کامل انسان پیدا کرسکیں۔ اور وہ کرتی ہیں۔

پس اس تمام بحث سے معلوم ہوگیا کہ خلیہ زیست کی اکائی ہے۔ خلیہ واحد والے حیوانات میں یہ تنہا پائی جاتی ہے اور غیر فانی ہے۔ کثیر الخلایا حیوانات اور انسان میں کئی طرح کی خلیات پائی جاتی ہیں۔ جن میں بعض فانی اور بعض غیر فانی ہیں۔ اس کے

بعد یہ علمی بحث آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ بڑھاپا کیا ہے۔ کیسے آتا ہے اور کس طرح جا سکتا ہے۔ (الحکیم ماہ نومبر ۱۹۳۱ء)

اعضائے جسم:۔ انہی خلیات سے اعضائے جسم انسانی بنتے ہیں۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اعضاء دو قسم کے ہوتے ہیں اوّل بنیادی اعضاء جو نسیج الحاقی سے تیار ہوتے ہیں دوسرے حیاتی اعضاء جو فعلی انسجہ (اعصابی و عضلاتی اور غدی) سے تیار ہوتے ہیں اور تیسری اہم شئے خون ہے۔ جس میں وہ تمام عناصر پائے جاتے ہیں۔ جن سے بنیادی اور حیاتی اعضاء بنتے ہیں۔ گویا انسان بنیادی اعضاء و حیاتی اعضاء کا مرکب ہے۔ بنیادی اعضاء بنیاد جسم اور ڈھانچے کا کام دیتے ہیں حیات اعضاء میں اعصاب جن کا مرکز دماغ ہے عضلات جن کا مرکز قلب ہے اور غدد جن کا مرکز جگر ہے۔ ان کے خواص و افعال سے زندگی اور روح پیدا ہوتی ہے۔ گویا اعضاء کے صحیح حالت میں رہنے سے ہی ان میں قوت پیدا ہوتی ہے جس سے روح قائم ہوکر جسم زندگی کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اگر ہمارے اعضاء صحیح حالت میں ہوں تو ان سے قوت اور زندگی قائم ہے۔ اگر ہم پیدائش۔ درستی اعضاء اور پیدائش قوت کا مطلب سمجھ لیں تو ہم قیام شباب اور اعادہ شباب پا سکتے ہیں اس کے بعد طویل عمری پر بھی اس قدر قابو پایا جا سکتا ہے کہ بغیر حادثات کے موت واقع نہ ہو۔

درستی اعضاء:۔ یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ ہر خلیہ ایک زندہ ذرہ ہے اور اس کو ہوائے لطیف و غذائے لطیف اور اپنے تصفیہ کی اسی طرح ضرورت ہے جیسے زندگی میں انسان کو ہوا اور ماکول و مشروب اور تنقیہ جسم کی ضرورت رہتی ہے ہر خلیہ اپنی صحت کے ساتھ ساتھ قوت پیدا کرتا ہے۔ پھر انہی خلیات سے چونکہ اعضاء بنتے ہیں گویا تمام اعضاء خاص قسم کے خلیات

کے یونٹ (اجتماعی صورت) ہیں۔ اس طرح ہر عضو کے لئے ہوا و غذا کی ایک جیسی ضرورت رہتی ہے اور پھر ان میں سے ایک ہی قسم کی قوت ظاہر ہوتی ہے چونکہ ہماری نگاہ اعضاء پر ہوتی ہے اس لئے ہم ان تمام خلیات کی بجائے صرف اس کے یونٹ کا نام عضو رکھ دیتے ہیں اور اس کے خواص و افعال ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ اگر اعضاء کی غذا اور تصفیہ باقاعدگی سے ہوتا رہتا ہے تو ان سے صحیح معنوں میں قوت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اور ان کی قوت سے ہی ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ صحیح حالت میں ہیں۔ جب ان کی پیدائش قوت میں کمی بیشی واقع ہوتی ہے تو ہم یقین کر لیتے ہیں کہ ان کے افعال میں افراط و تفریط پیدا ہو گئی ہے۔ اس کا نام ہم مرض رکھتے ہیں۔ قوت اور افعال کا ایسا چولی دامن کا ساتھ ہے کہ گویا وہ دونوں لازم ملزوم ہیں۔ اگر ہم اعضاء کی قوتوں کو جو ان میں سے پیدا ہوتی ہیں پوری طرح سمجھ لیں تو ہم اعضاء کے افعال کو پوری طرح سمجھ سکتے ہیں اسی طرح ہم اگر اعضاء کے افعال پر پورے طور پر قادر ہو جائیں تو ہم ضرورت کے مطابق قوتیں پیدا کرنے اور صحت کو قائم رکھنے پر قدرت حاصل کر سکتے ہیں۔

افعالِ اعضاء:- اعضاء کے افعال میں صرف حیاتی اعضاء کے افعال ہی کو زیادہ تر سمجھنے کی ضرورت ہے کیونکہ ان کی تکمیل فعلی خلیات سے عمل میں آتی ہے اور وہ یہ ہیں (۱) اعصاب جن کا مرکز دماغ ہے (۲) عضلات جن کا مرکز دل ہے اور (۳) غدد جن کا مرکز جگر ہے۔ ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) قلب:- جاننا چاہیئے کہ دل دماغ و جگر اعضائے رئیسہ ہیں اور انہی کے تحت عضلات و اعصاب اور غدد ہیں۔ ان میں جملہ اعضاء میں قلب کی افضلیت مسلمہ ہے کیونکہ وہ جملہ اعضاء میں سے اعلےٰ اور اکمل ہے اعلےٰ و اکمل اور افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حرارت غریزی کا منبع ہے۔

جس کی وجہ سے تمام تر نظم و نسق بدن کا ہوتا رہتا ہے۔ اور جس کی وجہ سے بدن کی تمام کلیں چل رہی ہیں۔ وہ روح حیوانی کا معدن ہے جو کہ مدار بقائے زندگانی ہے اور روح یعنی نفس ناطقہ کا پہلے اس سے تعلق ہوتا ہے۔ بعدہٗ اسی کے ذریعے تمام اعضاء پر روح کا فیضان ہوتا ہے۔ قلب ہی وہ پہلا عضو ہے کہ جو بوقت تعلق حیات سب سے پہلے حرکت کرتا ہے اور بوقت انقطاع حیات جملہ اعضائے آخر میں اس کی حرکت بند ہوتی ہے۔ اس کی نزاکت کا یہ حال ہے اس میں ہلکا سا زخم یا پھوڑا بھی ہو جائے تو اس کو مشکل سے برداشت کرتا ہے اکثر فوراً ہلاکت ہو جاتی ہے۔ صوفیا کرام کی نظر میں قلب مظہر تجلیات حقانی اور مقام فیوض ربانی ہے بادی نظر میں یہ سیب کی شکل ایک مشت کے برابر خرد بقامت میں معلوم ہوتا ہے مگر لاانتہا اسرار و لطافت کا گنجینہ ہے۔

دل کی تشریح کتب طبیہ میں تفصیل سے درج ہے یہاں پر اس کے چند مخصوص اور ضروری افعال کا ذکر کرنا لازمی ہے (۱) دل کی حرکت ذاتی ہے البتہ اس کا اعصاب اور جگر کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس لئے اس پر دو پردے چڑھے ہیں ایک کا تعلق اعصاب سے ہے اور دوسرے کا تعلق جگر سے ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جب اعصاب و جگر میں کوئی خرابی واقع ہوتی ہے تو دل بھی متاثر ہوتا ہے۔ اسی طرح جب اس میں خرابی کی وجہ سے اس کے افعال یا جسم میں کوئی نقص وارد ہوتا ہے تو اس کا اثر دماغ اور جگر پر ضرور پڑتا ہے اس طرح بھی اس کی حرکت میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے جسم کی خرابی اور افعال میں کمی بیشی سے دوران خون پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ گویا اس کی نقل و حرکت اور دیگر اعضاء کے اثرات سے جو حرکت پیدا ہوتی ہے اس سے ایک طرف دوران خون جاری رہتا ہے اور دوسری طرف اس میں قوت پیدا ہوتی رہتی ہے۔

اس تحقیقات سے ثابت ہوا کہ دل میں حرکت تین صورتوں سے پیدا ہوتی ہے (۱) دل اس کی ذاتی حرکت ہے جو عضلاتی فعلی خلیات سے پیدا ہوتی ہے۔ جس سے دل میں انقباض و انبساط پیدا ہونے تھے چونکہ دل کی ایک حرکت انقباضی اور انبساطی ہوتی ہے اور دل ہر گھڑی سکڑتا اور پھیلتا رہتا ہے اس لئے وہ انتہائی سخت قسم کے عضلات سے بنا ہوتا ہے۔ دوسری حرکت خون کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے اس میں غدد کو گہرا دخل ہے تیسری حرکت عصبی تحریکات ہیں ان تمام تحریکات سے جسم میں حرارت پیدا ہوتی ہے جس سے جسم میں حرارت کا نظام قائم رہتا ہے۔

(۲) حرکت کے نظام کے بعد قلب کا دوسرا کام یہ ہے کہ اس کی حرکت سے عضلات میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے یا عضلات میں حرکت دینے سے دل کی حرکت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس حرکت کی تیزی سے حرارت پیدا ہوتی ہے گویا حرارت دل اور عضلات کی وجہ سے ہے جوں جوں حرارت بڑھتی جاتی ہے خون میں جذب ہوتی جاتی ہے پھر وہاں سے جگر میں اکٹھی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

(۳) تیسرا فعل قلب کا دوران خون کو جاری رکھنا ہے۔ یہ دوران خون دل سے شروع ہو کر شرائین میں پھیل جاتا ہے۔ پھر وہاں عروق شعریہ سے ہوتا ہوا جسم کے اعضاء پر شبنم کی طرح ترشح پاتا ہے جہاں سے اس کو اعضاء جسم جذب کر لیتے ہیں یعنی خلیات جسم میں غذائیت کے لئے چلا جاتا ہے اور جو بچ جاتا ہے وہ عروق و غدد جاذبہ کے ذریعے پھر وریدوں میں واپس جذب ہو کر دل کے بائیں بطن میں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں سے بائیں اذن سے ہو کر پھیپھڑوں میں صاف ہونے کے لئے چلا جاتا ہے پھر دائیں بطن دائیں اذن سے باہر دھکیل دیا جاتا ہے اور اس طرح دوران خون جاری رہتا ہے۔

قلب اگر تندرست ہے تو اس کی حرکات اور افعال درست رہیں گے جن سے حرارت اور قوت صحیح طریقہ پر پیدا ہوتی رہے گی۔ اور صحت اور شباب قائم رہے گا لیکن جب قلب کی حالت جسمی خراب ہو جائے گی تو اس کی حرکات و افعال میں نقص واقع ہو جائے گا اور حرارت و قوت کی پیدائش میں فرق پیدا ہو جائے گا جس سے رفتہ رفتہ صحت بگڑ جائے گی اور شباب قائم نہیں رہ سکے گا۔

اعتراض :- فرنگی طب کو طب یونانی پر اعتراض ہے کہ روح حیوانی کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نہ ہی دل کی بذاتِ خود کوئی حرکت ہے دل کی حرکات ہمیشہ اعصاب کے تحت ہوتی ہیں۔ لیکن حیرت کا مقام ہے کہ فرنگی طب اور فرنگی سائنس ایک طرف خلیات فعلی تسلیم کرتی ہے اور دوسری طرف ان سے خود انکار کرتی ہے۔ طب یونانی نے ان فعلی خلیات کی مختلف صورتوں کی مختلف قوتوں کے مختلف نام رکھ دئیے ہیں تاکہ قوت میں آسانی ہو جائے مثلاً عضلاتی خلیات کے افعال سے جو قوت پیدا ہوتی ہے اس کا نام روح حیوانی ہے۔ جو اعصابی نسیج کے خلیات کے افعال سے جو قوت پیدا ہوتی ہے اس کو روح نفسانی کہتے ہیں۔ اسی طرح تشری خلیات کے افعال سے جو قوت پیدا ہوتی ہے اس کو روح طبعی کہتے ہیں۔ ان تینوں ارواح کی قوتوں کو بالترتیب قوت حیوانی و قوت نفسانی اور قوت طبعی کہتے ہیں۔

امیونیٹی :- فرنگی طب کا یہ اعتراض ایک طرف کم علمی پر مبنی ہے اور دوسری طرف ان کے فقدان تحقیق پر دلالت کرتا ہے ان حقائق سے ثابت ہے کہ قوتیں خود بخود اعضاء میں پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ابھی تو فرنگی طب ان اعضاء کے زندہ ذرات کی ذاتی قوت پر حیران ہے اب جبکہ سائنس یہ ثابت کر رہی ہے کہ غیر ذی حیات ذرات جسم بھی اپنے اندر قوت رکھتے

ہیں اور وہ باقاعدہ پیدا ہو رہی ہے اور وہ قوت اپنے افعال سے جسم میں طاقت دے رہی ہے تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہے گی۔

بہرحال یہ اب مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر عضو کی ایک ذاتی حرکت ہے اور اس میں اسی وجہ سے ذاتی قوت پیدا ہوتی ہے۔ یہی قوت اس عضو کی حفاظت بھی کرتی ہے۔ اس کے فعل کو جس سے حفاظت کرتی ہے۔ اس کا نام قوت مدافعت ہے انگریزی میں اس کو امیونیٹی کہتے ہیں۔ جب یہی قوت مدافعت کمزور ہو جاتی ہے تو افعال اعضاء بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ اور انسان زہریلی اشیا اور کیفیات کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ کمزوری اور بڑھاپا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور شباب رخصت ہو جاتا ہے۔

دماغ:- اعصابی نسیج بھی فعلی نسیج ہیں اور ان سے اعصاب و دماغ بنتے ہیں جو حیاتی اعضاء میں شامل ہیں۔ اس کی ریاست مسلمہ ہے کیونکہ خمسہ ظاہری اور باطنی کا مبدا (سرچشمہ) اور احساس و ادراک اور حرکات کا منبع ہیں۔ یعنی قوتہائے مذکورہ اسی کے دامن فیض سے وابستہ ہیں۔ اور یہی اعضاء ان قوتوں کے مربی اور سرپرست ہیں لہٰذا اگر ان میں کوئی خرابی واقع ہو جائے تو قوتہائے مذکورہ کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

دماغ کا ایک طرف تعلق قلب و عضلات اور جگر اور غدد کے ساتھ اعصاب کے ذریعے ہے دوسری طرف دماغ پر عضلاتی اور غدی پردے چڑھے ہوئے ہیں جن کو حجاب اور غشاء کہتے ہیں۔ اور یہی صورت اور تعلق حرام مغز، راس النخاع اور دماغ کے ساتھ بھی ہے بلکہ تمام جسم کے اعصاب کا تعلق عضلات اور غدد کے ساتھ ہے دماغ و اعصاب اپنے افعال کے لحاظ سے احساس و ادراک اور نفسانی قوتوں کے اعضاء ہیں اس احساس و ادراک اور نفسانی قوتوں سے عضلات اور غدد میں ایسی تحریکیں ہوتی ہیں جن سے ان کے افعال میں عملی صورت اور کمی و بیشی ضروری ہوتی ہے۔

اعتراض:- فرنگی طب اور فرنگی سائنس کی تحقیقات ہے کہ اعصاب دو قسم کے ہیں ایک احساسی اعصاب اور دوسرے حرکتی اعصاب ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اعصاب میں بالکل حرکت نہیں ہوتی۔ ان کا کام احساس و ادراک اور نفسیاتی قوتوں کا پیدا کرنا ہے البتہ ان کے یہ احساس و ادراک اور نفسیاتی قوتیں عضلات اور دیگر غدد کو تحریک ضرور دے دیتی ہیں جن سے ان میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ ورنہ اعصاب میں بذات خود حرکت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ اعصاب میں جو بجلی کی رو چلتی ہے مثبت نہیں ہے بلکہ منفی ہے یعنی اس کا ہر احساس و ادراک اور نفسیاتی قوت جسم کے اندر پھیلتی ہے باہر کی طرف نہیں آتی۔ جس وقت فرنگی طب اور فرنگی سائنس ہماری تحقیقات کو سمجھے گی اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا۔ اس سے اہل علم اور صاحب فن ضرور مستفید ہو سکتے ہیں۔

جگر:- جسم جگر کی تکمیل قشری نسیج سے عمل میں آتی ہے۔ قشری نسیج بھی فعلی خلیات سے بنتے ہیں۔ اس کی بھی حقیقت مسلمہ ہے کیونکہ جسم میں غذا کی تکمیل و تحلیل اور تقسیم اس کے بغیر ناممکن ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خون سرخ بھی اسی جد وجہد سے قائم ہے۔

جگر غدہ ہونے کی حیثیت سے جسم انسان کے دیگر تمام غدد کی نسبت بہت بڑا ہے جس کی تشریح اور افعال کتب میں تشریح سے درج ہیں ہم یہاں اس کے تین افعال اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں (۱) خون کو تکمیل تک پہنچانا اور اس کو سرخ رنگنا۔ جب تک کیلوس یا کیموس جگر سے نہ گزرے اس وقت تک نہ وہ پختہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں سرخی پیدا ہوتی ہے (۲) صفرا بنانا، روغنی، لحمی اور شکری اجزاء کا ہضم کرنا (۳) حرارت جسم کی حفاظت کرنا اور ضرورت کے مطابق اس کو جسم میں تقسیم کرنا ہے۔

یہ سارے افعال اس کے ان خلیات سے انجام پاتے ہیں جن سے وہ بنا ہوا ہے۔ اس کا دل و دماغ سے بہت گہرا تعلق ہے جس کا ثبوت اس حجاب و غشاء اور عصبی ریشوں سے چلتا ہے جو اس میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دل و دماغ کے افعال کا جگر پر اثر پڑتا ہے اور اس کے افعال کا اثر ان پر پڑتا ہے۔ صحت کے لئے اہم بات یہ ہے کہ جب وہ بگڑتی ہے تو اس کا پہلا اثر جگر پر پڑتا ہے۔ یہ حقیقت دیکھی گئی ہے جن لوگوں کی جوانی دیر تک قائم رہتی ہے یا جن کی عمریں طویل ہوتی ہیں ان کے جگر اچھی حالت میں ہوتے ہیں ان امور سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جگر کے افعال کی ذاتی درستی یا نظریہ غذا کے تحت جگر کو قیام شباب اور طویل عمری میں گہرا تعلق ہے۔

اعضاء کے افعال اور قیام شباب و طویل عمری:- یہ حقیقت تو مسلمہ ہے کہ جسم انسان کے اعضاء کے افعال درست ہوں تو صحت و جوانی قائم رہتی ہے جس سے لامحالہ طویل عمری بھی ہوگی۔ اور افعال الاعضاء کی درستی اعضاء کی درستی پر منحصر ہے۔ تندرست اعضاء کا دارومدار خلیات کی درستی پر موقوف ہے۔ اور خلیات میں قدرت نے فطری طور پر یہ استعداد پیدا کی ہے کہ ان میں سے قوت کا ظہور ہوتا رہے۔

خلیات کی درستی افعال کا انحصار اور قوت کی پیدائش کا تعلق اس غذا پر ہے جو خلیات کو ملنی چاہیے۔ لیکن خلیات جسم انسان میں کئی اقسام کے ہیں۔ اس لئے ہر ایک قسم کے لئے مناسب غذا بدن انسان میں جانی چاہیئے اس لئے قدرت نے اس نظام کو قائم رکھنے کے لئے جسم میں ایسی غذا کا انتظام کر دیا ہے جو ہر وقت جسم میں بھری رہتی ہے اور اس سے ہر عضو اپنی غذا حاصل کرتا رہتا ہے وہ خون ہے۔ اعضاء اور خون لازم ملزوم ہیں۔ اعضاء غذا سے اول خون بناتے ہیں اور پھر اسی خون سے اپنی غذا حاصل کرتے ہیں۔ اگر اعضاء کے افعال میں خرابی واقع ہو تو خون میں بھی خرابی واقع ہوگی۔ اور پھر وہی خراب خون اعضاء کے خلیات میں نقص پیدا کر دے گا۔ جن سے جسم میں زہریلے اجزاء ۵

ہماری تحقیقات قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری

ہماری تحقیقات کو سمجھنے کے لئے ذیل کے مسائل کو ذہن میں رکھیں۔

(۱) قوت کا تعلق اعضاء کے ساتھ ہے۔ ان میں سے خود بخود قوت پیدا ہوتی رہتی ہے جیسے ہر شے اپنے اندر اثرات و افعال رکھتی ہے۔ جب تک اعضاء درست ہیں ان میں سے قوت کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

(۲) اعضاء میں اس وقت تک موت واقع نہیں ہوتی جب تک حادثات سے وہ تباہ نہ ہو جائیں یا ان کو غذا میسر نہ آئے۔ کیونکہ خلیات کی زندگی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان کو پیدائش کے بعد اس وقت تک فنا نہیں ہے جب تک ان کو کوئی حادثہ پیش نہ آئے یا غذا نہ رک جائے۔ اور اس کے علاوہ خلیات مزید اپنے قائم مقام خلیے پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(۳) زندگی کا دارومدار رطوبت عزیزی اور حرارت عزیزی پر ہے۔ یہ ہر گھڑی پیدا ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ رطوبت عزیزی اور حرارت عزیزی کا تعلق صرف منی سے نہیں ہے۔ بلکہ خلیات کے اندر جو رطوبت اور حرارت ہے وہی رطوبت عزیزی اور حرارت عزیزی ہے۔ اور اس رطوبت عزیزی سے ہر گھڑی حرارت عزیزی پیدا ہوتی رہتی ہے اور یہ قانون قدرت ہے کہ رطوبت میں تبخیر سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔

(۴) زندگی روح سے قائم ہے اور روح ایک شعلہ ہے جو امر ربی ہے۔ یعنی جہاں پر بھی قوت پیدا ہوگی وہاں پر امر ربی لازمی امر ہے۔ جیسے دو اشیاء میں کیمیاوی

طور پر ایکشن وری ایکشن (عمل ورد عمل) ہوتا ہے یا بجلی کی دو تاروں کو ملایا جاتا ہے تو شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی عمل ورد عمل کا نتیجہ اور شعلہ ان کی روح ہیں لیکن ہر عمل ورد عمل فطرت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ انسانی زندگی و شعلہ اور روح بھی اس کے فطرت کے مطابق عمل کرنے سے قائم ہے۔

(۵) انسانی زندگی اور روح بجلی کے شعلہ پر قائم ہے جو ہر گھڑی انسانی جسم میں پیدا ہو رہی ہے۔ قدرت نے انسان میں بجلی کی پیدائش کے تین نظام رکھے ہیں تاکہ اس میں بجلی کی رو بغیر حادثہ اور خرابی غذا کے ختم نہ ہو۔ اول نظام شمسی دوسرا نظام بجلی کیمیاوی اور تیسرا نظام بجلی حرکت۔ جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔

(۶) انسان کائنات میں ارتقاء کا آخری مظہر ہے۔ اس میں چار نظام نسیجی کام کر رہے ہیں جن میں سے تین فعلی نسیج ہیں اور تینوں کی غذا نسیج الحاقی سے مقرر کی گئی ہے۔ گویا الحاقی مادہ یا خاکی مادہ ہی ان کی غذا بنتا ہے اور جب نسیج فعلی کمزور ہو جاتے ہیں تو وہ نسیج الحاقی کو اپنی غذا نہیں بنا سکتے اس صورت میں خود نسیج الحاقی ان کی جگہ لینا شروع کر دیتا ہے۔ جس سے اول صحت بگڑتی ہے۔ پھر شباب ختم ہوتا ہے اور بڑھاپا آتا ہے اور آخر میں موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۷) نسیجی قوتیں دو قسم کی ہیں اول شمسی اور دوسری کیمیاوی بجلی جو ان کے اندر کی رطوبت میں پیدا ہو رہی ہے تیسری قوت حرکتی بجلی سے جو اعضاء کی حرکت اور دوران خون سے پیدا ہو رہی ہے۔ اور مناسب غذا سے ہر قسم کی قوت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

(۸) غذا کا نظام قدرت نے جسم کے اندر خون کی صورت میں اس طرح کا رکھا ہے کہ ہر وقت عضو کو نہ صرف باقاعدہ غذا مل رہی ہے بلکہ اعضاء کے افعال اور کیمیاوی اثرات سے نیا خون بھی تیار ہو رہا ہے اور ہر گھڑی قوت پیدا

ہو رہی ہے جہاں تک خوراک کا تعلق ہے طبیعت اپنی بھوک کے احساس سے طلب کرتی ہے اور مناسب خوراک کو پسند کرتی ہے غیر مناسب خوراک جس میں ادویہ و زہر وغیرہ شامل ہیں نہیں پسند کرتی اور ان کو جزو بدن نہیں بناتی بلکہ ان کو اندر ضائع یا اخراج کی کوشش کرتی ہے۔

(۹) انسانی روح (شعلہ) کا تعلق آفاق سے ہے جہاں سے ہر گھڑی مادہ و عناصر کی پیدائش جاری ہے جو انسان کی غذا اور خوراک بنتا ہے اور پھر یہی روح جسم انسانی میں اُٹھ کر نفس کی طرف لپکتی ہے کل شیئ یرجع الی اصلہ کے مصداق نفس و آفاق و روح زندگی اور روح عالم۔ جہانِ اصغر و جہانِ اکبر برہم و برہما اور آتما و پرماتما کے تعلق کو قائم کرنا چاہتی ہے تاکہ خالق و مالک اور قادر مطلق کو پہچان سکے اور امر (دائمی حیات حاصل کرنا) ہو جائے۔ یہی انسان کی دائمی زندگی ہے۔ ہر مذہب کی رو سے جن لوگوں کا تعلق اپنے خالق و مالک اور قادر مطلق سے ہے وہ امر ہیں اور ان کو موت نہیں ہے بلکہ حیات دائمی سے مزین ہیں۔

غذا کی اہمیت :- مندرجہ بالا جو حقائق پیش کئے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی زندگی پیدائش کے بعد ہمیشہ ترقی کرتی ہے اور اس کا شباب ہمیشہ قائم رہنا چاہیئے اور اس کو سوائے حادثات اور غذا (خون) کی خرابی کے سوا موت نہیں آنی چاہیئے۔ حادثات کا مسئلہ تو ایک جدا بات ہے باقی سوال اعضاء کی غذا (خون) کا رہ جاتا ہے کہ یہ کس طرح درست اور صحیح پیدا ہو سکتا ہے اور کس طرح خراب اور زہریلے مادوں اور تغیرات و کیفیات سے...... بچ سکتا ہے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں اول وہ غذا جو خوراکی طور پر انسان کھاتا ہے اور دوسرے اعضاء کی درستی۔ جہاں تک غذا کے خوراکی کا تعلق ہے وہ انسانی مذہبی پیشواؤں حکماء اور اطباء نے ہزاروں

طور پر ایکشن وری ایکشن (عمل ورد عمل) ہوتا ہے یا بجلی کی دو تاروں کو ملایا جاتا ہے تو شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی عمل ورد عمل کا نتیجہ اور شعلہ ان کی روح ہیں لیکن ہر عمل ورد عمل فطرت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ انسانی زندگی و شعلہ اور روح بھی اس کے فطرت کے مطابق عمل کرنے سے قائم ہے۔

(۵) انسانی زندگی اور روح بجلی کے شعلہ پر قائم ہے جو ہر گھڑی انسانی جسم میں پیدا ہو رہی ہے۔ قدرت نے انسان میں بجلی کی پیدائش کے تین نظام رکھے ہیں تاکہ اس میں بجلی کی رو بغیر حادثہ اور خرابی غذا کے ختم نہ ہو۔ اول نظام شمسی دوسرا نظام بجلی کیمیاوی اور تیسرا نظام بجلی حرکت۔ جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔

(۶) انسان کائنات میں ارتقاء کا آخری مظہر ہے۔ اس میں چار نظام نسیجی کام کر رہے ہیں جن میں سے تین فعلی نسیج ہیں اور تینوں کی غذا نسیج الحاقی سے مقرر کی گئی ہے۔ گویا الحاقی مادہ یا خاکی مادہ ہی ان کی غذا بنتا ہے اور جب نسیج فعلی کمزور ہو جاتے ہیں تو وہ نسیج الحاقی کو اپنی غذا نہیں بنا سکتے اس صورت میں خود نسیج الحاقی ان کی جگہ لینا شروع کر دیتا ہے۔ جس سے اول صحت بگڑتی ہے۔ پھر شباب ختم ہوتا ہے اور بڑھاپا آتا ہے اور آخر میں موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۷) نسیجی قوتیں دو قسم کی ہیں اول شمسی اور دوسری کیمیاوی بجلی جو ان کے اندر کی رطوبت میں پیدا ہو رہی ہے تیسری قوت حرکتی بجلی سے جو اعضاء کی حرکت اور دوران خون سے پیدا ہو رہی ہے۔ اور مناسب غذا سے ہر قسم کی قوت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

(۸) غذا کا نظام قدرت نے جسم کے اندر خون کی صورت میں اس طرح کا رکھا ہے کہ ہر وقت عضو کو نہ صرف باقاعدہ غذا مل رہی ہے بلکہ اعضاء کے افعال اور کیمیاوی اثرات سے نیا خون بھی تیار ہو رہا ہے اور ہر گھڑی قوت پیدا

ہو رہی ہے جہاں تک خوراک کا تعلق ہے طبیعت اپنی بھوک کے احساس سے طلب کرتی ہے اور مناسب خوراک کو پسند کرتی ہے غیر مناسب خوراک جس میں ادویہ و زہر وغیرہ شامل ہیں نہیں پسند کرتی اور ان کو جزو بدن نہیں بناتی بلکہ ان کو اندر ضائع یا اخراج کی کوشش کرتی ہے۔

(۹) انسانی روح (شعلہ) کا تعلق آفاق سے ہے جہاں سے ہر گھڑی مادہ و عناصر کی پیدائش جاری ہے جو انسان کی غذا اور خوراک بنتا ہے اور پھر یہی روح جسم انسانی میں اُٹھ کر نفس کی طرف لپکتی ہے کل شیء یرجع الی اصلہ کے مصداق نفس و آفاق و روح زندگی اور روح عالم۔ جہانِ اصغر و جہان اکبر برہم و برہما اور آتما و پرماتما کے تعلق کو قائم کرنا چاہتی ہے تاکہ خالق و مالک اور قادر مطلق کو پہچان سکے اور امر (دائمی حیات حاصل کرنا) ہو جائے۔ یہی انسان کی دائمی زندگی ہے۔ ہر مذہب کی رو سے جن لوگوں کا تعلق اپنے خالق و مالک اور قادر مطلق سے ہے وہ امر ہیں اور ان کو موت نہیں ہے بلکہ حیات دائمی سے مزین ہیں۔

غذا کی اہمیت:- مندرجہ بالا جو حقائق پیش کئے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی زندگی پیدائش کے بعد ہمیشہ ترقی کرتی ہے اور اس کا شباب ہمیشہ قائم رہنا چاہیئے اور اس کو سوائے حادثات اور غذا (خون) کی خرابی کے سوا موت نہیں آنی چاہیئے۔ حادثات کا مسئلہ تو ایک جدا بات ہے باقی سوال اعضاء کی غذا (خون) کا رہ جاتا ہے کہ یہ کس طرح درست اور صحیح پیدا ہو سکتا ہے اور کس طرح خراب اور زہریلے مادوں اور تغیرات و کیفیات سے ...... بچ سکتا ہے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں اول وہ غذا جو خوراک کی طور پر انسان کھاتا ہے اور دوسرے اعضاء کی درستی۔ جہاں تک غذا سے خوراک کا تعلق ہے وہ انسانی مذہبی پیشواؤں (حکماء) اور اطباء نے ہزاروں

محمد مزمل صدیقی 03047152589

ساروں سے تخصیص کردی ہے کہ فلاں خوراک یا حرام و نجس اور حلال و طیب ہے یا جسم انسان کے لئے مفید اور مضر ہے۔ اس کے علاوہ انسانی جبلت بھی انہی اشیاء کی طرف مائل ہوتی ہے جو مرغوب پسندیدہ اور لذیذ اور مقوی ہوتی ہے۔ البتہ انسان ان کے کھانے میں کبھی زیادتی اور کبھی بغیر ضرورت کھاتا ہے۔ جس سے اس کے اعضاء پر بوجھ پڑتا ہے اور دوسرے جب وہ غذائے خوراکی اپنے وقت پر ہضم نہیں ہوتی اس میں فساد پیدا ہو جاتا ہے وہی فساد رفتہ رفتہ اعضاء کو خراب اور خون کو زہریلا بنا دیتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے غذائے خوراکی اور موسم و کیفیات کے حادثات انسان کو اکثر پیش آتے رہتے ہیں اور ان کے علاوہ محنت و مشقت اور عیش و آرام کی زیادتی جذباتی اثرات کی شدت ایسی صورتیں جن سے انسان کو مفر نہیں ہے پھر ایسی صورت میں صحت کا برقرار رکھنا مشکل ہے شباب کا قیام اور طویل عمری تو پھر بے حد مشکل بات ہے ایسی صورت میں اعادہ شباب کا تو سوال پیدا ہونا بے حد مشکل ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء اور قیام شباب و صحت اور طویل عمری:۔ انسان جو غذا خوراک کے طور پر استعمال کرتا ہے تو اس کا خون بنتا ہے جس کو یونانی حکماء اور اطباء چار اخلاط اور چار کیفیات میں تقسیم کرتے ہیں اور ان کے قوانین کے مطابق یہ اخلاط اور کیفیات مختلف اعضاء کی غذا بنتے ہیں۔ لیکن فرنگی ڈاکٹر اور سائنس دان اس خون کو چودہ عناصر میں تقسیم کرتے ہیں اور ان کے قانون کے مطابق انہی سے انسانی اعضاء کی غذا حاصل ہوتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ خون میں تین بڑے اجزا پائے جاتے ہیں اول رطوبت دوسرے حرارت اور تیسرے لطیف ہوائی اجزا (گیسیں)، اور

یہی تینوں اجزاء نہ صرف ہمارے اعضائے رئیسہ کی خوراک ہیں بلکہ جب ان میں سے کسی ایک حصہ میں تیزی ہوتی ہے تو اس جز کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عضو رئیس سے وہ خاص حصہ مخصوص ہے۔ مثلاً اگر جسم میں رطوبات کی زیادتی ہو تو اعصاب کا فعل تیز ہوتا ہے اور اگر جسم میں حرارت کی زیادتی ہو تو غدد کا فعل تیز ہوتا ہے اسی طرح اگر جسم میں ہوا کی زیادتی ہو تو قلب کے فعل میں تیزی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ اگر اعصاب کے فعل میں تیزی پیدا کر دی جائے تو جسم میں رطوبات بڑھ جاتی ہیں اور اگر جگر کے فعل میں تیزی کر دیں تو حرارت بڑھ جاتی ہے اسی طرح اگر عضلات کے افعال میں تیزی کر دیں تو ہوا جسم میں زیادہ ہو جاتی ہے گویا اعضائے رئیسہ اور رطوبت و حرارت اور ہوا لازم ملزوم ہیں۔ اور یہی تینوں فطری اجزا ہیں جو کائنات میں بھی بارش و آندھی اور گرمی میں نظر آتے ہیں۔

تسکین و تحریک اور تحلیل:۔ ان اجزاء کی کمی بیشی سے جسم انسان میں چند علامات پیدا ہوتی ہیں جن سے ہم کو ان کی افراط و تفریط کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر جسم میں رطوبات (بلغم) کی زیادتی ہو جائے تو جسم میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے کبھی جب ہمیں جسم میں سوزش معلوم ہو تو اس کی تسکین کے لئے پانی کا استعمال کرتے ہیں جو رطوبت کی اصل ہے۔ اسی طرح جب جسم میں ہوا کی زیادتی ہو جاتی ہے تو جسم میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح جب جسم میں حرارت کی زیادتی ہوتی ہے تو جسم میں ضعف اور تحلیل شروع ہو جاتا ہے۔ بہر حال جب یہی علامات شدت اختیار کرتی ہیں تو انسانی جسم کو مریض کہا جاتا ہے۔ کبھی ان علامات کی تیزی سے درد جسم پیدا ہو جاتا ہے کبھی سوزش کبھی ورم، کبھی بخار اور کبھی ضعف کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے

بہرحال اگر ہم ان اعضاء کے افعال و خواص اور اثر کو پوری طرح سمجھ لیں تو ہمارے اندر جو خرابیاں و علامات اور زہریلے اثرات پیدا ہوں، ہم ان کو ان اعضاء کے افعال میں افراط و تفریط پیدا کر کے درست کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم تندرستی کی حالت میں بھی چاہیں تو ان اعضاء کے افعال میں ضرورت کے وقت تحریک و حرارت سے قوت پیدا کرنے پر قادر ہو سکتے ہیں۔ یہی اغذیہ اور موسمی تغیرات اور کیفیات جو ہمارے اندر امراض و کمزوری اور بڑھاپا پیدا کرتی ہیں اگر ان کے اثرات سے ہم پورے طور پر آگاہ ہوں تو یقیناً ہم ان سے اپنا قیام شباب اور طویل عمری میں مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

حرارت و رطوبت اور گیس تینوں قوتیں ہیں جو ہر گھڑی زندگی اور کائنات میں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان کی پیدائش میں جہاں ایک دوسرے کی ضرورت ہے اور اثر پڑتا ہے وہاں ایک دوسرے کی کمی بیشی بھی انہی کی وجہ سے اعتدال پر آتی ہے مثلاً جب سخت گرمی پڑتی ہے تو بارش آجاتی ہے۔ جب بارش سے ہر جگہ جل تھل ہو جاتا ہے تو تیز ہوا چل پڑتی ہے اور پانی خشک ہو جاتا ہے یاد رہے پانی ہمیشہ ہوا سے خشک ہوتا ہے گرمی سے خشک نہیں ہوتا۔ کیونکہ گرمی سے تبخیر بن جاتا ہے اور ٹھہرا ہوا پانی متعفن ہو جاتا ہے۔ جب تیز ہوائیں چلتی ہیں تو پھر گرمی شروع ہو کر ان کو بند کر دیتی ہے۔ یعنی ہوا کی تیزی گرمی ہی سے تحلیل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح موسم بدلتے ہیں مثلاً سخت گرمی کے بعد بارش کا موسم (برکھا رت) آتا ہے۔ برکھا رت کے بعد خزاں کی ہوائیں چلتی ہیں۔ اور جب بہار کی ہوائیں چلتی ہیں تو گرمی کا موسم شروع ہو جاتا ہے۔

یہی صورتیں جسم انسان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً جب جسم میں گرمی کی بے چینی ہوتی ہے تو پانی کی طلب ہوتی ہے اور جسم میں رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے تو خود بخود خشک اشیا کھانے کی ضرورت ہوتی ہے جب جسم میں خشکی ہوتی ہے تو

روغنی اشیا اور گھی وغیرہ کھانے سے رفع ہوتی ہے جو گرم ہوتے ہیں۔ غرض یہ گرمی و تری اور خشکی کے بعد پھر گرمی کا سلسلہ جاری رہتا ہے جسم میں گرمی جگر میں تیزی کے ہونے سے اکٹھی ہوتی ہے جسم میں خشکی قلب میں تیزی سے زیادہ ہوتی ہے جسم میں رطوبت اعصاب میں تیزی سے جسم میں جمع ہو جاتی ہے۔ یہ روزانہ زندگی کے حقائق ہیں مگر عوام ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ یہ کس قدر اہم اور مفید قانون ہیں جو زندگی کے لئے نہ صرف انتہائی مفید ہیں بلکہ ان حقائق کے بغیر زندگی اپنی صحیح اور فطری راہوں پر رواں دواں نہیں ہو سکتی ہے۔

جسم انسان خود ایک برقی سرکٹ ہے:-

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ہر ذی حیات ذرہ (خلیہ) ایک الیکٹرک سل (بجلی کا کیسہ) ہے اور ہر غیر ذی حیات ذرہ نظام شمسی کے قانون پر ایٹم کی طرح بجلی اور قوت پیدا کر رہے ہیں جو اعصاب کے ذریعے جسم میں قوت و تحریک اور حرارت پیدا کر رہے ہیں اور دوسری طرف عضلات کی حرکت سے با قاعدہ رگڑ قوت و تحریک اور حرارت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ یہ قوت و تحریک اور حرارت غدد میں اکٹھی ہوتی رہتی ہے اور جگر کی حرکت سے بھی تمام جسم کی قوت و تحریک اور حرارت پیدا ہو کر جگر میں جمع ہوتی رہتی ہے پھر ضرورت کے وقت یہ قوت و تحریک اور حرارت جسم میں خرچ ہوتی رہتی ہے۔

جسم کو اس بجلی کی بیٹری کے اصول پر سمجھیں کہ خلیات اور ذرات اعضاء جسم میں لاکھوں بیٹریاں ہیں اعصبی و عضلاتی دو منفی اور مثبت بجلی کی ڈوریاں بھی ہیں اور خود بجلی بھی پیدا کرتی ہیں۔ اور وہ بجلی قوت و حرارت کی شکل میں خون کے ذریعے جگر میں جمع ہوتی رہتی ہے یہاں پھر خلیات میں تقسیم ہوتی ہے اور اس طرح زندگی و روح اور صحت و شباب، قائم رہتا ہے۔ اس طرح ایک جگہ

قائم رہتا ہے اس چکر کو انگریزی میں بجلی اور قوت کا سرکٹ کہتے ہیں۔

اسی بجلی اور قوت کے تعلق سے دل و دماغ اور جگر کا تعلق زندگی بھر قائم رہتا ہے۔ گویا بجلی اور قوت کا ایک چکر قائم ہے اور جاری رہتا ہے۔ اور اس طرح حرکت و حرارت اور رطوبت پیدا ہوتی رہتی ہے اور جسم کو غذا میسر ہوتی رہتی ہے۔ جب اعضاء کے افعال میں کمی بیشی واقع ہوتی ہے تو حرکت و حرارت اور رطوبت میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے جس سے بجلی اور قوت کے تسلسل اور چکر (سرکٹ) خراب ہونا شروع ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ صحت خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جب سرکٹ رک جاتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے تو بس موت آ جاتی ہے۔

حرارت کی زیادتی سے جسم میں ضعف اور تحلیل پیدا ہوتی ہے مگر عام طور پر حرارت کی زیادتی نہیں ہوا کرتی۔ زیادہ رطوبات کی زیادتی اور ریاح کی زیادتی ہوا کرتی ہے۔ ان کی زیادتی سے جسم میں حرارت بہت کم ہو جاتی ہے۔ رطوبات کی زیادتی سے حرارت کی کمی کے ساتھ سردی زیادہ ہوتی ہے جس سے اعضاء جسم میں انتہائی طور پر سست اور سن ہو جاتے ہیں اور جب ریاح کی زیادتی ہے تو جسم میں سردی کے ساتھ خشکی بڑھ جاتی ہے جس سے جسم میں تیزی اور خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ یہی علامات معمولی طور پر کم و بیش ہوں تو صرف صحت میں خرابی ہوتی ہے اور امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر یہی علامات شدت اختیار کر لیں تو جسم میں انحطاط پیدا ہو کر شباب رخصت ہوتا ہے اور بڑھاپا آنا شروع ہو جاتا ہے یہ امر ذہن نشین کر لیں کہ نزلہ اور بند نزلہ اس وقت ہی دائمی ہو جاتا ہے جب جسم میں حرارت کی کمی ہو جاتی ہے یہ کمی اگر سردی تری کے ساتھ ہو تو نزلہ ہوگا اور اگر سردی خشکی کے ساتھ ہو تو نزلہ بند ہوگا۔ یہی نزلہ جب دائمی صورت اختیار کر لیتا ہے تو اس وقت سے شباب رخصت اور بڑھاپے کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔

بڑھاپے اور امراض کا فرق:- جب تک صرف اعضاء کے افعال میں مشینی طور پر کمی بیشی اور خرابی واقع ہوتی ہے تو اس کی یہ حالت زیادہ تر امراض تک محدود رہتی ہے اور جب اعضاء کے خلیات میں خرابی واقع ہوتی ہے تو بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ صورتیں بھی ظاہرہ طور پر امراض میں شریک ہیں جن کو ہم مزمن امراض کہتے ہیں یہی مزمن امراض ہی بڑھاپا کی ابتدا ہیں۔ یہ بڑھاپا تین صورتوں میں پیدا ہوتا ہے۔

(۱) حرارت غریزی میں کمی بیشی کا ہونا (۲) رطوبت غریزی میں کمی بیشی کا ہونا (۳) رطوبت غریزی میں فساد و تعفن کا پیدا ہونا۔

رطوبت غریزی اور حرارت غریزی میں کمی بیشی:- حرارت غریزی کی ابتدا اس حرارت سے ہوتی ہے جو منی کے حیوانی ذرے کے خلیہ میں پائی جاتی ہے جس کی پیدائش کا سلسلہ اس رطوبت سے جاری رہتا ہے جو منی کے حیوانی ذرے کے خلیہ میں موجود ہوتی ہے۔ اس کے قیام میں اس خلیہ کا نظام شمسی اور خلیہ کی برقی رو دونوں معاون ہوتے ہیں۔ جب انسانی کرم منی (سپرمیٹوزوا) عورت کے بیضہ انثہ (اُوم) کے ساتھ وصال پا جاتا ہے۔ اور نطفہ قائم ہو جاتا ہے تو بیضہ انثہ کی رطوبت اور حرارت کرم منی کی غذا بنتی ہے اس طرح رطوبت غریزی اور حرارت غریزی قائم رہتی ہے پھر جب وہ قریب اختتام ہوتی ہے اور اس وقت تک نطفہ شہتوت کے پھل کے برابر مثل جونک تیار ہو جاتا ہے تو قدرتی طور پر وہ رحم میں کسی جگہ چسپاں ہو جاتا ہے اور اس کا تعلق ماں کے خون سے منسلک ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس بچہ کو جو غذا خون کی شکل میں ملتی ہے اسی میں سے رطوبت غریزی اور حرارت غریزی تیار ہو کر اس کے خلیات میں بھرتی اور

خرچ ہوتی رہتی ہے۔ جب بچہ کی پیدائش ہوتی ہے تو وہ اس کو اول ماں کا دودھ اور پھر دنیاوی خوراک کو اپنی غذا بناتا ہے جن سے اس کے جسم میں اپنا خون تیار ہوتا ہے اس وقت اس خون سے رطوبت غریزی اور حرارت غریزی تیار ہو کر قائم رہتی ہے۔ اگر اس رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کی پیدائش اور اعتدال جاری رہے تو صحت اور شباب قائم رہتا ہے اور طویل عمری ہوتی ہے جب اس میں کمی واقع ہوتی ہے تو اس کی صورت اول یہ رطوبت میں کمی واقع ہوتی ہے جس سے اس میں حرارت غریزی قائم نہیں رہتی۔ کبھی حرارت غریزی کی پیدائش بڑھ جاتی ہے اور اس طرح رطوبت غریزی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ کبھی رطوبت غریزی کمزور ہوتی ہے اور حرارت غریزی کی پیدائش رک جاتی یا کم ہو جاتی ہے۔ یہ سب صورتیں صحت و شباب اور طویل عمری پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

رطوبت غریزی میں فساد بالکل اس طرح پیدا ہوتا ہے جس طرح معدہ و امعاء اور جگر میں پیدا ہوتا ہے یا رطوبات طلبیہ میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن رطوبت غریزی میں فساد طبیعت مدبرہ بدن آسانی سے پیدا نہیں ہونے دیتی اور اگر جب کبھی ہوتا ہے تو کسی ایک قسم کے نسیج کے خلیات میں ہوتا ہے تمام جسم کے خلیات میں یک بارگی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر جب کسی ایک نسیج میں فساد ہوتا ہے اور اس کی اصلاح نہ کی جائے تو رفتہ رفتہ تمام جسم میں پھیل جاتا ہے۔ جسم میں جو زہر اثر کرتے ہیں وہ اسی اصول پر اثر کرتے ہیں اس ہر قسم کے زہر کی مختلف علامات ہوتی ہیں رطوبت غریزی کے فساد کو دور کرنا تجربہ کار معالج کا کام ہے۔ ہر بازاری دوا فروش کے بس کا روگ نہیں ہے۔

جب فساد رطوبت غریزی پیدا ہوتا ہے تو پھر رفتہ رفتہ حرارت غریزی کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں اس کے اندر جو شعلہ پیدا ہوتا ہے وہ مدھم ہوتا

جاتا ہے اس کا نام بڑھاپا ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ بالکل بجھ جاتا ہے جس کا نام ہم موت رکھتے ہیں۔

قیام شباب اور طویل عمری کا علاج :- جب کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کا بڑھاپا یا قبل از وقت بڑھاپا دور ہو جائے تو اس کا اولین فرض ہے کہ وہ اپنے اعضائے رئیسہ کا بغور مطالعہ کرے ان کے افعال کو سمجھے اور اگر اس کو کوئی مزمن مرض یا علامت ہو جیسا کہ نزلہ زکام، فالج، دائمی قبض، بواسیر، سوزاک اور آتشک وغیرہ وغیرہ تو ان کو سامنے رکھ کر یہ سمجھنے کی کوشش کرے۔ کہ ان کا تعلق کس عضو کے ساتھ ہے اور اس عضو کے افعال کس طرح انجام پا رہے ہیں۔ مرض یا علامت کو فوراً دور کرنے کی کوشش نہ کرے۔ صرف مرض و علامت اور عضو کے افعال کا تعین کرے۔ پھر اس مرض یا علامت کو سامنے رکھ کر عضو کے افعال کو درست کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح جب عضو کے افعال درست ہوتے جائیں گے وہ مرض یا علامت رفع ہوتی جائے گی۔ گویا وہ مرض اور علامت صرف معیار اصلاح ہے۔ جس سے معالج کو پتہ چلتا ہے کہ جسم انسان کے افعال باقاعدہ ہو رہے ہیں۔ اگر مرض یا علامت دور کر دی جائے تو اعضاء کے افعال اور خون کی درستی کا پورے طور پر اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس طرح اعادہ شباب ممکن ہو جاتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۹۲

معجون شباب آور:- کچلہ ایک تولہ، بابچی آٹھ تولے، ہرمل سولہ تولے۔ ہلیلہ سیاہ سوختہ پانچ چھٹانک۔ شہد آدھ سیر چینی آدھ سیر معروف طریق پر معجون تیار کر لیں خوراک ایک ماشہ سے تین ماشہ تک۔

حب شباب آور:- نیلہ تھوتھا چھ ماشے۔ سم الفار ایک ماشہ۔ شنگرف آٹھ تولے

باقی بر صفحہ ۱۶۷

بوڑھوں کے حفظ صحت کے احکام

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ جب تک مزاج انسان کی حالت اعتدالیہ قائم رہے گی اس وقت تک اس کی صحت بھی اچھی رہے گی اور اگر کسی بے اعتدالی سے حالت مذکورہ میں مزاج انسان جادہ (راستہ) اعتدال سے منحرف بھی ہوگا تو ذرا سی تدبیر سے صحت زائلہ واپس آ دیگی۔ اور ہرگاہ کہ مزاج اعتدالیہ حالت سے بعید ہو جائے گا تو وہ صحت سے بھی بعید ہوگا چونکہ عالم بڑھاپے میں مزاج پر سردی و خشکی کا غلبہ ہوتا ہے اور کیفیات سردی و خشکی دونوں اعتدالی حالت کے مخالف ہیں یعنی حرارت و رطوبت کی ضد ہیں لہذا اس سن میں حفظ صحت اولے بالاہتمام (نہایت کوشش کی مستحق) ہے پس وہ تدبیریں عمل میں لانا چاہئیں کہ جن کے آثار بدن میں کیفیت گرمی و تری کی پیدا کریں تاکہ برودت و یبوست کا کہ جو لازم سن مذکور ہے تدارک ہو جائے مگر اس کے ساتھ ہی یہ خیال رکھنا بھی ضرور ہے کہ بوڑھے ایسی تدبیرات داخلی و خارجی ہرگز عمل میں نہ لاویں کہ جو ان کے بدنوں میں گرمی پیدا کریں مثلاً اغذیہ نہایت گرم یا افراط ریاضت یا جماع وغیرہ۔ اس لئے کہ غایت درجہ کی حرارت ان کے مزاجوں میں نہایت درجہ خشکی پیدا کرے گی جس کا نتیجہ لازمی یہ ہوگا کہ ان کو وقت کے پہلے موت سے مواصلت ہوگی۔ یا کسی مرض سخت میں مبتلا ہوں گے۔

چونکہ حسب تقریر ما سبق (پہلی تقریر کے مطابق) بوڑھوں کو حرارت خفیفہ و رطوبت کثیرہ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے لہذا اسی بنا پر ان کا نیند کا زمانہ بہت طویل (دراز) ہونا چاہیئے اور سکون و آرام کی کثرت اور حرکات بدنی کی قلت کرنا چاہیئے۔ چنانچہ جالینوس کا قول ہے کہ "اِنّی الآن حریصٌ علی النوم" یعنی میں اب

عالم بڑھاپے میں نیند کا حریص ہوں۔ نیند کے حال پر سکون و آرام کو بھی قیاس کر لو اس لئے کہ دونوں سے یعنے نیند اور سکون سے رطوبات بدن میں ترقی ہوتی ہے پس کثرت سکون اور کثرت نیند کی عدمی حالت یعنی کثرت بیداری و کثرت حرکت بوڑھوں کو سخت مضر ہوگی۔

علےٰ ہذا القیاس بوڑھوں کو شیریں اور نیم گرم پانی سے روز مرہ ایک بار غسل کرنا اور غسل کے درمیان میں معتدل طور سے مالش بدن کی کرنا نہایت درجہ نافع ہوگا اور شور یا سرد پانی کا غسل نہایت مضر ہوگا۔

بوڑھوں کو ادرار بول (پیشاب لانا) کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان کے بدن میں فضلات مجتمع نہ ہوں۔

علےٰ ہذا القیاس اُن کے معدوں سے اخراج بلغم براہ امعا (آنتوں کے راستے) یا مثانہ نہایت درجہ مہتم بالشان ہے حتّٰی کہ بدیں غرض بوڑھوں کی طبیعت ملیّن رکھنا چاہیئے اس لئے قبض کی حالت اُن کو سخت مضر ہے۔ بغرض تلیین و ادرار اُن کو ادویہ و اغذیہ مدرّہ و ملیّنہ (پیشاب آور اور قبض کشا) کا استعمال مناسب ہے۔

بوڑھوں کو مالش بالاعتدال تمام بدن کی تیل سے خواہ خوشبودار ہو یا بلا خوشبو سخت مفید ہوگی اس لئے کہ ایسی مالش سے اُن کے بدن میں حرارت اور رطوبت کی ترقی ہوگی جس کی اُن کو سخت ضرورت ہوتی ہے۔

بوڑھوں کو اگر غذائے قلیل قلیل بہ تفریق دی جائے گی تو یہ امر اُن کو بہت مناسب ہوگا۔ بہ نسبت اس کے کہ ایک دفعہ اُن کو غذائے کثیر دی جائے۔ اس لئے کہ ایک ہی دفعہ غذا دینے میں اُن کی قوت ہاضمہ ہضم کی برداشت کی متکفل نہیں ہو سکتی ہے۔

بوڑھوں کے لئے وہ غذائیں مفید ہیں کہ جو جید الکیموس ہوں یعنی اُن میں فضلات کم ہوں اور زیادہ حصّہ اُن کا جزو بدن ہوتا ہو۔ مثلاً بیضہ مرغ و چوزہ مباعمہ کے

محمد مزمل صدیقی 03047152589

گوشت کے شوربے اور دودھ کسی قدر زنجبیل جوش دے کر۔ اور ترکاریوں میں شلجم و چقندر و گاجر وغیرہ وہ ترکاریاں کہ جن کا مزاج گرم وتر ہے اور شیرینیوں میں شہد سادہ یا دودھ میں شامل کر کے۔ اور دال مسور اور جملہ اقسام ترشیوں سے اور جملہ اغذیہ سرد تر یا گرم خشک سے سخت پرہیز ضروری ہے بجز اس کے کہ بر سبیل دوا یا کسی اور ضرورت سے استعمال کرائی جائیں۔

بوڑھوں کے لئے جو تدبیرات تحریر کی گئی ہیں وہ باعتبار غالب امر کے ہیں۔ کیا معنے عالم پیری میں چونکہ برودت و یبوست کا غلبہ ہوتا ہے اس لیئے اُس کے لحاظ سے تدبیرات ترتیب ہوتی ہیں مگر یہ لازمی نہیں ہے کہ جملہ مزاج کے بوڑھوں کے لئے یہ تدبیریں کافی ہوں بلکہ ممکن ہے کہ بعض بوڑھے بوجہ امور عارضی تدبیرات مذکورہ کی ترمیم و تبدیل سے نفع پائیں۔ (القانون)

بقیہ صفحہ ۱۶۴

کشتہ فولاد (کسی طریق پر تیار کیا گیا ہو فیرم کارب بھی مفید ہے) ایک درجن لیموں کے رس میں کھرل کر لیں جب گولی بنانے کے قابل ہو جائے تو بقدر نخود گولیاں تیار کر لیں۔ اگر گولیاں اچھی طرح نہ بنیں تو اور لیموں کا رس ڈال کر کھرل کریں گولیاں تیار ہو جائیں گی خوراک ایک گولی سے تین گولی تک۔

سفوف شباب آور:۔ پارہ ایک تولہ گندھک تولہ ورق طلا (۳ ماشہ) ترکیب:۔ اوّل پارہ گندھک کی کجلی تیار کر لیں۔ پھر ایک ایک ورق ڈال کر کھرل کریں۔ جب تمام پانی خشک ہو جائے تو بس تیار ہے۔ خوراک ایک رتی سے چار رتی تک پان میں ڈال کر کھا لیا کریں یا شہد میں ڈال کر چاٹ لیا کریں۔

اکسیر شباب آور:۔ کشتہ سونا ۳ ماشہ۔ عنبر ۳ ماشہ لونگ ۲ تولہ جاوتری ۲ تولہ خولنجان ۴ تولہ۔ مربہ زنجبیل دو چھٹانک۔

باقی بر صفحہ ۱۷۴

قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے

ادویات اور علاج

قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے خواہش مند اشخاص کے لئے ضروری ہے کہ ذیل کے تین اصولوں پر سختی سے عمل کریں۔

(۱) حفظان صحت کی پابندی (۲) مناسب اور ضروری اغذیہ کا باقاعدگی سے استعمال (۳) مقوی ادویات کا استعمال۔ تاکیداً اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ صرف ادویات کے استعمال سے مقصد بر نہیں آئے گا۔ مقوی ادویات زیادہ سے زیادہ روپے میں آٹھ آنے مفید ہو سکتی ہیں باقی چار آنے مناسب اور ضروری اغذیہ کے باقاعدہ استعمال ہے اور چار آنے حفظان صحت کی پابندی ہے۔ حفظان کے اصول طبی کتب میں تفصیل سے درج ہیں۔ کچھ ضروری اصول جو بوڑھوں کے لئے مفید ہو سکتے ہیں وہ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ان اصول میں جماع کی پابندی اور باقاعدگی کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔

جماع اور حفظ صحت:۔ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ شباب و جنسی قوت کا گہرا تعلق ہے بلکہ جنسی قوت کی زیادتی کا نام ہی دراصل شباب ہے۔ جیسا کہ ہم ابتدا میں لکھ چکے ہیں۔ اگر جنسی قوت کا استعمال افراط و تفریط سے کیا جائے تو یقیناً اس کا اثر صحت اور شباب پر پڑے گا۔ ہم نے جنسی قوت کے ساتھ افراط و تفریط یعنی (کثرت جماع اور قلت جماع) دونوں صورتوں کا ذکر کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح کثرت جماع جنسی قوت اور شباب کو تباہ کر دیتا

ہے اسی طرح قلت جماع بھی جنسی قوت اور شباب کے نقصان کا باعث ہے۔ دونوں میں اعتدال لازمی ہے۔

قلت جماع بھی نقصان جنسی قوت اور شباب ہے :-

اس حقیقت سے تو دنیاء شباب آگاہ ہے کہ کثرت جماع یقیناً جنسی قوت اور شباب میں غیر معمولی نقصان پہنچاتا ہے لیکن بہت ہی کم لوگوں کو علم ہوگا کہ قلت جماع یا بالکل جماع نہ کرنا بھی جنسی قوت اور شباب کو برباد کر دیتا ہے تجربہ شاہد ہے کہ جب انسانی قوی مکمل ہو جائیں اور اس میں جنسی قوت کا جذبہ جوش پر ہو جنسی مادہ جو قابل اخراج ہو اس کو خارج نہ کیا جائے تو وہی مادہ اپنے اعضاء ہی کو برباد کرنے لگتا ہے یا وہ احتلام و سرعت انزال اور جریان کی صورت میں عورتوں میں سیلان رحم کی شکل میں خود بخود اخراج پانا شروع کر دیتا ہے۔ جو لازماً امراض میں شریک ہیں جن سے صحت اور شباب برباد ہو جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شباب اور جنسی قوت سے بھرپور نوجوان کا جماع سے دور رہنا۔ کثرت جماع سے بھی زیادہ نقصان رساں ہے۔ کیونکہ کثرت جماع سے تو صرف مادہ منویہ کا نقصان ہوتا ہے لیکن قلت جماع سے جنسی اعضاء جن سے جنسی جذبہ پیدا ہوتا ہے اور شباب قائم رہتا ہے تباہ ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کی خرابی کے علاوہ بوقت جماع جو لذت اور خوشی پیدا ہوتی ہے اس سے ایک خاص قسم کی بجلی و قوت اور حرارت پیدا ہوتی ہے جو محافظ شباب اور طویل عمری کا باعث ہے۔

اسلام اور کثرت ازدواج :-

اس قیام شباب اور طویل عمری کے لئے ہی اسلام میں کثرت ازدواج کا مسئلہ رائج ہے۔ اور اس کا حکم ہے کہ اگر ضرورت ہو تو ایک شخص بیک وقت چار بیویاں اور ان کے علاوہ لاتعداد کنیزیں رکھ سکتا ہے۔ حضور انور حضرت نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے فرمان کے بموجب جو شخص نکاح نہیں کرتا وہ آپؐ کی امت میں سے نہیں ہے۔ جو لوگ اسلام کی اس نعمت کو اچھا خیال نہیں کرتے وہ جماع اور شباب کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔

یورپ کے حکماء کثرت ازدواج کے مسئلہ کو تسلیم کر چکے ہیں :-

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جماع کی ضرورت ہو تو ایک عورت سے بھی پوری کی جا سکتی ہے۔ پھر کثرت ازدواج کو کیوں اہمیت دی جائے؟ یہ اعتراض انہی عوام کی طرف سے ہے جو اعضائے انسانی کے افعال جنسی قوت کا پیدا ہونا اور شباب کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں جاننا چاہیئے کہ جماع میں جہاں حرکت جماع لذت و مسرت اور انبساط کے ساتھ بجلی و جنسی قوت اور شباب میں زیادتی کرتی ہے وہاں پر عورت کا حسن و شباب اور اس کی حرارت غریزی بھی ان کیفیات جذب اور اخراج میں زیادتی کا باعث ہوتا ہے یہ حقیقت ہے ہر عورت کا حسن و شباب اور حرارت غریزی زیادہ سے زیادہ تیس سال تک قائم رہتی ہے اور اگر کوئی عورت بہت ہی کوشش کرے چالیس سال تک مگر ایسی عورت ایک ہزار میں شاید ایک ہوتی ہے جس کو اپنے حسن و شباب اور حرارت غریزی کے قیام کے متعلق پوری طرح کا علم ہو۔ اس لئے تیس سال کے بعد ہی ان کا حسن و شباب اور حرارت غریزی رخصت ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے مرد کو ان امور کی طلب کے لئے ہمیشہ ایک حسن و شباب سے بھرپور خوبصورت بیوی کی ضرورت ہے تاکہ اس کا مادہ منویہ زیادہ سے زیادہ بنے اور پوری طرح پر اخراج پائے۔ جس سے اس کی جنسی قوت و شباب قائم رہتا ہے اور اس کی عمر میں طوالت پیدا ہوتی ہے۔

قیام شباب اور طوالت کے متعلق یورپ میں بھی سائنسدانوں اور حکماء نے تجربات کئے ہیں۔ انہوں نے تجربہ کے طور پر دو ایسے شخصوں کو منتخب کیا ہے کہ ان میں سے

ایک کے محض ایک بیوی تھی۔ اور ایک شوقین مزاج ہر سال کے بعد ایک نوخیز عورت سے شادی کر لیا کرتا تھا۔ اول الذکر پر آخر الذکر کی نسبت بہت جلد بڑھاپا چھا گیا اس تجربہ پر کوئی حیرت نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس کی دو وجوہات تو وہ ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں (۱) حرکت جماع سے جنسی قوت بھڑکتی ہے دوسرے اس حرکت جماع سے جنسی اعضاء کی ورزش سے ان کے افعال جاری رہتے ہیں جن سے ان میں قوت پیدا ہوتی رہتی ہے اور تیسرے یہ حقیقت بھی ذہن نشین کر لیں کہ نوجوان عورت میں بہ نسبت عمر رسیدہ مرد کے حرارت غریزی زیادہ ہوتی ہے اور یہی حرارت مقناطیسی ذریعہ سے جب کہ دو جسم آپس میں متصل ہوں ایک سے دوسرے میں بطور کشش منتقل ہوتی رہتی ہے اس طرح وہ شخص ہر سال اپنے جسم میں ایک نئی حرارت اور قوت حاصل کرتا رہتا ہے۔

ایور ویدک کی کتب میں بھی خوبصورت اور نوخیز عورتوں کو قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے بلکہ ان کے اصولوں کے مطابق جب تک انتہائی دل لبھانے والی حسین اور رس بھری عورت کو سامنے نہ رکھا جائے اس وقت تک کایا کلپ ناممکن ہے۔ کیونکہ حسن و شباب کی کشش بھی جنسی قوت کو بیدار کرتی ہے۔

کایا کلپ بغیر حسن و شباب ممکن نہیں ہے ایور ویدک کتب میں لکھا ہے کہ جیتندریہ شخص کو چاہیئے کہ ہمیشہ واجی کرن (قوت باہ بڑھانے والی) ادویات کا استعمال کرتا رہے کیونکہ دھرم (مذہب) ارتھ (مقصد) پریتی (محبت) اور یش (نیک نامی) یہ چاروں انہی واجی کرن ادویات کی بدولت حاصل ہوتے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ بیٹا واجی کرن کی بدولت اور مندرجہ بالا چاروں نعمتیں بیٹے کی بدولت میسر آتی ہیں

اس لئے سوئیں روئیں میں خوشی پیدا کرنے والی عورت واجی کرن کا سب سے اچھا کھیت ہے۔ روپ (حسن) اس (شباب) وغیرہ اندریوں کے پانچوں وشئے پریتی پیدا کرنے میں سب سے افضل تسلیم کیئے گئے ہیں۔ اور جب یہ پانچوں ایک عورت میں پائے جاتے ہیں تو اُسے پریتی کی کان کہنا بیجا نہ ہوگا۔ عورت کے سوا یہ پانچوں وشئے اور کہیں بھی یک جا نہیں پائے جاتے۔ اس لئے اندریوں کے یہ وشئے جو عورت میں یک جا پائے جاتے ہیں وہ پریتی کے بڑھانے والے ہیں پریتی، سنتان (اولاد) دھرم۔ ارتھ، لکشمی (دولت) لوک (موجودات) بھی خصوصیت سے عورتوں ہی میں رونق افروز ہے۔

سب سے اچھی محرک جنسی قوت:- نہایت خوبصورت۔ نوجوان، مبارک، اطاعت گذار اور تعلیم یافتہ عورت سب سے اچھی واجی کرن (محرک جنسی قوت) ہے۔ کئی قسم کے دینوی اور دیوی بھوگوں (گذشتہ جنموں کے کرموں سے تعلق رکھنے والے) کی بدولت جیسے جیسے اشخاص سے پالا پڑتا ہے انہی کے مطابق عورتوں کی خوبصورتی وغیرہ صفات ترقی کرتی رہتی ہیں۔ بہمہ صفت موصوف جو عورت اپنے وے (عمر)، خوبصورتی۔ گفتگو اور ناز و ادا سے دیو وش (گذشتہ جنم کے کرم)، کرم وش (اس جنم کے کرم) جس شخص کے دل نشین ہو جاتی ہے۔ جو عورت جس شخص کے دل کا سرور ہے۔ جو عورت جس شخص کے دل کو چھین لیتی ہے۔ جس عورت کا ستو (جوش) جس مرد کے ستو کی مانند ہوتا ہے جو عورت جس شخص کی اطاعت گذار ہے جو عورت جس شخص کو اپنے طبعی اوصاف سے خوش نظر آئے۔ جو عورت اپنی اعلے صفات کی بدولت جس شخص کی سب اندریوں کو اس طرح بس میں کرے گویا جال میں باندھ لیا ہے جس عورت کے فراق کی وجہ سے جو شخص تکلیف پائے اور دنیاء کو عورتوں سے خالی سمجھنے لگے۔ جس عورت کے فراق میں

جو شخص اپنے تئیں زندگی سے خالی تصور کرکے اپنے کو ہلاک کرنے پر آمادہ ہوجائے جس عورت کے صرف دیدار سے ہی جس شخص کا رنج۔ بے سدھی دکھ اور خوف دور ہو جائے۔ جس عورت سے مل کر جو شخص اپنے دلی رازوں کو افشا کردے۔ جسے دیکھ کر نہایت خوشی ہو۔ جس عورت کے پاس بار بار جا کر بھی دل کو سیری سیر حاصل نہ ہو اس کے لئے وہی عورت اچھی واجی کرن (محرک جنسی قوت ہے) گویا قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری میں عورت کا سب سے زیادہ دخل ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ حسن و شباب سے بھرپور عورت سے مواصلت پیار اور مل بیٹھنا قیام شباب۔ اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے ضروری ہیں۔ تاریخ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ جنت میں آدم علیہ السلام کی اداسی کو اماں حوّا سے دور کیا گیا۔ جنت میں حور و قصور اور شراباً طہورا کے وعدے۔ کرشن جی کے ساتھ گوپیوں کا جھرمٹ ضرور اپنے اندر کچھ حقیقت رکھتے ہیں۔ جبلی طور پر بھی انسان تمدن پسند اور فطری طور مقابل جنس کی طرف کشش پائی جاتی ہے۔ اور اس کشش میں تذکیر اور تانیث کا اثر پایا جاتا ہے یا فطرتاً دنیاء میں اپنی مثل پیدا کرنے کا جذبہ پنہاں ہے بہرحال ایک غیر شعوری کشش اور قدرتی جذبہ ہے جو مرد کو عورت کی طرف کھینچ کرلے جاتا ہے۔ لیکن مذہبی و قانونی اور معاشرتی بندشیں ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ جائز طور پر عورت سے مستفید ہونا چاہیئے یعنی جو حلال کردی گئی ہے یا جس کا اعلان کردیا گیا ہے یا قانوناً جائز قرار دی گئی ہے "تاکہ معاشرہ میں فساد برپا نہ ہونے پائے۔

اعتدال مجامعت:- زندگی میں عورت کی اہمیت قیام شباب و اعادہ شباب اور طول عمری کے لئے ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان ہر وقت عورتوں میں گذارے اور

کثرت جماع میں مشغول رہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اس میں اعتدال قائم رکھنا چاہیئے۔ عورت صرف مرد کی ایک ضرورت ہے یا زندگی کا ساتھی ہے۔ جس سے اس کی تسکین و مسرت اور ضرورت پوری ہوتی ہے۔ جیسے گائے کا دودھ انسان کی بھوک میں تسکین اس کی لذت سے مسرت اور جسم کے لئے غذائی ضرورت کو پورا کرتا ہے مگر انسان بغیر غذائی ضرورت کے نہ ہر وقت اس سے تسکین و لذت حاصل کرتا ہے اور مسرت و کرتا رہتا ہے۔ اگر وہ ہر گھڑی دودھ پیتا رہے تو بجائے اس سے فوائد و قوت اور خون پیدا کرنے کے بیمار ہوجائے اور جو جسم کے لئے وہ غذا اور قوت کا باعث ہو اس جسم کے لئے مصیبت بن جاتا ہے۔ گویا اس کو اعتدال قائم رکھنا ضروری ہے۔

اعتدال مجامعت کے لئے کوئی معیار مقرر نہیں کیا۔ بعض نے مزاج کے مطابق اور بعض نے قوت کے مطابق اور بعض نے عمر کے مطابق اندازے اور تجربے مقرر کئے ہیں۔ کوئی روزانہ کی تلقین کرتا ہے کوئی ہفتہ میں ایک بار کی اجازت دیتا ہے کوئی ایک ماہ بلکہ زیادہ عرصہ دیر کرنے کی تاکید کرتا ہے مگر یہ سارے اندازے غلط ہیں اس کا صحیح اعتدال اور اندازہ بالکل بھوک کے اصولوں پر ہے جس طرح شدید بھوک پر غذا کا کھانا لازم ہے اسی طرح شدید جنسی بھوک پر ہی اس کا عمل مقرر کرنا چاہیئے لیکن بعض لوگ بھوک کا بھی اندازہ نہیں کرسکتے اور لذت و لطف اور مسرت کے لئے کھانا شروع کرلیتے ہیں بعینہٖ یہی صورت جنسی بھوک میں بھی پیار و محبت اور عیش کے لئے مجامعت سے لطف اندوز ہونا شروع کردیتے ہیں۔

عام طور پر کیا یہ جاتا ہے کہ عیش کی خاطر پیار و محبت عورت سے شروع کردیا جاتا ہے اور جب انتشار ہوجاتا ہے تو مواصلت کرلی جاتی ہے گویا اول جنسی بھوک پیدا کی جاتی ہے اور پھر اس کی تسکین کی جاتی ہے۔ لیکن یہ طریقہ غلط ہے۔ اس اندازہ اور

اعتدال کے لئے اصول یہ ہونا چاہیئے کہ مرد اپنے ذہن میں بھی کبھی مجامعت کا خیال نہ لائے اور ہمیشہ الگ تنہا اپنے بستر پر سوئے اور جب اس کو رات یا دن کو شدت انتشار خود بخود پیدا ہو تو پھر اس کی تسکین کی کوشش کرے یا خیال لائے۔ اگر اس رات یا دن بے وقت ہونے سے موقعہ نہ ملے تو دوسرے روز اس کا انتظار کرے۔ اس اصول اور انداز سے پر اس کو روز انتشار ہو یا ہفتہ میں ایک بار یا ایک ماہ اور زیادہ مدت میں ہو تو اس کو اس اندازہ اور اعتدال سے کرنا چاہیئے۔ لیکن اس امر کو ہمیشہ ذہن نشین کر لیا جائے کہ اگر ایک ماہ یا زیادہ عرصہ کے بعد بھی انتشار نہ ہو یا اس میں شدت نہ ہو تو سمجھ لیا جائے قوت رجولیت کمزور ہے اور اس کا علاج کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ انسانی قوت اور صحت کا دارومدار اور اندازہ اس امر پر ہوتا ہے کہ اس کی قوت رجولیت کس اندازہ کی ہے۔ بیشک مجامعت میں جسقدر عرصہ چاہے دیر کر دے مگر قوت رجولیت اور انتشار کا جلد جلد ہونا صحت کے صحیح ہونے اور قیام شباب کی دلیل ہے۔ مجامعت میں یہی اصول عورت کے لئے بھی مفید ہیں۔

غذا کی اہمیت :- غذا کے لئے صرف اسی ایک ہی سنہری اصول کو مدنظر رکھیں کہ بغیر شدید بھوک کے غذا کے پاس نہ جائیں اور جب غذا کھائیں تو ابھی نصف کے قریب بھوک باقی ہو تو غذا چھوڑ دیں گویا بھوک ہمیشہ لگی رہے اور وہ ختم نہ ہو کیونکہ جس قدر شدید بھوک ہوگی اسی قدر شدید قوت باہ و انتشار اور قوت رجولیت زیادہ ہوگی۔ سالہا سال کے تجربہ سے ظاہر ہے کہ جو ادویات مشتہی ہیں وہی مبہی بھی ہوتی ہیں گویا پیٹ کی بھوک اور جنسی بھوک کا تعلق لازم ملزوم ہے یہی وجہ ہے کہ غربا میں بھی جنسی قوت ان کی بھوک کی طرح زیادہ ہوتی ہے اور یہی راز ہے جس سے ان کی اولاد زیادہ ہوتی ہے۔ امرا جو مرغن مرغ و تیتر بٹیر، مرغن پلاؤ و قورمے اور متنجن، حلوے و سوہن حلوے

محمد مزمل صدیقی 03047152589

اور حریرے کیک و پیسٹریاں اور دیگر مٹھائیاں کھاتے ہیں ان کی بھوک اکثر ختم ہو جاتی ہے جس سے ان کی جنسی بھوک بھی کم ہو جاتی ہے وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے معجونوں دیا خوتیوں اور سونا چاندی کے کشتہ جات اور شراب کا سہارا لیتے ہیں۔ پھر بھی وہ ایک غریب انسان جس کی غذا خشک روٹی اور کچا پیاز ہوتا ہے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے ان کی اولاد اگر ہوتی ہے تو اوائل جوانی میں ہو جاتی ہے لیکن ادھیڑ عمر میں اکثر نہیں ہوتی۔ اور اکثر امرا اور رؤسا ہی کو دائمی نزلہ رہتا ہے جو قبل از وقت بڑھاپے کی سب سے بڑی علامت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اعضائے رئیسہ دل دماغ اور جگر جلد جواب دے دیتے ہیں اور وہ ادھیڑ عمر ہی میں ذیابیطس و فالج اور ہارٹ فیلور (غرب القلب) کے شکار ہو جاتے ہیں۔ اس قیام شباب اور طویل عمری کے لئے لازم ہے شدید بھوک کے بعد نصف غذا کھائے مگر ضرورت کے مطابق اور ضروری خوراک کھانا لازمی ہے علاج میں غذا دوا کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

ادویات کا استعمال :- ایورویدک اور طب یونانی میں قیام شباب و اعادہ شباب کے متعلق بہت سی ادویات اور بے شمار تجربات تحریر ہیں۔ مگر فرنگی طب میں اس مقصد میں سوائے خلاصہ غدد اور جوہر خصیتین کے کوئی دوا نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خلاصہ غدد اور جوہر خصیتین میں ایسی کوئی خوبی نہیں ہے کہ قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے ان کو استعمال کیا جائے۔ البتہ ان سے عارضی طور پر جسم انسان میں جوش ضرور پیدا ہوتا ہے مگر وہ بہت جلد نہ صرف ختم ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ردعمل بے حد خوفناک ہوتا ہے جس سے صحت اور قوت پہلے سے بھی خراب ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا اثر کیمیاوی ہوتا ہے مشینی نہیں ہوتا۔ اطبا نے بھی حیوانی اعضاء کو انسانی اعضاء

کی تقویت کے لئے استعمال کیا ہے لیکن تجربہ نے بتایا ہے کہ ان کا اثر صرف تھوڑے عرصہ تک رہتا ہے۔ اور پھر اگر غدد اور خصیتین کی خرابی سے صحت اور قوت میں نقص ہو تو اور بھی ان پر برا اثر پڑتا ہے البتہ حیوانی اعضاء کا استعمال دیگر مقوی اعصابات کے ہمراہ کیا جائے تو کوئی شک نہیں ہے کہ ان سے بے حد فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

ادویات کا استعمال بالمفرد اعضاء:- ادویات استعمال کرنے سے قبل اس امر کا ضرور تعین کریں کہ اعضائے رئیسہ میں سے کس عضو میں نقص ہے تاکہ نہ صرف علاج کامیاب رہے بلکہ نقصان کا خطرہ باقی نہ رہے۔ مثلاً دل کے فعل میں تیزی ہے اور دوا بھی دل کے فعل میں تیزی پیدا کرنے والی ہے یا پٹھوں میں سوزش ہے اور دوا بھی مقوی اعصاب ہے تو لامحالہ نقصان ہوگا۔ یہی صورت جگر کی بھی ہے ہم نے ہر عضو کی علیحدہ علیحدہ علامات بیان کر دی ہیں اور آئندہ بھی لکھ دیں گے۔

بڑھاپے کی حقیقت پھر ذہن نشین کرلیں:- گذشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ بڑھاپے کی حقیقت پر ہی علمی و عملی اور تجرباتی اور مشاہداتی روشنی ڈالتے رہے ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید سمجھنے میں کوئی کسر رہ گئی ہو تو چند الفاظ میں بڑھاپے کو اس طرح سمجھ لیں کہ جو رطوبت اور حرارت خلیات (سلز) ذرات حیوانی میں پائی جاتی ہے ان میں خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ جس کو اطباء اور حکماء انسانی غذا کا چوتھا ہضم کہتے ہیں اور ہم اس کو رطوبت عزیزی اور حرارت عزیزی کہتے ہیں (۱) ان میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے (۲) ان میں خرابی واقع ہو جاتی ہے یعنی وہ اپنی صحت مند حالت اور صحیح مزاج پر قائم نہ رہیں (۳) ان میں تعفن اور فساد پیدا ہو جائے۔ بس ان تینوں صورتوں سے خوفناک امراض اور بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔

بڑھاپا اور ضعف جنسی قوت کے اقسام:- اگرچہ گذشتہ صفحات میں ہم بڑھاپا اور ضعف جنسی قوت کے اقسام پر بھی تفصیلاً روشنی ڈال چکے ہیں لیکن خلاصۃً پھر ذہن نشین کراتے ہیں کہ علاج میں سہولتیں رہیں۔ یعنی بڑھاپا اور جنسی قوت کی کمزوری تین قسم کی ہوتی ہے (۱) اعصابی خلیات میں خرابی (۲) عضلاتی خلیات میں ضعف اور تیسرے غدی خلیات میں کمی حرارت۔ اور یہ تینوں خلیات تینوں ہی قسم کے اعضاء رئیسہ بناتے ہیں دماغ و دل اور جگر جو ان کے مرکز بھی ہیں۔ یہ تینوں لازم ملزوم بھی ہیں اور ان کا ایک دوسرے پر اثر بھی پڑتا ہے۔ جن کی تفصیل ہم اپنی کتاب "تحقیقات نزلہ زکام" میں لکھ چکے ہیں۔ اس لئے علاج میں اول اسی خاص عضو کو مدِ نظر رکھیں تاکہ نہ صرف اس عضو کے خلیات درست ہو سکیں بلکہ اس کا اثر باقی اعضائے رئیسہ پر بھی فطرت کے مطابق صحیح رد عمل ہوگا۔ علاج میں ایسی کوشش نہ کریں کہ ایسی ادویات کو شامل کرنے کی کوشش کریں کہ ان میں سے چند دل کے لئے مفید ہوں، چند دماغ اور چند جگر کے لئے مقوی خیال کر لی جائیں۔ اس طرح کرنے سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔

جاننا چاہیئے کہ قدرتاً جسم اس طرح بنا ہوا ہوتا ہے کہ اس کے مفرد اعضاء بیک وقت بیمار نہیں ہوتے اور دوسرے طبیعت مدبرہ بدن ان کی حفاظت کرتی ہے۔ اول ایک بیمار ہوتا ہے اور پھر دوسرا اور آخر میں تیسرے کی باری آتی ہے۔ اور یہ تینوں ہی فعلی خلیات سے تیار ہوتے ہیں ان کی موت بھی صحیح موت ہو سکتی ہے۔ اس لئے جس عضو میں خرابی پا سکوں ہو اس کو صحیح کریں رفتہ رفتہ باقی اعضاء اور تمام جسم اصلاح پذیر ہو جائے گا۔

یہ نظریات اور اصول ہمارے ذاتی بیس سالہ تحقیقات ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے اس سے قبل دنیا طب اور سائنس میں یہ تحقیقات نہیں کی گئیں۔ جو شخص یہ ثابت کردے کہ نظریہ مفرد اعضاء اور اس کے تحت قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری پر تحقیقات ہو چکی ہیں تو ہم چیلنج کرتے ہیں اور ثابت کرنے والے کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیں گے۔

ادویات کا تعیّن:- ایورویدک اور طب یونانی میں جو ادویات بیان کی گئی ہیں۔ وہ بالمفرد اعضاء کے تحت بیان نہیں کی گئیں اور نہ ہی ان میں یہ تخصیص کی گئی ہے کہ وہ فلاں خرابی یا مرض سے جو بڑھاپا پیدا ہوُا اس کو مدِنظر رکھ کر فلاں نسخہ استعمال کرائیں۔ اس لئے ان کو بغیر تخصیص اور صحیح استعمال کے ان سے فائدے کی امید رکھنا اچھا نہیں ہے ہم۔ ہم کوشش کریں گے کہ اول مفرد ادویات جو خصوصیت کے ساتھ قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے مفید ہیں یا یقینی بے خطا ہیں تحریر کریں گے اس کے بعد مجربات اور مرکبات تحریر کریں گے تاکہ اہل فن اور صاحب علم پورے طور پر مستفید ہو سکیں۔ البتہ وہ درست بہت زیادہ استفادہ حاصل کر سکیں گے جو پہلے ہی نظر مفرد اعضاء سے واقف ہیں۔ حقیقت ہے کہ آنے والے دور میں وہی معالج کامیاب ہو سکے گا جو نظریہ مفرد اعضاء سے واقف ہو۔ یہ آئیٹم کا دور ہے ہر چیز کا تجزیہ ہوتا ہے۔ ہم نے نہ صرف اعضاء کا تجزیہ کیا ہے بلکہ اس کو آئیٹم کی حد تک پہنچا دیا ہے اس سے زیادہ تجزیہ ناممکن ہے کیونکہ آئیٹم کے بعد ذرات کے برقیے بن جاتے ہیں۔ اس لئے ہمارا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہمارا یہ نظریہ و بناء علاج کا آخری نظریہ ہوگا۔ اس لئے اس کو جلد از جلد سمجھ لینا خاص طور پر معالجین کے لئے بے حد ضروری ہے۔

مخصوص ادویات:- قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے جو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس مقصد کے لئے مخصوص قسم کی ادویات ہوتی ہیں اور ان ادویات میں سیاہی اور فولادی اجزاء زیادہ ہونے چاہئیں یا وہ ادویات کشتہ جات ہوں۔ یا ان میں زہریلی ادویات کا ہونا ضروری ہے۔ ایسے خیالات رکھنا حقیقت کے منافی ہیں۔ کیونکہ بڑھاپا کسی ایک عضو کی خرابی سے پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ گذشتہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے کہ بڑھاپا صحت کی خرابی کا باعث ہے اور صحت کی خرابی کسی عضو رئیس سے مخصوص نہیں ہے ہر عضو کی خرابی سے صحت کی خرابی کے بعد بڑھاپا آجاتا ہے۔ اس لئے ہر عضو کی صحت اور تقویت کے لئے کوئی ایک دوا مخصوص نہیں ہو سکتی ہے۔ بلکہ جس طرح دیگر امراض اور مختلف اعضاء کی خرابی کے لئے الگ الگ ادویات ہونی چاہئیں یہی طریق کار قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری میں بھی مفید ہے یہی صورت غذا میں بھی مدِ نظر رکھیں کوئی خاص قسم کی غذا مقرر نہیں کی جا سکتی غذا ایک ضرورت جسم ہے جو ضرورت جسم کے مطابق ہونی چاہیئے البتہ مقصد یہ ضرور ہونا چاہیئے کہ اس غذا سے ہم خون کے کن اجزاء کی ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔

قیام شباب اور طویل عمری کا جہاں تک تعلق ہے اور ایسی صورت میں کہ صورت شباب قائم ہے تو صحت کی حفاظت کے لئے روزانہ استعمال کی ادویات ہی مفید ہو سکتی ہیں۔ اس صورت میں تیز زہریلی ادویات اور کشتہ جات کے قریب بھی نہ جانا چاہیئے خاص طور پر جرم کش ادویات کیونکہ ان سے خلیات جسم بھی جلد جلد فنا ہونے لگتے ہیں البتہ جب اعادہ شباب کی ضرورت ہو [illegible] حالت ایسی ہے کہ بڑھاپا یا قبل از وقت بڑھاپا آگیا ہے اس مقصد کے لئے ضرور تیز جوش افزا قسم کی ادویات، کشتہ جات اور زہریلی ادویات بھی مفید ہو سکتی ہیں

بشرطیکہ اس مقصد کے لئے اور مفید دواء سامنے نہیں ہے جس مقصد کے لئے وہ دواء استعمال کی جا رہی ہے یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ بڑھاپا اور قبل از وقت بڑھاپا ایسی صورت ہے کہ اعضاء اپنے مقام سے زیادہ ہی دور ہو گئے ہیں۔ اور جسم کی رطوبت غریزی اور حرارت غریزی میں بہت زیادہ تکدر و کمی اور خرابی و نقصان واقع ہو چکا ہے اور اگر اس کے ساتھ خوفناک امراض بھی ہیں تو یقیناً فساد خون کی صورت بھی پیدا ہو چکی ہے گویا مزاج انسانی تیسرے چوتھے درجہ تک خراب ہو چکا ہے اس لئے تیسرے چوتھے درجہ کی ادویات ہی مفید ہو سکتی ہیں۔

البتہ اس امر کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ جو ادویات اعادہ شباب کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ اس قسم یا مزاج کی ہلکی ادویات یا ہم ہی ادویات قلیل مقدار میں قیام شباب طویل عمری اور حفظ صحت کے لئے یقیناً مفید ہو سکتی ہیں ایسی ایسی ادویات یقیناً اکسیر و رسائن اور مثل آب حیات و امرت ہیں یقیناً مفید اور بڑھاپے کے لئے تریاق کا کام کرتی ہیں۔ لیکن اگر ایسی ادویات سے تیزی اور جوش بہت بڑھ جائے تو روزانہ کی بجائے ہفت روزہ یا ماہانہ استعمال کر لینا چاہیئے۔ اس طرح صحت کی خرابی کے امکانات بھی تقریباً ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ خیال کرنا کہ ادویات کے استعمال کی عادت اچھی نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی عادت اچھی نہیں ہے لیکن صحت و شباب کی حفاظت کیا بری بات ہے جبکہ ایک مفید دواء جو جسم اور طبیعت کے بالکل مناسب ہے اور اس سے روز بروز تقویت جسم کی حاصل ہو۔ ادویات کا استعمال اس قدر ضروری ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ہماری اغذیہ میں مرچ مصالحے شامل کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ادویات کا روزانہ استعمال فطری شے ہے اس سے جسم کا زہر ختم ہوتا رہتا ہے جہاں تک عادت کا تعلق ہے تو اچھی عادت کو کیسے برا کہا جا سکتا ہے۔

اعادہ شباب کے لئے جو ادویات

اعادہ شباب کے لئے مفید ادویات :-

استعمال کی جاتی ہیں وہ چند خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔ ان کی خصوصیات کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیئے ایسی ادویات کی تین صورتیں نہایت ضروری ہیں (۱) دائمی اثر (۲) جاذب۔ (۳) برقی اثر۔ دائمی اثر سے مراد یہ ہے کہ استعمال کے بعد ان کا اثر فوراً ختم نہ ہو جائے یعنی جسم میں کافی مدت تک اس کا اثر جاری رہے۔ جو لوگ غذا، دواء اور زہروں کے فرق کو سمجھتے ہیں وہ دائمی اثر کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جاذب کا مقصد یہ ہے کہ دواء استعمال کرنے کے بعد فوراً جسم میں خود جذب ہو اور خون کو اپنی طرف جذب کرے اور جزو بدن بنانے کی کوشش کرے۔ برقی اثر کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے اثر سے جسم میں برقی رو پیدا اور جاری کر دے نیز اپنے اثر میں برق رفتار ہو۔ تاکہ خلیات میں فوراً پہنچ سکے۔ اگر کسی دواء میں ایک یا دو خوبیاں ہوں اور باقی خوبیاں نہ ہوں تو اس میں پیدا کرنی چاہئیں پھر وہ دواء مفید ہو سکتی ہے۔

ان اوصاف کی ادویات میں زیادہ تر ایسی ادویات ہوتی ہیں جن میں دھاتیں زہر اور تیز ترشے اور تیز کھاریں جو اپنے اندر غیر معمولی حرارت رکھتی ہیں۔ دھاتوں کا اثر دائمی ہے مگر وہ جاذب نہیں ہوتیں اس لئے ان کو کشتہ جات اور دیگر صورتوں سے بنایا جاتا ہے۔ زہر جاذب ہوتے ہیں لیکن بغیر تیز ترشہ اور کھار کے ان میں برق رفتاری نہیں ہوتی۔ ترشے اور کھاریں برقی اثر تو پیدا کرتی ہیں لیکن ان کا اثر دائمی نہیں ہوتا۔ اس لئے جب اکسیرات و رسائن اور تریاقات وغیرہ ترتیب دیئے جاتے ہیں تو ان میں ان حقائق کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔

اعادہ شباب کے لئے دھاتیں:- اعادہ شباب کے لئے دھاتوں کی قوت سب سے زیادہ تسلیم کی گئی ہے اور ان کے اثرات بھی دائمی ہوتے ہیں۔ ان میں سونا، چاندی، تانبا اور فولاد خاص طور پر قابل ذکر ہیں باقی دھاتیں بھی مفید ہو سکتی ہیں مگر ان کو اکسیرات اور رسائن میں تبدیل کرنے کے لئے بے حد محنت کرنی پڑتی ہے۔ البتہ پارہ بھی دھاتوں میں شریک ہے اور اعادہ شباب کے لئے بے حد اہم جزو ہے۔ چونکہ دھاتیں اپنی اصلی حالت میں جسم میں جذب نہیں ہو سکتیں اس لئے ان کے کشتہ جات اور محلول تیار کئے جاتے ہیں۔ اور پارہ بغیر کشتہ کئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اعادہ شباب کے لئے جمادات:- سم الفار، شنگرف، ہڑتال اور گندھک ابرک۔ خاص طور پر مفید ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے جواہرات:- موتی، صدف، الماس، کوڑی اور گھونگا خاص طور پر مفید ہیں اسی طرح جمادات کی ہستی یعنی بعض پتھر ایسے ہیں جن میں سے ان کا جوہر مترشح ہوتا ہے مثلاً سلاجیت اور مومیائی وغیرہ اپنے اندر غیر معمولی قوتیں رکھتی ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے نباتات:- زعفران۔ ہلیلہ، بلیلہ، آملہ، بھلاوا، پالک، میتھی، چقندر، برہمی، بادرنگ، پیاز، لہسن، مالکنگنی، منڈی بوٹی، گل سرخ، سیاہ مرچ، زنجبیل، نیم کی چھال، ہلدی، ستاور، لونگ، زار چینی، جائفل، پان، لیمو، بھنگرہ، کالی زیری، گھیکوار، پیلا موسلی، بیخ اونٹ کٹارا، میوہ جات، کشمش، بادام، نارجیل، اخروٹ، پستہ، چلغوزے، سیب، انگور، کھجور اور آم وغیرہ استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے حیوانی اجزاء:- دودھ، گھی، دہی، گوشت، خاص طور پر مرغ، تیتر، بٹیر، چڑا، حیوانات کے انڈے، مشک، عنبر اور مچھلی وغیرہ ضرورت کے مطابق مفید ہوتے ہیں

ادویات کا استعمال بالاعضاء:- یہ ادویات اس وقت صحیح معنوں میں مفید ہو سکتی ہیں جب ان کو بالاعضاء استعمال کیا جائے۔ اگر ادویات بالاعضاء استعمال نہ کی گئیں تو اول ان کے صحیح اثرات ظاہر نہ ہوں گے اور نہ ہی مقصد حاصل ہو گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اغذیہ بھی انہی کے مطابق ہونی چاہئیں۔ اس لئے ہم ذیل میں انہی ادویات بالاعضاء کے تحت لکھتے ہیں تاکہ استعمال میں سہولت اور فوائد میں اکسیر ثابت ہوں۔

اعادہ شباب کے لئے مفردات بالاعضاء:- اس عنوان کے تحت ہم مشہور اور اکسیر صفت ادویات کو بالاعضاء کے تحت تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے متعلق خاص اشارات بھی کر دیں گے تاکہ اہل فن اور ضرورت مند ان سے پورے طور پر مستفید ہو سکیں باقی ادویات کی مکمل تحقیقات خواص ادویات میں دیکھیں ایسے مضامین ماہنامہ رجسٹریشن فرنٹ میں ہر ماہ شائع ہوتے رہتے ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے غدی عضلاتی ادویات:- سونا یہ انتہائی قیمتی دھات ہے اور تمام دھاتوں میں افضل و اعلیٰ ہے اس کا رنگ زرد سرخی مائل ہوتا ہے اس لئے افعال و اثرات میں یہ غدی عضلاتی ہے۔ یعنی محرک جگر ہے جس سے حرارت غریزی جسم میں اکٹھی ہونی شروع ہو جاتی ہے اس کا اخراج رک جاتا ہے اس کا یہ اثر جسم کے تمام غدد پر اثر انداز ہوتا ہے۔ عضلاتی ہونے کی صورت میں یہ قابض

محمد مزمل صدیقی 03047152589

اور مولد حرارت عزیزی ہے۔ ان خواص کی اور ادویات بھی ہیں لیکن دھاتوں کے فوائد یقینی اور دیرپا ہوتے ہیں اور سونے کو ان سب پر فوقیت ہے کیونکہ اس میں ایک ایسی خوبی ہے جو کسی اور دھات میں نہیں ہے یعنی اس کو زنگ نہیں لگتا ہے۔

قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری میں اس کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ حرارت عزیزی کی پیدائش اور حفاظت کے علاوہ جسم میں بے انتہا قوت و توانائی پیدا کرتا ہے۔ اور جسم کو خوبصورت بنا کر حسن و شباب قائم کرتا ہے اس کا استعمال زیادہ تر کشتہ کی صورت میں کیا جاتا ہے لیکن محلول ماء الذہب کی صورت میں اور اس کے ورق طلا کو کھرل میں ادویات کے ساتھ سفوف کر کے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس قبیل کی دیگر ادویات ہیں گندھک، ہڑتال، زعفران، کچلہ زرد کوڑی، ہلدی۔ میتھی، ہالک، عنبر، جائفل۔ مالکنگنی۔ بادرنگ۔ پان خلنجان۔ زنجبیل۔ سیاہ مرچ۔ رائی۔ پیلا مول، بیخ اونٹ کٹار، اخروٹ، انگور اور آم وغیرہ ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے عضلاتی غدی ادویات :-

سیماب :- پارہ

قیمتی دھات تو نہیں ہے لیکن اعادہ شباب اور علم کیمیا میں اس کو وہ مقام حاصل ہے کہ جو سونے کو بھی نہیں ہے۔ سونا انتہائی اور دائمی طاقت دینے والی دھات ضرور ہے مگر جسم سے زہروں کو ختم کرنے والی دوا پارہ سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔ یہ بغیر کشتہ کے بھی اکسیر ہے۔ اور جسم کو کندن بنا دیتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ پارہ خام چاندی ہے لیکن چاندی سے زیادہ یہ سونے کے قریب ہے۔ یہ اپنے اندر سونے کا رنگ رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے ایورویدک میں اس کے بغیر کوئی رسائن مکمل نہیں ہو سکتی۔ سونا

اگر غدی عضلاتی ہے تو یہ عضلاتی غدی ہے۔ یعنی اس میں پیدائش حرارت کی خوبی سونے سے بہت زیادہ ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ حرارت کو ضائع نہیں ہونے دیتا یہ اپنے اندر آفاقی اثرات رکھتا ہے بے اندازہ قوت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ خوفناک زہریلے امراض مثلاً جذام، برص، آتشک، سکتہ، صرع اور استسقا وغیرہ کے لئے .... بے خطا دوا ہے۔ بصارت و سماعت اور دیگر حواس کو ترقی دیتا ہے۔ اسی طرح عقل اور حافظ اور دیگر حواس باطنیہ میں تیزی پیدا کرتا ہے۔ انتہا درجہ کی ہاضم اور ملین ہے۔ گندھک اور ایسی ادویات جن میں گندھک کے اجزاء پائے جاتے ہیں ملا کر استعمال کرنے میں کبھی نقصان نہیں دیتا بلکہ اس کی طاقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

اس کے قبیل کی ادویات میں شنگرف، دار چینی، لونگ، سم الفار، نیلا تھوتھہ پیاز، کالی زیری۔ کشمش، پستہ، کھجور اور ہر قسم کے گوشت خاص طور پر پرندوں کے گوشت اور انڈے شامل ہیں۔ سرخ مرچ۔ ستاور

اعادہ شباب کے لئے عضلاتی اعصابی ادویات :-

بلادر :- جو بھلاواں کے نام سے مشہور ہے۔ جس سے دھوبی کپڑوں کو نمبر لگاتے ہیں اپنے اندر غیر معمولی سیاہی رکھنے کی وجہ سے اعادہ شباب اور قیام شباب میں بہت شہرت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ قوت کے لئے بھی اس کو اکسیر الاثر تسلیم کیا گیا ہے۔ اتنے خواص اور اثرات میں یہ عضلاتی اور اعصابی ہے۔ یعنی محرک عضلاتی ہونے کی وجہ سے مولد حرارت غریزی ہے اور قابض ہے دل کے فعل کو تیز کرتا ہے۔ اعصابی ہونے کی وجہ سے مقوی اعصاب ہے اس لئے فالج و لقوہ اور خنازیر برص، جیسے موذی امراض میں تریاق کا کام کرتا ہے۔

اس کے قبیل کی دیگر ادویات میں فولاد - بابچی - ترپھلا - سیاہ ہلیلہ، الماس، سلاجیت، مومیائی، بھنگرہ، نارجیل، لیمو - دہی وغیرہ وغیرہ بلادر - ترپھلا، بابچی کو بیرونی طور پر بھی خضاب کے طور پر استعمال کرتے ہیں اگر ان کا روغن تیار کر لیا جائے تو نہ صرف بالوں پر پختہ رنگ کر دیتا ہے بلکہ رفتہ رفتہ خون اور اعضاء میں ایسی قوت پیدا کر دیتا ہے کہ بال ہمیشہ کے لئے سیاہ ہی پیدا ہوتے رہیں لیکن تیل تیار کرنا اور اس کا مسلسل استعمال ایک محنت طلب امر ہے - لیکن اگر اس کے معمولی تیل بھی تیار کر لئے جائیں جو آسانی سے بن جاتے ہیں بالوں میں سیاہی قائم رکھنے کے لئے بے حد مفید ہیں - مثلاً بلادر یا ترپھلا وغیرہ ادویات کو پانی میں جوش دے کر اس پانی کو روغن ناریل میں جلا لیا جائے تو روزانہ استعمال کے لئے مفید تیل بن جاتا ہے - گویا ایسی ادویات میں قدرتاً فولاد ہوتا ہے -

(۴) اعادہ شباب کے لئے اعصابی عضلاتی ادویات :- جواہرات - جواہرات میں قدرتی طور پر حرارت یا تیز کھاری پن ہوتا ہے - ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جواہرات جسم میں رطوبت عزیزی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو فوراً حرارت عزیزی میں تبدیل کرتے رہتے ہیں افعال و خواص اور اثرات میں یہ اعصابی عضلاتی ہیں - اعصابی صورت میں مولد رطوبت عزیزی اور مقوی اعصاب ہیں - عضلاتی اثرات کی وجہ سے کیمیاوی طور پر اس کو حرارت میں تبدیل کرتے رہتے ہیں - اس قبیل کی ادویات میں سچے موتی، صدف - گھونگھے - کوڑیاں، مرجان، عقیق، سیپ، مومیائی، گل سرخ، کستوری، کافور - ایسی ادویات میں نوری کیفیات ہوتی ہیں جن کو انگریزی میں فاسفورس کہتے ہیں -

(۵) اعادہ شباب کے لئے اعصابی غدی ادویات :- چاندی، سونا

کے بعد دوسری قیمتی دھات چاندی ہے یہ بھی سونے کی طرح مضبوط اور نرم ہوتی ہے دماغ اور اعصاب کو طاقت دینے میں اس کو بے حد اہمیت ہے - افعال و خواص اور اثرات میں اعصابی غدی ہے اعصابی اثرات کے لئے یہ اعصاب اور دماغ میں تیزی پیدا کرتی ہے اور غدی ہونے کی صورت میں غدد کے زہریلے اجزاء کا اخراج کرتی ہے گویا محلل غدد ہے - اس کو کشتہ کی صورت میں استعمال کرتے ہیں لیکن اس کا محلول اور اس کے اوراق کا سفوف بھی تیار کر لیتے ہیں - اپنے ان اثرات میں اس کو مفرح بھی کہتے ہیں - اکثر مفرح ادویات اپنے اندر یہی افعال و اثرات رکھتی ہیں - اس قبیل کی دیگر ادویات میں قلعی، سکہ، جست، سرمہ، زہر مہرہ، الائچی خورد و کلاں - طباشیر، موصلی - سہاگہ اور شورہ وغیرہ -

(۶) اعادہ شباب کے لئے غدی اعصابی ادویات :- گھی :- گھی اور دیگر روغنی اشیاء کو جسم میں رطوبت پیدا کرنے اور اعضاء کو تر رکھنے میں بے حد اہمیت حاصل ہے - ان ہی سے جسم کی خشکی ختم ہوتی ہے - اور سوزش جسم کو رفع کرنے میں ان سے بڑھ کر کوئی دوا نہیں ہو سکتی - یہ روغنی اجزاء بھی تین قسم کے ہیں (۱) جماداتی، نباتاتی اور حیوانی - تینوں ضرورت کے مطابق مفید ہیں لیکن حیوانی روغن ... اپنے اندر غیر معمولی طاقت رکھتا ہے دوسرے درجہ پر ایسے روغن مفید ہیں جن میں گندھک کی مقدار زیادہ پائی جاتی ہے جیسے روغن زیتون وغیرہ - اس قبیل کی دیگر ادویات میں بادام، تخم خربوزہ، تخم تربوز، تخم خیارین - تخم نیم، السی - گھیکوار، ملٹھی، تل وغیرہ اور جن روغنیات میں نیز اہمیت زیادہ ہے جیسے رائی وغیرہ - ایسے روغن افعال و خواص اور اثرات کے لحاظ سے غدی عضلاتی بن جاتے ہیں -

تخم اپنے اندر قوت نشوونما رکھتے ہیں :- اس امر کو ذہن نشین کر لیں

کہ ہر قسم کے تخم وہ نباتی ہوں یا حیوانی اپنے اندر قوت نشوونماء رکھتے ہیں۔ وہ جسم میں نہ صرف قوت پیدا کرتے ہیں بلکہ اس کی پیدائش کو ایک مدت تک جاری رکھتے ہیں۔ گویا وہ بجلی کے کیسے ہیں جن میں بجلی دبا دبا کر بھر دی گئی ہے جو اس میں سے نکلتی رہتی ہے اور جسم میں قوت پیدا کرتی رہتی ہے۔

روزانہ کا تجربہ ہے کہ ہر بیج درخت بنتا ہے اور ہر انڈا میں بچہ بن کر پورا جوان پرندہ بنتا ہے کیونکہ تخم انڈے میں اس قدر قوت ہے کہ وہ اپنے کمال کو پہنچے۔ یہی قوت جسم انسان میں منتقل ہو جاتی ہے جو قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے اپنے اندر بے حد اہمیت اور اسرار و رموز رکھتی ہے۔

جسم میں کل تین طاقتیں اور چھ صورتیں:- جسم کی تین طاقتیں تو رطوبت و حرارت اور ارواح (انرجی و ہیٹ اور فورس) ہیں جن کا تعلق اعصاب جن کا مرکز دماغ ہے۔ عضلات جن کا مرکز دل ہے غدد جن کا مرکز جگر ہے جہاں سے یہ ہر گھڑی پیدا ہوتی رہتی ہیں جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ ان تین اعضاء اور تین قوتوں سے کل چھ صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہر عضو سے دو قوتیں عمل میں آتی ہیں۔ کیونکہ دنیا میں کوئی قوت تنہا نہیں ہے اس کے ساتھ دوسری قوت کا ضرور تعلق ہے۔ مثلاً رطوبت جہاں بھی کہیں پائی جاتی ہے وہ یا گرم ہوگی یا سرد ہوگی۔ اسی طرح حرارت کبھی تری کے ساتھ ہوگی اور کبھی خشکی میں پائی جائے گی۔ اسی طرح یہی صورت ہوا کی بھی ہے۔ کبھی گرم ہوتی ہے اور کبھی سرد ہوتی ہے۔ جسم انسان میں بھی ان کی یہی صورتیں قائم ہیں۔

جب جسم میں رطوبت یا حرارت یا ہوا پیدا ہوتی ہے تو وہ پہلے محفوظ ہوتی ہے تاکہ خرچ کرنے کے لئے جمع رکھی جائے۔ لیکن جب ان میں کمی بیشی پیدا ہوتی ہے تو

صحت خراب ہو جاتی ہے۔ ان کی پیدائش اور جمع کے تحت ہی ان کی چھ صورتیں بن جاتی ہیں۔ یعنی جب عضلات حرارت پیدا کرتے ہیں تو خون کے اندر خشکی بڑھنی شروع ہو جاتی ہے اور جب غدد حرارت کو اکٹھا کرنا شروع کرتے ہیں تو خون میں رطوبات بڑھنے لگتی ہیں۔ اور جب اعصاب رطوبات کو پیدا کرنے لگتے ہیں تو خون میں حرارت کم ہونے لگتی ہے۔ گویا پہلا فعل مشینی ہوتا ہے اور دوسرا کیمیاوی۔ اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہم ان کو کیفیات پر بھی تعبیر کر سکتے ہیں مثلاً (۱) خشکی گرمی عضلاتی غدد صورت ہے (۲) گرمی خشکی غدی عضلاتی صورت ہے (۳) گرمی تری غدی اعصابی صورت ہے (۴) تری گرمی اعصابی غدی صورت ہے (۵) تری سردی اعصابی عضلاتی صورت ہے (۶) خشکی سردی عضلاتی اعصابی صورت ہے۔ اطباء اور حکماء قدیم نے ہر مرض اور ہر دوا کی جو چھ صورتیں بیان کی ہیں ان کا مقصد انہی دو قوتوں یا دو کیفیات کی طرف اشارہ ہے علاج میں اعضاء یا مزاج جس کو چاہیں مدِنظر رکھیں۔

سفید بال کی حقیقت:- اس حقیقت کو ہمیشہ مدِنظر رکھیں کہ بالوں کے سفید ہونے کے لئے تو خاص عمر مقرر نہیں ہے۔ وہ ہر عمر میں سفید ہو سکتے ہیں۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض مزاجوں میں بچپن ہی سے بال سفید ہو جاتے ہیں اس کے برعکس بعض مزاجوں کے ساٹھ سالوں میں جا کر بال سفید ہوتے ہیں ایسا بھی ہوتا ہے بعض مزاجوں میں چالیس سال کے بعد آہستہ آہستہ بال سفید ہونے شروع ہوتے ہیں اور بعض طبع میں چند ماہ میں بال سفید ہو جاتے ہیں تاریخ میں ایسے لوگوں کا بھی ذکر ہے جن کے بال غم سے ایک رات میں سفید ہو گئے تھے۔

یہی تو کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کے اعصاب ذکی الحس یا کمزور ہوتے ہیں ان کے بال جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہماری تحقیقات میں بال ان کے سفید ہوتے ہیں

جو نزلہ زکام کے دائمی مریض ہوتے ہیں یا جن کے جسم میں حرارت کی کمی یا پیدائش کم ہوتی ہے ان کے بال بہت جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ نزلہ زکام کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ہماری کتاب "تحقیقات نزلہ زکام اور اس کا یقینی بے خطا علاج" کا مطالعہ کریں۔ جن لوگوں کے جسم میں صفرا کی زیادتی ہوتی ہے ان کے بالوں کو ستر سالوں تک بھی سیاہ دیکھا ہے۔ ان امور سے ثابت ہوا کہ بالوں کا تعلق اعصاب کی نسبت زیادہ تر غدد سے ہے جو جگر کی تیزی کے ساتھ خود بھی تیز رہتے ہیں۔ اس طرح بال ایک بڑی عمر تک سفید نہیں ہوتے۔ گویا بالوں کے لئے فولاد کی سرخی کا ہونا ضروری ہے ان حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ نزلہ زکام کی کثرت سے رطوبت غریزی میں کمی بیشی اور خرابی و فساد پیدا ہو جاتا ہے جس سے حرارت غریزی کی پیدائش بگڑ کر کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے سفید بالوں کا بہترین یہ علاج ہے کہ نزلہ زکام کا علاج کیا جائے اور حرارت غریزی پیدا کرنے کی کوشش سے قبل از وقت سفید بال پھر سیاہ ہو سکتے ہیں سفید بالوں کو جوانی میں خضاب لگانا کچھ بھلا معلوم نہیں ہوتا جوانی میں صرف خوردنی ادویات کے استعمال سے بال یقیناً سیاہ ہو سکتے ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے مجربات:۔

اعادہ شباب کے لئے جو مفردات لکھے گئے ہیں۔ وہ مجربات بھی ہیں ان میں سے ہر دوا اگر ضرورت کے مطابق اپنے صحیح مقام پر استعمال کی جائے تو یقیناً جوانی لوٹ آئے گی۔ شباب قائم رہے گا۔ اور صحت بالکل درست رہے گی۔ لیکن اگر اصولاً دو تین یا زیادہ ادویات ملا دی جائیں تو فوائد میں تیزی اور اثر میں دائمی صورت قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے ذیل میں اپنے مجربات درج کئے جاتے ہیں ہم نے ایورویدک اور یونانی مرکبات لکھنے کی کوشش نہیں کی ہے اگرچہ ان میں بھی اکثر مجربات اپنے افعال و اثرات کے لحاظ سے بے نظیر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (۱) ان میں بعض اجزا میسر نہیں آتے (۲) بعض ترکیبیں ایسی شکل میں ہیں کہ زہریلے سانپ سے دوستی کرنے کے مترادف ہیں (۳) بعض ادویات کی تیاری پر دس دس سال خرچ ہو جاتے ہیں (۴) بعض نسخہ کی ادویات ضرورت سے زیادہ (۵) بعض غیر ضروری (۶) بعض ادویات ایک دوسرے کے مخالف (۷) بعض ادویات کسی خاص موسم میں حاصل ہونے والی۔ غرض انہی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے مختصر اور فوری تیار ہونے والے نسخے لکھے جاتے ہیں۔

لڈو قیام شباب:۔ مغز اخروٹ ایک سیر۔ پستہ ایک پاؤ۔ کشمش سوا سیر۔ ترکیب:۔ پہلے مغز اخروٹ اور پستہ کو ملا کر باریک کریں پھر کشمش ڈال کر اس قدر ملائیں کہ یک جان ہو جائیں پھر ان کے لڈو بنا لیں خوراک:۔ عام لڈوؤں کے برابر ہونی چاہیے۔ صبح ناشتہ میں ایک سے تین لڈوؤں تک کھائیں۔ اگر رات کو بھی چاہیں تو کھا سکتے ہیں۔

برفی شباب آور:۔ بلادر ایک چھٹانک۔ نارجیل ڈیڑھ سیر۔ ترکیب:۔ اول نارجیل کو باریک کدوکش میں باریک کریں (نارجیل کے لئے خاص کدوکش ہوتے ہیں) پھر نارجیل اور بلادر ملا کر خوب کوٹیں کہ یک جان ہو جائیں۔ تین سیر چینی کا گاڑھا قوام تیار کر کے نیچے اتار کر ملا لیں۔ اور کسی کھلے برتن میں پھیلا دیں۔ پھر برفیاں کاٹ لیں۔ ہر غذا کے درمیان ایک سے لے کر تین برفی کھا سکتے ہیں۔ یہ دوا زیادہ تر ان لوگوں کے لئے ہے جن کے بال سفید ہو گئے ہوں۔

اطریفل شباب آور:۔ بلادر ایک چھٹانک ہلیلہ، بلیلہ اور آملہ ہر ایک آدھ چھٹانک چینی تین سیر۔ ترکیب بطریق اطریفل تیار کریں۔ خوراک ۶ ماشہ سے دو تولہ تک۔ دن میں دو تین بار استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس میں یہ خوبی ہے کہ مقوی کے ساتھ ملین بھی ہے۔ دائمی نزلہ کا بھی یقینی علاج ہے

باقی بر صفحہ ۱۶۴

صحت کی دیوی ـ ھائجیا